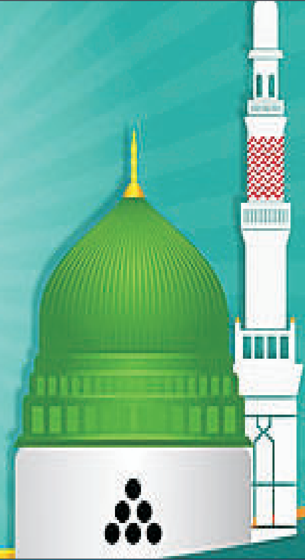
اصلاحی واقعات



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کی مبارک اور نورانی زندگیوں سے ثابت وصادر شدہ نادر الوقوع مستند، سچے، دلکش اور بصیرت افروز واقعات۔

مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم



ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

اصلاحی واقعات

﴿مؤلف﴾

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنامبٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

نام کتاب ______________ اصلاحی واقعات، جلد دوم

مؤلف______________ حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی

کمپیوٹر و کتابت ______________ عبد اللہ علاء الدین قاسمی

صفحات ______________ 203

تعداد ______________

ملنے کے پتے

☆ قاری عبد العلّام صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ حاجی عبد الغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ مولانا عبد المجید صاحب قاسمی، مہتمم مدرسہ دار العلوم محمودیہ سلطان پوری (نئی دہلی)

☆ قاری مطیع الرحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگر نگر مبارک پور، (نئی دہلی)

☆ محمد اسلم و حافظ عبد العزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

Mobile:

Abdullah: 7654132008-Q . **Abdul Allam:** 9818406313

H. Abdul Gani : 9811542512 **Md Aslam:** 9250283190

H. Abdul Aziz: 9811626704 **Q. Mutiur Rahman:** 8882919635

Email: Abdullahdbg1994@gmail.com

PUBLISH:

KHANQUAH.E.ASHRAFIA

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

عناوین	صفحات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اصلاحی واقعات جلد دوم

الحمدللہ خاکسار نے اصلاحی واقعات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس کی ’’جلد اوّل‘‘ قارئین کی نظروں سے گذر کر تحسین و تعریف حاصل کر چکی ہے، اب دوسری جلد آپ کے سامنے ہے، یہ سنہرا اور مفید سلسلہ جن وجوہات اور منافع کے پیش نظر شروع کیا گیا تھا اس کی تشریح ’’جلد اوّل‘‘ میں قارئین پڑھ چکے ہیں، اس لئے مزید دعوت و نصیحت اور ترغیب کی ضرورت نہیں، جلد اول میں تحریر کیا تھا کہ اس سلسلہ کی تین جلدیں آئیںگی، الحمدللہ ’’دوسری جلد‘‘ ’’زیر مطالعہ‘‘ ہے اور خدا نے صحت و عافیت اور نصرت و توفیق عطا فرمائی تو عنقریب ’’تیسری جلد‘‘ بھی منظر عام پر ان شاءاللہ آئیگی، اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین!)

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین قاسمی مدظلہ العالی
بروز، پیر، ۱، شعبان المعظم، ۱۴۴۲ھ
مطابق، ۱۵ مارچ، ۲۰۲۱ء
خانقاہ اشرفیہ و مکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ، بہار (انڈیا)

پانچ سوسال کی عبادت پانی کے ایک گلاس کے عوض ختم ہوگئی

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے آپ نے فرمایا کہ یارسول اللہ کوئی بھی بندہ اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا، اس کے بعد جبرئیل نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ سنایا''بنی اسرائیل کے ایک عابد نے اپنے شہر سے الگ ہوکر صرف عبادت کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور آبادی سے دور پہاڑیوں میں اپنا ایک ٹھکانا بنالیا سب سے الگ اور اس زمانہ میں رہبانیت بھی تھی اہل وعیال اور تمام رشتہ داروں سے کٹ کر لوگ عبادتوں میں لگ جاتے تھے لیکن اسلام میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو پڑوسی کے حقوق کو ادا کرو سب کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرو تو پچھلی امتوں میں یہ تھا کہ اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے تو سب سے کٹ کر عبادتوں میں لگ جاتے تھے تو جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ایک عابد نے پہاڑیوں میں جاکر اپنا ٹھکانا بنالیا اور عبادتوں میں لگ گیا، اس زمانے میں لوگوں کی عمریں بھی بہت زیادہ ہوتی تھی وہ عبادت میں لگا رہا اللہ تعالی نے اپنے فضل سے اس کے کھانے کا انتظام کردیا، پہاڑی میں ایک چشمہ جاری فرمادی اور یہ ہوا کہ انار کا ایک درخت وہاں اُگ گیا، جب یہ شخص عبادت سے فارغ ہوتا تو درخت سے ایک انار لیتا اور چشمہ سے پانی پی کر پھر عبادت میں لگ جاتا، بڑے طویل عرصے تک وہ لگے رہا، اور لمبے لمبے سجدے کرتا رہا، سجدہ ہی میں اپنا پورا وقت گزارتا رہا، یہاں تک کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ سلسلہ پانچ سوسال تک چلتا رہا۔ معمولی بات ہے! آدمی پانچ سوسال تک عبادت کرتا رہا، سب سے کٹ کر اس کو سجدہ شکر کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ سجدہ کرتے

کرتے آخر میں اس نے سوال کیا یا اللہ میری موت بھی سجدہ میں ہی ہو اور سجدہ کی حالت میں تیرے دربار میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی اس لئے کہ مخلص تھا اب آدمی ساری چیزوں سے کٹ کر اللہ ہی کو مخصوص بنا لے اور اپنی مراد صرف اللہ ہی کو بنا تا ہے تو اللہ ایسے مخلص کی دعا فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی مشرکین وملحدین یہاں تک کہ ابلیس کی بھی دعا قبول کی ہے۔ لہٰذا عابد کی بھی دعا اللہ نے قبول کر لی اب ایک سال تک آدمی سجدہ میں پڑا رہے اور عبادت میں لگا رہے اور دعا یہ کر رہا ہے کہ اللہ اس کو موت بھی سجدہ کی حالت میں دے، اس کے ذہن میں یہ تھا کہ اسی طرح سے اللہ مجھے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دے گا، حدیث میں آتا ہے کہ جبرئیل نے فرمایا اس کا انتقال تو ہو گیا اب قیامت کے دن جب یہ بندہ اٹھے گا سجدہ کی حالت میں تو اس کا معاملہ اللہ کیا کرے گا یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اللہ اس بندے سے فرمائیں گے میرے فضل وکرم سے جنت میں داخل ہو جا، بندہ مخلص ہے مگر یہ بشر کہے گا اللہ میرے فضل سے مجھے بخشے گا میری عبادت کا کوئی صلہ نہیں، اس کی نظر اس کی عبادت پر گئی حالانکہ کسی بندہ کو اپنی عبادت، اپنی نیکی پر نظر نہیں رکھنی چاہئے! عبادت تو کرے مگر یہ سوچے کہ عبادت کا ہو جانا یہ توفیق الٰہی ہے، اس لئے کہ بغیر توفیق الٰہی کے کچھ بھی نہیں۔ (گناہوں کے انبار، ص/345)

فرمایا اس بندے کے اس سوال پر کہ میری عبادت کا کیا ہوا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کو ذرا جہنم کے کنارے لے جاؤ، حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کے بھاپ سے اس کا پورا بدن سوکھ جائے گا پیاس شروع ہو جائے گی بے انتہا پیاس ہوگی پیاس سے اس کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو جائے گا وہ پانی کے لئے چلائے گا اب یہاں جنت کی طلب ختم، صرف ایک گلاس پانی مل جائے بس ہے، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ساری چیزیں ختم۔ فرشتوں سے کہے گا پانی پلاؤ! بس غیب سے پانی پیش کیا جائے گا وہ پانی کی طرف لپکے گا ہاتھ بڑھائے گا اس پانی کی قیمت پانچ سو سال کی عبادت

ہوگی،فرشتہ کہے گا اگر تو یہ پانی پینا چاہتا ہے تو پانچ سو سال کی عبادت دینی ہوگی، ہاں لے لو میر پاس ہے پانی دے دو اب وہ پانچ سو سال کی عبادت دے کر پانی حاصل کرے گا، اب اس کے پاس کیا رہ گیا کچھ بھی نہیں، جو تھا وہ ختم ہو گیا، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوگا کہ تیری جو پانچ سو سال کی عبادت تھی وہ پانی کے ایک گلاس کے عوض ختم ہوگئی اور جو تو نے ہمارے انار کھائے چشمہ کا پانی پیا اس کا کیا ہوگا اس کا کیا حق تو ادا کرے گا؟ اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ پھر اللہ فرمائیں گے یہ جو میں تجھے آنکھ دئے کان دئے اعضائے بدن صحیح وسالم بنائے، ساری بیماریوں سے محفوظ رکھا، ہاتھوں میں طاقت آئی اس کا کیا بدلہ کیا حق ادا کیا؟ اب یہ شخص پریشان ہے بے سروسامان ہے اس لئے کہ جو تھا وہ چلا گیا عبادت کا اس نے صلہ پوچھا وہ ختم ہو گیا اس نے سمجھا تھا کہ عبادت کا انبار ہے لیکن وہ عبادت تو صرف ایک گلاس پانی کی نذر ہوگئی، یہ جو اپنے فضل سے اللہ ہم کو نوازتے ہیں اس کا کوئی حق ہم سے ادا نہیں ہوتا یہ محض اس کے فضل سے ہو رہا ہے ان کی رحمت وفضل وکرم سے ہم کھاتے پیتے ہیں سوتے جاگتے ہیں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو زبان نہیں کتنے کو پیٹ کی تکلیف ہے کچھ کھا نہیں سکتے تو یہ نعمتیں جو اللہ کا اپنے بندوں کو دینا اور بندوں کا اس کا استعمال کرنا ہے یہ محض اس کا فضل ہے۔ اب اتنی عبادت کرنے کے بعد بے سروسامان رہ جائے گا، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بار ہا سوال ہوگا بول کیا حق ہے کیا دیتا ہے اب اس کی زبان سے ادا ہوگا اے اللہ تو اپنے فضل وکرم سے مجھے جنت میں داخل فرما، میرے پاس کچھ بھی نہیں تب حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے اب تو راستہ پر آیا۔

اپنی عبادتوں پر نظر نہ رکھیں

فرمایا: امت محمدیہ کے لئے اس میں سب سے بڑا اسبق یہ ہے کوئی بھی شخص اپنی عبادتوں پر نظر نہ رکھے یہ جو توفیق عمل صالح کی ملے گی اس کا فضل ہے، اگر بخشش ہوگی وہ بھی اس کا فضل

ہے، اگر خدانخواستہ ہماری عبادتوں کے بھروسہ کی وجہ سے ہم پکڑے گئے تو کیا ہوگا، کوئی ٹھکانا نہیں ہے، اس لئے بنی اسرائیل کے اس شخص کے واقعہ کے اندر یہ سبق ہے کہ جب تک اللہ کا فضل نہ ہوگا تب تک نہ تو تو عمل کرسکتا ہے نہ ہی عمل قبول ہوتا ہے اور نہ ہی جنت میں داخل ہوگا۔ اسی لئے عمل کرنے کے بعد بھی آدمی فضل الٰہی رحمت الٰہی کا طلبگار رہے کہ اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے، یہ ہماری عبادتیں جو ہیں جو ذات بے عیب ہو کبریائی جس کی شان ہو رحیمی اس کی صفت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصاف سے کہئے ایک سجدہ بھی ہماری زندگی کی عبادتوں کا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، تعریف کا ایک کلمہ بھی ادا نہیں ہوسکتا ہے، بس چل رہا ہے کام چلنے دو۔

دو قاضی جہنم میں ایک جنت میں

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں تین قاضی تھے، ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا، پھر اس جگہ کو پر کرلیا گیا، انہوں نے خوب فیصلے کئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا، فرشتے نے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنی گائے کو پانی پلا رہا ہے، گائے کے پیچھے اس کا بچھڑا کھڑا ہوا ہے، فرشتہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر بچھڑے کو اپنے پیچھے لگا لیا، چنانچہ وہ بچھڑا گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، گائے والا اور یہ دونوں پہلے قاضی کے پاس مقدمہ لے کر آئے، فرشتہ کے پاس قیمتی موتی تھے اس نے قاضی کو دے دیئے اور یہ کہا کہ آپ فیصلہ میرے حق می صادر کردیجئے کہ یہ بچھڑا میرا ہے، قاضی نے کہا میں کیسے فیصلہ کردوں کہ بچھڑا تمہارا ہے؟ فرشتہ نے کہا: وہ اس طرح کہ گھوڑا، گائے اور بچھڑا تینوں کو چھوڑ دیجئے! اگر بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ بچھڑا میرا ہے، چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا، وہ بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگا، قاضی نے فرشتہ کے حق میں فیصلہ کردیا کہ بچھڑا تم لے جاؤ۔

پھر یہ دونوں فریق دوسرے قاضی کے پاس گئے تو اس دوسرے قاضی نے بھی یہی فیصلہ کیا اور موتی لے لئے، جب تیسرے قاضی کے پاس گئے تو فرشتہ نے اس کو موتی عنایت کئے اور کہا کہ میرے اور اس آدمی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے! یہ سن کر قاضی نے کہا مجھے تو حیض آ رہا ہے، تو فرشتہ نے کہا: سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہیں مرد کو بھی حیض آتا ہے، قاضی نے جواب دیا کہیں ایسا ہوا ہے کہ گھوڑا بچھڑا جنتا ہو، چنانچہ قاضی نے گائے والے کے حق میں بچھڑے کا حکم صادر کر دیا۔

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہی جیسے قاضیوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''دو قاضی جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں''۔ (انوار طریقت۔ص/269)

خلیفہ منصور کا دلچسپ واقعہ

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب منصور نے ابوہبیرہ کا محاصرہ کیا تو منصور نے کہا: ابوہبیرہ تو خود ہی اپنی عورتوں کے لئے خندق کھود رہا ہے، جب یہ بات ابوہبیرہ کو معلوم ہوئی تو اس نے منصور سے کہلایا کہ جس وجہ سے میرے بارے میں یہ بات کہی ہے تو چلئے اسی بات پر آپ کا اور میرا مقابلہ ہو جائے، منصور نے ابوہبیرہ کے پاس جواب بھیجا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ شیر کی مدبھیڑ ایک خنزیر سے ہوگئی، خنزیر نے کہا: آؤ مجھ سے مقابلہ کرلو، شیر نے جواب دیا: میں تمہارے سامنے مقابلہ کے لئے کیسے آ سکتا ہوں جبکہ تو میرے برابر نہیں ہے، اگر تجھ سے میرا کوئی نقصان ہو گیا تو میرے لئے ایک عار کی بات ہوگی لیکن اگر میں نے تجھے پچھاڑ دیا تو کہے گا میں خنزیر ہوں (میرا اور تیرا کیا مقابلہ) تو اس میں نہ تو مجھے دادِ تحسین ملے گی اور نہ ہی قتل کرنے میں کوئی فخر ہوگا، خنزیر نے کہا: اگر تو میرے مقابلے کے لئے نہیں نکلتا تو میں تمام درندوں سے بتا دوں گا کہ شیر میرے مقابلہ کے لئے نہیں آیا، بزدل ہے، شیر بولا:

تیرے جھوٹ بولنے کی عار کو برداشت کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میرے ہاتھ تیرے خون سے رنگین ہوں۔ (البدایہ والنہایہ)

کمینہ کون ہے؟

دانشمندوں کا قول ہے کہ کم ظرف اور کمینے لوگوں سے معاملات نہ کرو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کمینہ وہ ہے جو شرافت اور نیکی سے بالکل خالی ہو، اور ارشاد فرمایا: ایسے شخص کو علم وحکمت کی بات بھی مت سکھاؤ، ورنہ وہ اس سے بھی اپنے کمینہ پن کو ظاہر کرے گا اور علم وحکمت کی غلط تعبیر کرے گا۔

شرافت اور نیکی ایمان والوں کی متاع ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے! بے وفا اور بے مروت بھی شرافت سے عاری ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو! بخیل شیطان کا دوست ہے اور سخی اللہ کا دوست، بخیل سے شیطان محبت کرتا ہے اور سخی سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں، اس لئے میرے دوستو! سخی رہو، ایک روایت میں آتا ہے کہ شیطان نے کہا کہ کنجوس عابد میرا دوست ہے اور گناہگار سخی میرا دشمن ہے، اس لئے کہ عابد کی کنجوسی اس کو دوزخ میں لے جانے کا سبب ہوگی اور سخی کو اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر کے بخش سکتے ہیں۔ (خطبات حبان)

ایک ایسے صحابی رضی اللہ عنہ جو نماز پڑھے بغیر جنت میں چلے گئے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ایک شخص کے بارے میں بتاؤں جس نے پوری عمر کبھی نماز نہیں پڑھی مگر جنت میں داخل ہو گیا، لوگوں کو اگر معلوم نہ ہوتا تو آپؓ سے دریافت کرتے کہ آپ ہی بتا دیجئے! تو بتاتے کہ وہ اصیرم بن عبد الاشہل رضی اللہ عنہ ہیں۔

عامر بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبیدؓ سے دریافت کیا کہ ان کا

یہ واقعہ کس طرح ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ اسلام کا انکار کیا کرتے تھے، مگر جب غزوۂ احد کا موقع آیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیت جہاد احد کی طرف نکلے تو اصیرم رضی اللہ عنہ پر اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی اور وہ اسی وقت اسلام قبول فرما کر تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کے لئے نکل پڑے اور جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی تقسیم بڑی عمدہ اور نہایت صحیح اور حق ہے، وہ تقسیم کرتے وقت کسی کی رائے کے محتاج نہیں ہیں، دیکھئے حضرت اصیرم بن عبدالاشہل رضی اللہ عنہ ابھی ایمان لائے اور فوراً جہاد کے لئے نکل گئے اور شہید ہو گئے، اس دوران کسی نماز کا وقت نہیں آیا کہ نماز پڑھ سکیں، وقت نماز باجماعت سے پہلے یہ خود ہی اپنی نماز میت کے لئے بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو گئے، انہوں نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، کیا خوش نصیب کہ بغیر کچھ کئے اور کرائے جنت کے مستحق ہو گئے، یہ ان کی اپنی قسمت ہے کہ جان کا نذرانہ پیش کیا اور شہید اسلام بن گئے۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک اور آسان راستہ طلب کرنا چاہئے کہ اے اللہ! ہم کو آسان اور سہل راستوں اور نیکیوں کے ذریعہ جنت عطا فرما، امتحان کے ہم لائق نہیں صرف آپ کی نظر کرم اور رحمت خاص کے محتاج ہیں، عبادات اور ریاضات بھی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتے، ایسے حالات میں جو لوگ اپنی نیکیوں اور تقوی پر بھروسہ اور تکیہ کرتے ہیں وہ خسارے میں رہ جاتے ہیں، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا کرم طلب کرتے رہو کہ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

دوسرے کے عیوب ڈھونڈنے والا جہنمی ہے

بنی اسرائیل میں ایک عورت کا شوہر باہر گیا ہوا تھا اب اس عورت کا تعلق ایک دوسرے

مرد سے ہو گیا اور بدکاری ہوتی رہی، یہ عورت گندہ کپڑا باہر پھینک دیا کرتی تھی تو اس کی پڑوسن اس کپڑے کو اٹھا کر اپنے گھڑے میں ڈال دیا کرتی تھی، اس زمانے میں سفر بھی بڑے طویل ہوا کرتے تھے، ایک ایک سال دو دو سال لوگ سفر میں رہ جاتے تھے اور آج کل تو سالوں کا سفر گھنٹوں میں ہوا کرتا ہے، اس کی پڑوسن وہ ناپاک کپڑے جمع کرتی رہی کہ جب اسکا شوہر سفر سے آئے گا تو اسکو دکھاؤں گی، چونکہ وہ عیب کے ظاہر کرنے کو کوئی گناہ نہیں سمجھ رہی تھی اسلئے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی مگر وہ عورت جو بدکاری میں ملوث تھی اس کو توبہ کی توفیق ہو گئی جب دونوں کا انتقال ہوتا ہے تو وہ گناہ گار عورت جنت میں گئی اور اس کی پڑوسن جہنم میں جبکہ وہ عبادت گذار اور نمازی تھی، اس لئے مومن کے عیب کو ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ بندے کی بڑی پردہ پوشی فرماتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ می بیند و لی بوشد
ہمسا یہ نمی بیند و لی خر د شد

اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اور چھپا لیتے ہیں لیکن ہمسایہ نہیں دیکھتا اور شور مچا دیتا ہے۔

گناہ کو ظاہر کرنا بھی بڑا گناہ ہے

موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرتبہ ایک عورت نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو میرا سلام کہنا اور پوچھنا کہ میں بخشی جاؤں گی یا نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں اس کا سلام عرض کیا اور اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں اس عورت کو

بخش دوں گا تو اس عورت نے کہا کہ میں نے سومرتبہ زنا کیا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ مجھے بخش دیں گے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو مجھے معلوم نہیں میں اللہ تعالیٰ سے معلوم کرتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہ العالمین وہ عورت تو اس طرح کہہ رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے جب گناہوں کو ظاہر کر دیا اور ہمارے بولنے پر ایمان نہیں رہا تو اب اس کی مغفرت نہیں کریں گے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح گناہ کرنا بری چیز ہے اسی طرح گناہوں کو نہ چھپانا اور ظاہر کر دینا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ (خطبات حبان جلد سوم)

بنی اسرائیل کے بادشاہ کا واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا اس کے پاس کسی عابد کا تذکرہ ہوا بادشاہ نے اسے بلا بھیجا اور منت سماجت کر کے اسے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی۔ عابد نے کہا بادشاہ سلامت بات تو بہت اچھی ہے مگر یہ بتلایئے کہ اگر آپ کسی دن مجھے اپنی باندی کے ساتھ خوش طبعی کرتے ہوئے اپنے حرم سرا میں دیکھ لیں تو کیا ہوگا؟ بادشاہ غضب ناک ہو کر بولا او بدکار تو میرے گھر میں ایسی جرأت کرے گا؟ عابد کہنے لگا کہ میرا رب کتنا کریم ہے کہ دن میں ستر گناہ بھی دیکھے تو مجھ پر غضبناک نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنے دروازہ سے دھکیلتا ہے اور نہ ہی مجھے اپنے رزق سے محروم کرتا ہے تو میں اس کا دروازہ کیسے چھوڑ دوں اور ایسے شخص کے دروازہ پر آ پڑوں جو نافرمانی کرنے سے پہلے ہی غضب ناک ہو رہا ہے اگر جرم کرتے ہوئے دیکھ لے تو نا معلوم کیا کرے یہ کہہ اٹھ کر چل دیا۔ (تنبیہ الغافلین)

زنا کے جرم میں بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب

بنی اسرائیل پر خدا کی طرف سے اس عذاب کا آنا احادیث میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر وہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان پر کب اور کس طرح یہ عذاب آیا؟ اس کی تفصیل طبری رحمہ اللہ

نے سیار رحمہ اللہ کی زبانی یوں نقل کی ہے کہ: ''ایک جگہ بلعام نامی ایک شخص رہتا تھا، جو مستجاب الدعا تھا۔ حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ اس علاقہ میں جانے کے لئے نکلے، جس میں بلعام رہتا تھا (وہاں جانے کا مقصد وہاں کی کافر قوم سے جہاد کرنا تھا) بلعام کی قوم اس کے پاس آئی اور کہا کہ موسی اور بنی اسرائیل پر بددعا کردو۔ اس نے کہا کہ میں اللہ سے مشورہ کروں گا۔ بعد مشورہ اس کو منع کردیا گیا کہ موسی علیہ السلام پر بددعاء نہ کرو۔ اس کے بعد اس کی قوم تحائف وہدایا لے کر اس کے پاس آئی، اس نے پھر وہی کہا کہ میں اللہ سے معلوم کروں گا، اب اللہ کی طرف سے اس کو کچھ جواب نہ ملا۔ قوم نے کہا کہ اگر یہ کام برا ہوتا تو اس سے آپ کو منع کیا جاتا، اس پر وہ بددعا کرنے تیار ہوگیا اور بددعا کی، اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے جس سے خود اس کی قوم پر بددعا ہوگئی۔ اس پر اس کی قوم نے اس پر ملامت کی، اس نے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کس چیز میں ہے؟ اس نے کہا کہ تم اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو بنی اسرائیل میں بھیجو تاکہ بنی اسرائیل ان سے ملوث ہوجائیں اور زنا کرکے ہلاک ہوجائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل ان عورتوں سے ملوث ہوگئے، اس پر بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب آیا اور ایک دن میں ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک ہوئے۔'' (تاریخ الطبری:۱/۲۵۸-۲۵۹، البدایہ والنہایہ:۱/۳۲۲)

اس روایت کے بارے ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ مرسل جید ہے۔

(فتح الباری:۱۰/۱۸۳)

اسرائیل پر طاعون کا عذاب آیا اور ایک دن میں ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک ہوئے۔''

(نفائس الفقہ جلد چہارم)

اس روایت کے بارے ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ مرسل جید ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا سے طاعون چلا گیا

بنی اسرائیل پر حضرت موسی علیہ السلام کے زمانہ میں جس طرح یہ عذاب آیا، حضرت

داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بنی اسرائیل پر طاعون کا عذاب آیا تھا۔ ابن اسحاق نے اسکی تفصیل ذکر کی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ بنی اسرائیل کے گناہ بڑھتے جارہے ہیں۔ لہٰذا اب انہیں تین باتوں کا اختیار دیا جاتا ہے، یا تو انہیں قحط میں مبتلا کروں گا، یا دو ماہ تک دشمنوں کو ان پر مسلط کروں گا، یا تین دن تک طاعون میں مبتلا کروں گا، حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں اسکی خبر دی، انہوں نے کہا کہ آپ ہی ان میں سے کسی بات کا ہمارے لیے انتخاب کر لیجیے، حضرت داؤد علیہ السلام نے طاعون کو پسند کیا، چنانچہ اس میں مبتلا ہو کر سورج کے زوال تک ستر ہزار اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ آدمی ہلاک ہوئے، حضرت داؤد علیہ السلام نے تضرع کیا اور دعا کی تو اللہ نے اس بیماری کو اٹھالیا۔ (فتح الباري: ۱۰/ ۱۸۳)

طاعون فحش کاری کی سزا

بنی اسرائیل پر طاعون آنے کا واقعہ جو اوپر ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ان پر یہ عذاب زنا وفحش کاری کے نتیجہ میں آیا تھا اور دیگر احادیث سے بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فحش وزنا کے عام ہونے پر اللہ تعالی طاعون بھیجتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمْ تَظْهَرِ الفَاحِشَةُ فِيْ قَومٍ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا إِلّا فَشَا فِيْهِم الطَّاعُوْنُ والأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِم الّذِيْنَ مَضَوْا۔

جس قوم میں فحش کاری عام ہوجائے حتی کہ وہ اس کو علی الاعلان کرے، اس قوم میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیلتی ہیں جو ان کے آبا واجداد میں نہیں گذریں۔) (ابن ماجہ: ۴۰۰۹، مستدرک حاکم: ۴/ ۵۱۸۳، المعجم الاوسط:)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایک لمبی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے:

ولا فشا الزنی فی قوم قطّ إلّا کثُرَ فیھم المَوتُ۔ کسی قوم میں زنا نہیں پھیلتا مگر ان میں موت کی کثرت ہوجاتی ہے۔ (شعب الایمان: ۳/ ۱۹۲)

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: لَا تَزَالُ أُمَّتِی بِخَیْرٍ مَالَمْ یَفْشُ فِیْهِمْ وَلَدُ الزِّنَا فَإِذَا فَشَا فِیْهِمْ وَلَدُ الزِّنَا فَیُوشِكُ أَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ۔

میری امت بخیر ہوگی جب تک کہ ان میں حرامی بچے زیادہ نہ ہوجائیں اور جب حرامی بچے زیادہ ہوجائیں اللہ ان پر عام عذاب بھیجے گا۔ (معجم کبیر: ۲۴/ ۲۳)

اور طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر میں اسی حدیث کے یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

لَا تَزَالُ أُمَّتِی بِخَیْرٍ مُتَمَاسِكٍ أَمْرَهَا مَا لَمْ یَظْهَرْ فِیْهِمْ وَلَدُ الزِّنَا، فَإِذَا ظَهَرُوْا خَشِیْتُ أَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعِقَابٍ۔

(میری امت بخیر ہوگی، اپنے امور پر قابو رکھنے والی ہوگی جب تک کہ ان میں حرامی بچوں کا ظہور نہ ہوجائے اور جب حرامی بچوں کا ان میں ظہور ہوجائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ ان پر عام عذاب بھیجے گا۔ (مسند احمد: ۶/ ۳۳۳)

ان میں جن روایات میں موت کا ذکر ہے اس سے جمہور علما نے طاعون ہی مراد لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زنا کاری وفحش کاری کی سزا میں بھی طاعون آتا ہے۔

بنی اسرائیل کی بے ادبی اور کثرت سوال کا برا انجام

بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ ایک گائے کی قربانی کرو انھوں نے اس حکم میں حجتیں نکالنا

شروع کیں کہ بتلایئے گائے کیسی ہو؟ بتلایا گیا کہ جوان گائے ہو، کہا یہ بھی بتلایئے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ حکم ہوا کہ رنگ زرد ہونا چاہئے، پھر کہا کہ ٹھیک ٹھیک اور مشرّح بتلایئے کہ کیسی گائے ہو اب تک ہماری سمجھ میں پوری حالت اس کی آئی نہیں، حکم ہوا کہ ایسی گائے ہو کہ جس سے نہ جوتنے کا کام لیا گیا ہو اور نہ سینچائی کا کام لیا گیا ہو اور بالکل یک رنگ ہو کہیں اسمیں داغ دھبہ نہ ہو، چنانچہ ایسی گائے ان کو تلاش کرنا پڑی اور بہ ہزار دقت رقم کثیر خرچ کر کے بہم پہنچی، حدیث میں آیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل اتنی حجت نہ کرتے اور جیسے ہی حکم ہوا تھا فوراً کوئی سی گائے ذبح کر ڈالتے تو کافی ہوجاتی، یہ تنگی کثرت سوال کی وجہ سے ہوئی حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس امت کو حق تعالیٰ نے خود ہی اس فعل سے منع فرمادیا، چنانچہ ارشاد ہے: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (مائدہ پارہ/۷)

اے ایمان والو! وہ باتیں مت پوچھو کہ اگر ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو، اور آگے یہ بھی فرمادیا قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ (مائدہ پ ۷)

یعنی تم سے پہلی امت نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ احکام میں اس طرح حجتیں کرتے تھے گویا تحقیق کر رہے ہیں لیکن جب حکم ہوتا اور اس کی پوری شرح کردی جاتی تو اس کی امتثال (اطاعت) سے انکار کردیتے ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ حجتیں کرنا اسی بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو کام کرنا منظور نہیں کام کرنے والا ہمیشہ ڈرا کرتا ہے کہ خدا جانے مجھ سے تعمیل ہوسکے گی یا نہیں، اسی واسطے وہ اپنے اوپر تنگی کو اختیار کرتا ہے، بنی اسرائیل بڑے سرکش تھے انہوں نے حجتیں چھانٹیں اور تقریریں کر کے اپنے اوپر مصیبت لادی، اس امت پر خدا کا فضل رہا کہ کہ حضرات صحابہ حکم کو سن کر اس میں شقوق اور احتمالات نہ نکالتے تھے۔

فتنہ کے وقت سکوت میں حکمت

جب حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر گئے کہ اللہ تعالیٰ سے تورات حاصل کریں تو قوم میں اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو چھوڑ گئے، موسیٰؑ کے جانے کے بعد ان کی قوم نے سونے چاندی کا ایک بچھڑا بنالیا اور اسے پوجنا شروع کر دیا۔ حضرت ہارونؑ نے انھیں بہت سمجھایا، مگر وہ نہ مانے، آخر تنگ آ کر وہ چپ ہو گئے کہ کہیں ان میں زیادہ اختلاف نہ ہو جائے۔ کوہِ طور سے واپس آ کر حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں کو بتایا کہ تم نے بہت بُرا کیا، سب نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور آیندہ کے لیے توبہ کی۔

بنی اسرائیل کی سرکشی

جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے کوہِ طور سے آسمانی کتاب تورات لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا تو اس وقت انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہمیں اس بات کا یقین کیسے آئے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ ہی نے نازل کی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ وہ قوم سے ستّر نمائندے منتخب کر کے انہیں کوہِ طور پر لے آئیں۔ چنانچہ کوہِ طور پر ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنا دیا گیا، لیکن اب انھوں نے اپنے مطالبے کو بڑھا کر یہ کہا کہ ہمیں تو اس وقت تک تورات پر یقین نہیں آئے گا جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں نہ دیکھ لیں۔ ان کے اس غلط مطالبے کی وجہ سے بجلی کی کڑک نے اُن کو آلیا جس نے زلزلے کی کیفیت پیدا کر دی اور وہ سب بے ہوش ہو کر گر پڑے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا کہ پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالیں گے۔ (آفتاب نبوت)

حضرت موسیٰؑ کی حضرت خضرؑ سے ملاقات

ایک مرتبہ بنی اسرائیل نے آپ سے پوچھا کہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا

کون ہے؟ حضرت موسیٰ چوں کہ نبی تھے اور آپ کے علم میں اپنے سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہیں تھا، اس لیے فرمایا کہ انسانوں میں میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ یہ بات اگرچہ فی نفسہ درست تھی، مگر ادب کا تقاضہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ اس کو اللہ کے علم کے حوالے کرتے، یعنی یہ کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ ساری مخلوق میں بڑا عالم کون ہے؟ بہر حال اللہ تعالیٰ کو یہ جواب پسند نہیں آیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر وحی نازل کی کہ ہمارا ایک بندہ دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پر رہتا ہے، وہ آپ سے بھی بڑا عالم ہے، موسیٰ نے سوچا کہ اس بندے سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: یا اللہ! مجھے ان کا پتہ نشان بتلا دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مچھلی اپنے ساتھ رکھ لو اور جس جگہ یہ مچھلی تمہارے ہاتھ سے نکل کر سمندر میں داخل ہو جائے وہی تمہاری منزل ہوگی۔ چناں چہ حضرت موسیٰ خادم کو ساتھ لے کر چل دیے، یہاں تک کہ یہ دونوں چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دو سمندر ملتے تھے، موسیٰ نے وہاں کچھ دیر آرام کیا، اسی دوران مچھلی ان کے سامان سے نکل کر سمندر میں داخل ہوئی اور خادم یہ دیکھ رہا تھا، موسیٰ جب جاگے تو خادم یہ واقعہ حضرت موسیٰ کو بتانا بھول گیا اور دونوں آگے بڑھتے چلے گئے، کچھ دور جا کر انھوں نے اپنے خادم سے کہا: میں تھک گیا ہوں، بھوک بھی لگی ہے، وہ مچھلی لاؤ، تا کہ اس میں سے کچھ کھالیں۔ خادم نے کہا: جب چٹان پر آپ آرام کر رہے تھے تو اس مچھلی نے دریا کا راستہ لے لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کو تو اسی جگہ کی تلاش تھی، اس لیے پھر وہ اسی جگہ پر واپس چلے آئے۔ وہاں انھوں نے اللہ کے ایک بندے کو دیکھا جن کو اللہ نے مخصوص علم عطا فرمایا تھا، حضرت موسیٰ نے ان سے کہا کہ اللہ نے جو کچھ آپ کو علم دیا ہے وہ مجھے بھی سکھا دیجیے۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ تم صبر نہ کر سکو گے۔ اور جن باتوں کی آپ کو پوری واقفیت نہیں ہے، ان پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

آخر جب انھوں نے زیادہ اصرار کیا تو اس اللہ کے بندے نے کہا کہ تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو شرط یہ ہے کہ میں جو کام کروں اس کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کرنا اور نہ ہی کوئی سوال پوچھنا، یہاں تک کہ میں خود اس کی وضاحت نہ کردوں۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ شرط منظور کرلی اور دونوں سفر پر روانہ ہوگئے۔ جب دونوں ایک کشتی پر سوار ہوئے تو اس اللہ کے بندے نے کشتی میں سوراخ کردیا۔ حضرت موسیٰؑ اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ کیا تم نے اس لیے کشتی میں سوراخ کیا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں۔ یہ آپ نے بڑا خوفناک کام کیا ہے۔ انھوں نے شرط یاد دلائی تو آپ نے کہا کہ میں بھول گیا تھا اب ایسا نہیں ہوگا۔ آگے بڑھے تو خشکی پر ایک لڑکا ملا جسے انھوں نے قتل کرڈالا، اس پر حضرت موسیٰؑ بگڑ گئے اور کہا: آپ نے بغیر کسی قصور کے اس کو مار ڈالا، آپ نے بہت بُرا کیا، اس پر انھوں نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہ چل سکیں گے، پھر دونوں میں دوبارہ قول وقرار ہوا۔

چلتے چلتے یہ ایک گاؤں میں پہنچے جہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا مہمان بنانے سے انکار کردیا۔ مگر ان دونوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے، اس کو انھوں نے درست کردیا۔ حضرت موسیٰؑ پھر صبر نہ کرسکے اور کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان سے اس کام پر مزدوری مانگ لیتے۔ اللہ کے بندے حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اب ہم دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، مگر جدا ہونے سے پہلے ان باتوں کا مطلب سمجھ لیجیے۔ کشتی چند غریب آدمیوں کی تھی جو اسے کرائے پر چلاتے تھے۔ دریا کے اس طرف کا بادشاہ زبردستی کشتیاں چھین لیا کرتا تھا۔ میں نے اس میں سوراخ کردیا کہ عیب دار ہونے کی وجہ سے اسے کوئی نہ لے گا۔

رہا لڑکا تو اس کے ماں باپ ایمان دار تھے، مگر یہ سرکش اور کافر تھا۔ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ یہ لڑکا ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے، میں نے قتل کردیا کہ اللہ انھیں اس کے بدلے مہربان اور نیک بیٹا عطا کرے۔

دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان کی دولت دفن تھی، ان کا باپ نیک تھا۔ اگر دیوار گر جاتی تو دوسرے لوگ ان کی دولت پر قبضہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ دونوں جوان ہوکر اپنا خزانہ نکال سکیں۔

یہ جو کچھ ہوا تمہارے رب کی رحمت کا نتیجہ تھا۔ میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا، یہی وہ باتیں تھیں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ (انبیاء کے قصے، ص/72، سورہ کہف)

حضرت موسیٰؑ کے واقعے سے ملنے والے سبق

اس کے بعد حضرت موسیٰؑ ایک عرصہ تک بنی اسرائیل کو ہدایت کرتے رہے۔ برائیوں سے منع کرتے رہے، اچھائیوں کی تاکید کرتے رہے اور آخر کار اپنے اللہ پاک سے جا ملے جس نے ان کو نبی بنا کر بھیجا تھا۔

بچو! جو قوم اللہ کی نافرمانی کرتی ہے، اس کو تھوڑا تھوڑا عذاب دے کر خبردار کیا جاتا ہے، وہ اگر پھر بھی نافرمانی کرتی رہتی ہے تو اس کو کچھ عرصہ کے لیے مزید ڈھیل دے دی جاتی ہے، تاکہ وہ بالکل غفلت میں پڑ جائے، پھر ایک دم اللہ کا سخت عذاب آ کر اس کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

فرعون خود کو خدا کہلواتا تھا۔ بنی سرائیل پر ظلم کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسی کے گھر میں حضرت موسیٰؑ کی پرورش کروائی۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے ذریعے سے اس کو اور اس کی قوم کو ختم کرا دیا۔

دوسرا سبق ہم کو یہ ملتا ہے کہ جو قوم بہت عرصہ تک کسی کی غلامی میں رہتی ہے اس کی رگ رگ میں غلامی بس جاتی ہے، غیرت اور بہادری ختم ہو جاتی ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ بار بار وہی غلامی کی باتیں کرے جس طرح بنی اسرائیل نے آزاد ہونے کے بعد کیں۔

تیسرا سبق ہم کو حضرت خضرؑ کے قصے سے یہ ملتا ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی حفاظت

ان کی زندگی میں بھی کرتا ہے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد کی حفاظت بھی کرتا رہتا ہے۔ (نسبت مع اللہ،ص/116)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خواب

علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المدہش'' میں اللہ تعالیٰ کے قول: ''واذ قال موسی لفتاہ'' اور حضرت موسیٰ نے جب اپنے نوجوان ساتھی سے کہا) کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس، ضحاک اور مقاتل رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام تورات کا مطالعہ خوب غور سے کرکے اس کے تمام احکامات سے مطلع ہوگئے تو بغیر کسی سے کلام کئے ہوئے اپنے دل میں کہنے لگے کہ روئے زمین پر اب مجھ سے زیادہ کوئی عالم نہ ہوگا، اسی دن رات میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس قدر پانی برسایا کہ مشرق سے مغرب تک تمام زمین غرقاب ہوگئی، پھر دیکھا کہ سمندر پر ایک قناء ہے جس پر ایک لٹورا بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس برسات کے پانی کو چونچ میں بھر کر لاتا ہے اور سمندر میں ڈالتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیداری کے بعد گھبرا گئے اتنے میں حضرت جبرئیل تشریف لائے اور دریافت کیا کہ آپ کس وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنا خواب سنایا۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ آپ تمام علوم کے جامع ہیں۔ اور دنیا میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں مگر اللہ کا ایک بندہ ایسا ہے جس کے پاس آپ سے زیادہ علم ہے اور اس کے اور آپ کے علم میں وہی نسبت ہے جو سمندر کے پانی اور لٹورے کی چونچ کے پانی میں ہے۔ (اسرار طریقت،ص/94)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملازمت کی

حضرت موسیٰ نے مصر سے جلاوطنی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں ملازمت

کی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے تجارت، کاشتکاری، مصنوعات سازی اور ملازمت یہ تمام پیشے اختیار کئے ہیں، اس لئے ان میں سے کوئی بھی پیشہ حقیر نہیں، سارے پیشے باعزت ہیں اور اللہ تعالیٰ چونکہ سخت محنت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اس لئے ہم جو بھی کام کریں اسے پوری محنت ارو ایمانداری سے کریں۔ (ایمان اور اعمال حسنہ،ص/195)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات ملی

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے پر پہنچ گئے اور پیچھے سے فرعون کا لشکر آ گیا تو اللہ پاک نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی دریا کے پانی پر ماریں، اس کے نتیجے میں دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ان راستوں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر دریا کے پار چلا گیا اور جب فرعون وہاں پہنچا اور اس نے دریا میں خشک راستے دیکھے تو وہ بھی دریا کے اندر چلا گیا لیکن جب فرعون کا پورا لشکر دریا کے بیچ میں پہنچا تو وہ پانی مل گیا اور فرعون اور اس کا پورا لشکر غرق ہو گیا یہ واقعہ عاشورہ کے دن پیش آیا، اس کے بارے میں مستند روایت ہے۔ (خطبات رحیمی جلد دہم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو دعائیں

حضرت ابو علی دقّاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنی ہر چھوٹی بڑی حاجت وضرورت کو صرف اللہ کے سامنے پیش کرنا معرفت کی نشانیوں میں سے ہے۔ حضرت دقاق رحمہ اللہ نے اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک بہت بڑی چیز کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، وہ یہ کہ انھوں نے اللہ سے عرض کیا: رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ۔ (الاعراف: ۱۴۳)

اے اللہ! مجھے اپنا دیدار کرادیجئے کہ میں آپ کو دیکھوں۔

یہ بہت بڑا اور عظیم سوال تھا کہ اللہ کا دیدار ہوجائے؛ اس لیے کہ اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوجائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جنت میں جب جنتیوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدا ہوگا؛ تو جنتیوں کو جنت کی ساری چیزیں اس کے سامنے حقیر نظر آئیں گی اور اللہ کے دیدار کی لذت ساری لذتوں پر بھاری ہوگی۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک طرف اللہ سے اتنی بڑی چیز کا سوال کیا اور دوسری طرف ایک اور موقعے پر دنیوی معمولی حقیر چیزوں کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع کیا اور اپنی محتاجی ظاہر فرمائی، چناں چہ عرض کیا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۔ (القصص: ۲۴)

اے میرے رب! میں ان چیزوں کا محتاج ہوں، جو آپ میری طرف (کھانا وغیرہ) نازل فرمائیں۔

معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی یا بڑی حاجت، اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے اور ہر حال میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ در تو صرف اسی کا ہے، اس کے در کے سوا کسی کا کوئی در نہیں، جہاں ہماری حاجات پوری ہوتی ہوں، اسی کا ہم کو مکلف بنایا گیا ہے۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/95)

کونسی ادا پر اللہ کی عنایت ہوتی ہے

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ مولانا رومی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ پر اللہ کی وحی آئی کہ اے موسی! ہم نے تم کو اپنا مقرب بنالیا ہے اور تم کو اپنے لیے چن لیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! وہ کیا خصلت ہے جس کی بنا پر آپ اپنے بندوں کو اپنا برگزیدہ ومقرب بنالیتے ہیں؟

اللہ تعالےٰ کی جانب سے اس کا جواب ارشاد ہوا: گفت چو طفلے بہ پیشِ والدہ وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ۔

یعنی مجھے اپنے بندے کی یہ بات اور ادا بہت پسند ہے کہ وہ مجھ سے وہ معاملہ کرے جو ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کے ساتھ اس وقت کرتا ہے جب اس کی ماں اس پر غصہ ہوتی ہے۔

اس وقت بچہ اپنی ماں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟ اس کو سنئے: مادرش گر سیلئے بروے زند ہم بمادر درآید و بروے تند۔

فرمایا کہ جب ماں بچہ کو طمانچہ مارتی ہے تو وہ ماں ہی کی طرف دوڑتا ہے اور اسی سے لپٹ کر چلاتا ہے۔ از کسے یاری نخواہد غیرِ او او وست جملہ شرّ او و خیرِ او۔

یعنی یہ بچہ اپنی ماں کے سوا کسی سے مدد بھی نہیں چاہتا اور اپنی ماں ہی کو تمام خیر وشر کا سر چشمہ خیال کرتا ہے، اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ ہے وہ ادا جس کی وجہ سے میں بندے پر عنایت کرتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کو بندے کی یہ ادا پسند ہے کہ وہ صرف اسی کو پکارے اور ہر وقت اسی سے لو لگائے۔ (جواہر شریعت مجموعہ رسائل جلد نمبر 2)

گورنر کے بجائے اللہ سے غلہ طلب کرنا چاہئے

اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب واقعہ بھی سن لیجئے، آپ کے دورِ خلافت میں سنہ اٹھارہ ہجری میں پورے جزیرۂ عرب میں بڑا سخت قحط پڑا، جس کی وجہ سے لوگ مرنے لگے، حتیٰ کہ جانوروں کے جسم میں خون تک خشک ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ مصر میں اناج و غلہ کی پیداوار خوب ہو رہی ہے، آپ نے وہاں کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ یہاں حجاز میں غلہ کی کمی ہے اور مصر میں اس کی فراوانی ہے اس لیے تم یہاں والوں کے لیے غلہ روانہ کرو، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ''آپ مطمئن رہیں، میں اونٹوں پر لدوا کر اتنا غلہ بھجواؤں گا کہ اگر پہلا اونٹ مدینہ میں ہوگا تو آخری اونٹ مصر میں ہوگا۔''

غرض یہ کہ غلہ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تقسیم کر دینے کا حکم فرمایا اور لوگ آ کر غلہ لے جا رہے تھے، ایک صحابی حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جو جنگل میں رہتے تھے، انہوں نے جب غلہ کے بارے میں سنا تو چاہا کہ وہ بھی آ کر غلہ لے جائیں، ان کے پاس ایک بکری تھی، اس کو ذبح کیا کہ کچھ کھا پی کر چلیں؛ مگر اس بکری میں خون کا ایک قطرہ تک نہ نکلا، یہ دیکھ کر وہ صحابی رو پڑے اور اسی حالت میں ان کو نیند آ گئی اور سو گئے، خواب میں دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں اور فرماتے ہیں:

ابشر بالحیاۃ، ائت عمر، فاقرئہ منی السلام و قل لہ انی عھدتک و انت وفی العھد شدید العقد، فالکیس الکیس یا عمر۔

حیات کی خوش خبری سنو، اور عمر کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور ان سے کہو کہ میں نے تم سے ایک عہد لیا تھا، اور تم وعدہ کے پورا کرنے میں سخت اور پکے ہو، پس عقل سے کام لو، عقل سے کام لو۔

حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوئے اور ان کے خادم سے فرمایا کہ حضرت عمر سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے لیے اجازت لو، حضرت عمر یہ سن کر خود باہر تشریف لائے، انہوں نے ساری بات آپ کو بتائی، حضرت عمر گھبرا گئے، اور باہر نکل کر لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میرے طرز عمل میں آپ حضرات کوئی بات بُری اور مکروہ دیکھتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صورتِ حال بیان کی تو بعض صحابہ نے کہا کہ آپ کی غلطی یہ ہے کہ آپ نے قحط سالی کے اس موقعہ پر اللہ سے مانگنے کے بہ جائے، اپنے گورنر سے غلہ طلب کیا، اور اللہ سے استسقا (پانی طلب) نہیں کیا، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئی، اور اس پر آپ کو تنبیہ کی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں،

یہی بات ہے، پھر آپ نے نمازِ استسقا پڑھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا فرمائی، اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ بادل منڈلا رہا ہے، پھر بارش ہونے لگی۔ (الکامل لابن الاثیر: ۲/ ۳۸۳، تاریخ الطبری: ۴/ ۲۶۳، البدایۃ والنہایۃ: ۷/ ۷۴)

ایک گناہگار کے جنازے میں شرکت پر سارے گناہگاروں کی مغفرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک گنہ گار شخص تھا، جس سے لوگوں نے بیزار ہو کر، اس کو اپنے شہر سے نکال دیا، وہ ایک ویرانے میں رہنے لگا تھا اور جب اس کی موت کا وقت ہوا اور وہ انتقال کر گیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ہمارے ایک ولی کی فلاں جگہ وفات ہوگئی ہے، آپ اس کو غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھیں اور لوگوں کو بتادیں کہ جس کے گناہ زیادہ ہوں، وہ لوگ اگر اس کے جنازے میں شریک ہوں، تو میں ان کی بھی مغفرت کر دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں اعلان کر دیا اور کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے، اور جب لوگوں نے اس کی لاش کو دیکھا، تو اس کو پہچان لیا اور کہا کہ حضرت! یہ تو بڑا گناہ گار شخص تھا اور ہم نے تنگ آ کر اس کو گاؤں سے نکال دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا اور اللہ سے سوال کیا کہ اے اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ تو اللہ کی وحی آئی کہ اے موسیٰ! یہ بات تو سچ ہے کہ یہ گنہ گار تھا؛ مگر جب اس کی موت کا وقت آیا، تو اس نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی رشتہ دار یا دوست نظر نہیں آیا اور خود کو تنہا و اکیلا محسوس کیا اور آسمان کی جانب نظر اٹھایا اور کہنے لگا:

یا إلھي! عبدٌ من عِبادِکَ، غَریبٌ في بِلادِکَ لو علمتُ أنّ عذابي یزید في مُلکِکَ، و عَفوَکَ عَنّي یَنقُصُ من مُلکِکَ، لَمَا سَألتُکَ المَغفِرَۃَ، و لیسَ لي مَلجَأٌ، و لا رجاءٌ إلّا أنتَ، و قد سمعتُ فِیمَا أَنزَلتَ أنّکَ قُلتَ: إِنّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیمُ، فَلَاتُخَیِّبْ رَجَائِيْ''۔

اے میرے پروردگار! میں تیرے بندوں میں سے ایک بندہ اور تیری بستیوں سے نکالا ہوا غریب الوطن ہوں، اگر میں یہ جانتا کہ مجھے عذاب دینے سے آپ کی حکومت میں کوئی زیادتی ہوتی ہے یا مجھے معاف کردینے سے آپ کی حکومت میں کمی ہوتی ہے، تو میں آپ سے مغفرت کا سوال نہ کرتا، میری پناہ اور امید کا مرکز سوائے آپ کی ذات کے کوئی نہیں، میں نے یہ سنا ہے کہ آپ نے اپنے کلام میں یہ نازل کیا ہے کہ ''میں ہی غفور الرحیم ہوں'' پس میری امید میں مجھے ناکام نہ فرما۔

اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے موسی! کیا میرے لیے یہ اچھی بات تھی کہ میں اس غریب الوطن کو رد کردیتا؟ جب کہ وہ میرے سے وسیلہ پکڑ رہا ہے اور میرے سامنے گڑگڑا رہا ہے؟۔(التوابین:۸۲)

افلاطون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاجواب کردیا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ افلاطون جو بہت بڑا حکیم اور اپنے زمانے کے بڑے عقلمند لوگوں میں شمار ہوتا ہے اور وقت کا بہت بڑا فلسفی تھا اور اس کی تحقیقات دنیا میں آج بھی معتبر و مستند مانی جاتی ہیں۔کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا، اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جنگل میں ایک معمولی جھونپڑے میں رہتا تھا، لوگوں سے میل ملاپ نہیں رکھتا تھا، اگر کسی کو اس سے ملنا ہوتا، تو پہلے سے اجازت لینی پڑتی تھی، وہ اللہ کو تو مانتا تھا مگر رسولوں کو نہیں مانتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک دفعہ اس کی ملاقات بھی ہوئی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں اللہ کا نبی ہوں میرے اوپر ایمان لاؤ۔تو اس نے کہا کہ میرا ایک سوال ہے، وہ یہ کہ فرض کیجیے کہ اللہ تعالیٰ تیر پھینک رہا ہے اور بندوں کی جانب پھینک رہا ہے اور بندے اس کا نشانہ ہیں اور اللہ کے تیر یہ مصیبتیں اور پریشانیاں، بیماریاں و حادثات ہیں، اگر بندے اللہ تعالیٰ کے ان تیروں سے بچنا چاہیں تو کیا طریقہ ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

اس کے سوال پر فی البدیہ جواب دیا کہ تیر پھینکنے والے کی بغل میں بیٹھ جاؤ، اس لیے کہ تیر پھینکنے والا تو سامنے تیر پھینکے گا، اپنی بغل میں نہیں پھینکے گا۔ مطلب یہ تھا کہ اللہ کے قریب ہوجاؤ، جو اللہ کے قریب ہوجائے گا اُسے تیر کیسے لگے گا؟ اور جو دور رہے گا ظاہر ہے کہ اسے تیر لگے گا۔ جب یہ جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ ایسا فی البدیہ جواب تو شاید دنیا میں کوئی دے نہ سکے اور کہا کہ واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں، میں مانتا ہوں؛ لیکن آپ جاہلوں کے لیے ہیں، آپ کی مجھے ضرورت نہیں؛ کیوں کہ میں تو بڑا عقلمند اور فلسفی ہوں۔ (فیضان معرفت جلد دوم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے عبرت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیائے کرام f آئے ہیں۔ کسی بھی نبی نے یہ خواہش ظاہر نہیں کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اے اللہ! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ قرآن پاک میں یہ دعا ہے:

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (الاعراف:143)

ترجمہ: ’’میرے پروردگار! مجھے دیدار کرا دیجیے کہ میں آپ کو دیکھ لوں‘‘۔

اس کی وجہ مفسرین نے یہ لکھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ ربّ العزّت سے ہم کلامی کیا کرتے تھے۔ وہ کلیم اللہ تھے۔ اُصول یہ ہے کہ جس سے بات کی جاتی ہے تو اگلہ مرحلہ پھر دیکھنے کا ہی آتا ہے، ملاقات کا ہی آتا ہے۔

اس لیے بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جی! میں کون سا ملتا ہوں۔ بات ہی تو کرتا ہوں۔ میسیج ہی تو کرتا ہوں۔ اپنے آپ کو پہلے اسٹیپ پہ نہ روکا تو پھر اس کے بعد صرف بات نہیں رہ جائے گی۔ شیطان بڑا ظالم ہے۔ (گلدستہ سنت جلد نمبر 5)

کراماً کاتبین کی ڈیوٹی

ہم اپنی زبان کے معاملہ میں آج ہی سے فکر مند ہوں۔ جو کچھ ہماری زبان سے نکلتا ہے وہ کراماً کاتبین فرشتے لکھتے ہیں۔ انہیں کام ہی یہ دیا گیا ہے کہ انسان جو کچھ عمل کرے زبان سے، اعضا جوارح سے، اسے نوٹ کرتے رہیں۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق:18,17)

ترجمہ: ''اس وقت بھی جب (اعمال کو) لکھنے والے دو فرشتے لکھ رہے ہوتے ہیں، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے۔ انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار''۔ اور قیامت کے دن یہ اعمال نامہ اللہ ربّ العزّت کے ہاں کھلے گا۔ ہم گھنٹوں باتیں کرتے رہیں، لیکن یہ فرشتے لکھتے رہتے ہیں۔ ہر ہر حرف لکھا جاتا ہے اور پھر قیامت کے دن اس کی پوچھ ہوگی۔ سوچیں تو سہی! کیسے جواب دیں گے کہ ہم فلاں سے بات کرتے تھے، فلاں سے بات کرتے تھے۔ اللہ ربّ العزّت جب پوچھیں گے، سوچیں! کیسے جواب دیں گے۔ یا تو پھر اس کا کوئی ایسا جواب تیار کریں، یا پھر آسان سا طریقہ ہے کہ جواب تو ہے کوئی نہیں، توبہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں اور اس چیز سے رک جائیں۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں جادوگروں کا بڑا زور تھا، حق تعالیٰ نے فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ایک ایسا عصا عطا فرمایا جو اژدہا بن کر جادوگروں کی ان تمام

رسیوں اور لاٹھیوں کو کھا گیا جو نظر بندی سے سانپ اور بچھو معلوم ہو رہی تھیں۔

جادوگروں نے غور کیا کہ جادو میں یہ اثر باعتبارِ فنِ سحر کے ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ جادو تو درحقیقت نظر بندی ہے، جادو میں اتنا دم کہاں کہ وہ شے کی حقیقت کو بدل دے؟ اور یہ عصا جب اژدھا بنا تو درحقیقت یہ اژدھا ہو گیا اور اس نے ہماری تمام ان رسیوں اور لاٹھیوں کو جن کو ہم نے نظر بندی سے سانپ اور بچھو کی شکل میں کر دکھایا تھا، نگل لیا۔ پس یقیناً یہ شان معجزے ہی کی ہے، جو رسولوں کو دیا جاتا ہے۔

پس جادوگروں نے جب اپنی عاجزی کو کھلی آنکھوں مشاہدہ کرلیا اور جادو اور معجزے کا فرق خوب سمجھ میں آ گیا تو سجدے میں گر گئے، کیوں کہ ان کو یقین آ گیا کہ یہ یقیناً جادو نہیں ہے۔ اور مقابلہ جادو کا ممکن ہے نہ کہ معجزے کا، پس سارے کے سارے جادوگر بول اٹھے کہ ہم سب کے سب ایمان لائے: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

’’ہم ایمان لائے ربّ العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔‘‘

موسیٰ اور ہارون کا رب اس لیے کہا کہ فرعون مردود کہیں اپنے متعلق نہ سمجھ جائے کہ یہ لوگ میرے اوپر ایمان لائے ہیں، کیوں کہ فرعون بھی اپنے کو ربِّ اعلیٰ کہتا تھا۔ فرعون بڑا غضب ناک ہوا اور جادوگروں کو ڈانٹا کہ تم لوگ بدون ہماری اجازت کے موسیٰ (علیہ السّلام) پر ایمان لے آئے، معلوم ہوتا ہے کہ تم سبھوں کے موسیٰ (علیہ السّلام استاد تھے۔ اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ ابھی میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ جادوگروں نے جواب دیا: کچھ حرج نہیں:

لَا ضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾

کچھ حرج نہیں، ہم اپنے مالک کے پاس پہنچ جائیں گے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کردے گا، اس وجہ سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

اسی کو حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را

در شکست آں موسیٰ با یک عصا

صد ہزار فرعونی نیزوں کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ایک عصا نے توڑ کر رکھ دیا۔ (معرفت الٰہیہ ص/225)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تجلّیِ طور

جب کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر تجلیِ طور کے بعد ایسی قوی تجلی رہتی تھی کہ بدون نقاب کے آپ کے چہرہ کو جو دیکھتا اس کی آنکھ کی روشنی ختم ہو جاتی، انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ ایسا نقاب عطا فرمائیں جو اس قوی نور کا ساتر بن جائے اور آپ کی مخلوق کی آنکھوں کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے کمبل کا نقاب بنالو جو کوہ طور پر آپ کے جسم پر تھا، کیوں کہ اس نے طور کی تجلی کا تحمل کیا ہوا ہے اس کمبل کے ٹکڑے نے وہ کام کیا جو آہنی دیواریں بھی نہ کرسکتی تھیں۔ اب حضرت صفورہ علیہا السلام جو آپ کی اہلیہ محترمہ تھیں اور آپ کے حسن کی عاشقہ تھیں، اس نقاب سے بے چین ہوگئیں، تو آپ نے اسی شوق اور بے تابی سے ایک آنکھ سے موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کو دیکھا تو وہ آنکھ چلی گئی اس کے بعد بھی ان کو صبر نہ آیا تو دوسری آنکھ بھی کھول دی تو وہ بھی بے نور ہوگئی۔ اس وقت ایک عورت نے حضرت صفورہ سے پوچھا کہ کیا تمہیں اپنی آنکھوں کے بے نور ہونے پر حسرت اور غم ہے ؎

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار

دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار

فرمایا کہ مجھے تو حسرت ہے کہ ایسی سو ہزار آنکھیں اور بھی عطا ہو جائیں، تو میں ان سب کو محبوب پر قربان کر دیتی۔

حق تعالیٰ کو حضرت صفورہ کا یہ کلام بہت پسند آیا اور خزانۂ غیب سے دونوں آنکھوں کو ایسا نور عطا کر دیا، جس سے وہ ہمیشہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کرتی تھیں اور ان میں ایسا تحمل پیدا کر دیا کہ پھر کبھی نورِ خاص سے ضایع نہ ہوئیں۔ (سفرنامہ حرمین شریفین، ص/145)

حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان

حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل کی بہت ترقی ہوئی۔ مگر ان کی وفات کے بعد آہستہ آہستہ ان میں اختلافات پیدا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صحیح راستے کو بھولتے گئے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اور کتنے ہی نبی بھیجے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل کی ہوئی کتاب تورات کی تعلیم دیتے رہے اور بنی اسرائیل کو پھر سیدھے راستے پر لگاتے رہے۔

حضرت ایوبؑ بھی انھیں پیغمبروں میں سے ہیں جو بنی اسرائیل کو تورات کی تعلیم دینے کے لیے تشریف لائے تھے۔ حضرت ایوبؑ اللہ تعالیٰ کے بڑے صابر پیغمبر گزرے ہیں، آپ کا ذکر بھی کئی جگہ قرآن مجید میں ملتا ہے۔ آپ بڑے ہی مال دار اور خوش حال تھے اور آپ کی بہت سی اولادیں تھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی اِن نعمتوں پر ہر وقت شکر ادا کرتے تھے اور ہر طرف خوشی ہی خوشی تھی، رنج وغم، فکر اور اندیشہ کا کہیں دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔

آخر آپ کی آزمائش کا وقت آ گیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کے سچے بندوں کی نشانی رہتی دنیا تک قائم رہے اور صبر وشکر کی مثالیں ہمیشہ زندہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک کر کے اپنی نعمتیں واپس لینا شروع کر دیں، مال، دولت، باغات، سبزہ زار کھیت، مکانات، جانور، اولاد سب کے سب رخصت

ہو گئے اور آخر میں صحت نے بھی جواب دے دیا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے، سارا بدن پھٹ گیا، مگر آپ ان سب مصیبتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہی ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی یاد میں لگے رہتے۔ شکوہ شکایت تک نہ کرتے، ناشکری کا ذکر ہی نہیں کیا۔

حضرت یونس علیہ السلام

قرآن پاک میں آپ کا ذکر بار بار آیا ہے۔ سورۂ انعام، سورۂ یونس، سورۂ صافات اور سورۂ انبیاء میں آپ کا ذکرِ مبارک ملتا ہے۔

ملک عراق کے شہر نینوا میں پیدا ہوئے تھے، جس شہر کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، اس کی آبادی ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھی، آپ بھی لوگوں کو بت پرستی سے منع کرتے اور اچھائیوں کی ہدایت کرتے، اس بات سے آپ کی قوم آپ کی دشمن ہوگئی۔ آخر قوم کی بار بار مخالفت سے تنگ آ کر آپ نے فرمایا کہ اب اللہ کا عذاب تم پر آ کر رہے گا اور یہ کہہ کر بستی سے باہر نکل گئے اور اللہ کے عذاب کا انتظار کرنے لگے، ان کے جانے کے بعد بستی والوں نے مشورہ کیا کہ حضرت یونسؑ عذاب کی پیشین گوئی کر کے گئے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، اس لیے اس معاملے میں غور کیا جائے، ان کے مشورہ میں یہ طے ہوا کہ اگر جمعرات کو حضرت یونسؑ بستی سے باہر چلے گئے تو سمجھو کہ صبح ہم پر یقیناً عذاب آئے گا۔ چناں چہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت یونسؑ رات کو بستی سے باہر نکل گئے اور صبح کے وقت عذاب کے آثار ظاہر ہونے لگے تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم ہلاک ہونے والے ہیں یہ دیکھ کر حضرت یونسؑ کو تلاش کیا کہ ان کے ہاتھ پر ایمان لے آئیں۔ مگر جب ان کو نہ پایا تو خود ہی اخلاص نیت کے ساتھ توبہ واستغفار میں لگ گئے، بستی سے باہر ایک میدان میں نکل آئے، عورتیں، بچے اور جانور سب اس میدان میں جمع کر دیے گئے اور ٹاٹ کے

کپڑے پہن کر عجز وزاری کے ساتھ عذاب سے پناہ مانگنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ پورا میدان آہ وبکا سے گونجنے لگا، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اوران سے عذاب ہٹا دیا۔

ادھر حضرت یونسؑ بستی سے باہر اس انتظار میں تھے کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا، مگر عذاب نازل نہ ہوا، قوم کے توبہ واستغفار کا ان کو علم نہ تھا، اس لیے ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب اگر میں بستی میں گیا تو مجھے جھوٹا قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا، کیوں کہ ان بستی والوں کا قانون یہی تھا کہ جھوٹے آدمی کو قتل کر دیتے تھے۔ اس بنا پر حضرت یونسؑ نے یہاں سے ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا اور شہر سے باہر نکل کھڑے ہوئے، اور چلتے چلتے یہاں تک کہ بحر روم کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ایک کشتی جانے کے لیے تیار تھی، اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو رک گئی۔ ملاح نے کہا: اس کشتی میں کوئی غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے، جب تک وہ نہیں اُترے گا کشتی نہیں چلے گی۔ حضرت یونسؑ بول اٹھے کہ وہ بھاگا ہوا غلام میں ہوں، مجھے سمندر میں ڈال دو، اور یہ اس وجہ سے کہا کہ حضرت یونسؑ نے ہجرت کرنے میں اللہ کے حکم کا انتظار نہیں کیا تھا، خود ہی ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا تھا، یہ کام اگرچہ فی نفسہ جائز تھا، مگر انبیاء کی شایانِ شان نہ تھا، کشتی والے چونکہ آپ کو جانتے تھے، اس لیے آپ کو پانی میں ڈالنے پر تیار نہ ہوئے اور قرعہ ڈالنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ کئی مرتبہ قرعہ ڈالا گیا، ہر مرتبہ آپ ہی کا نام نکلا۔ لوگوں نے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک مچھلی دیر سے منہ کھولے کھڑی تھی، اس نے اللہ کے حکم سے آپ کو نگل لیا۔ لیکن حضرت یونسؑ برابر اللہ کی پاکی اور بزرگی بیان کرتے رہے۔ اگر آپ اللہ کی پاکی اور بزرگی بیان کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ مگر اللہ تعالیٰ بے حد مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔ وہ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتے ہیں اور ہر پناہ چاہنے والے کو پناہ بخشتے ہیں۔ حضرت یونسؑ اللہ کی مرضی معلوم کیے بغیر بستی چھوڑ آنے پر شرمندہ تھے۔ چنانچہ پانی اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے میں ہی پکار اُٹھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک میں قصوروار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور غم سے نجات دے دی، مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور اس پر ایک بیل دار درخت اُگا دیا۔

حضرت یونسؑ کے اپنی قوم سے روانہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک بڑا سخت عذاب بھیجا، لیکن جب قوم نے دیکھا کہ عذاب آرہا ہے تو وہ سب میدان میں آکر اللہ سے استغفار اور توبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب دور کردیا۔

جب حضرت یونسؑ تندرست ہوکر دوبارہ قوم کے پاس آئے تو وہ ان کے انتظار میں تھے۔ چوں کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے عذاب کے آثار دیکھ لیے تھے، اس لیے سب کے سب ایمان لے آئے اور صدیوں تک خوب امن وچین سے رہے۔ اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ جو لوگ ایمان لائیں گے ان کو میں خوب رزق دوں گا اور برکتیں عطا کروں گا۔ چناں چہ یونسؑ کی قوم سے وہ تمام عذاب اور تکالیف دور ہوگئیں، جو حضرت یونسؑ کی بددعا اور ناراضگی کی وجہ سے ان پر مسلط ہوگئی تھیں۔

حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی یعنی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

یہ بڑی کارآمد ہے، اب بھی جب کوئی مصیبت یا آفت نازل ہوتی ہے تو اس کو پڑھا جاتا ہے، اللہ پاک اس کی برکت سے آفات کو دور کردیتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤدؑ بھی بنی اسرائیل کے بڑے نبی گزرے ہیں۔ آپ کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے۔ سورۂ ص میں خصوصیت سے نہایت تفصیل سے ملتا ہے، یہ سورت پارہ نمبر ۲۳ میں ہے۔ آپ پر آسمانی کتاب ''زبور'' نازل ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰؑ کے انتقال کے کافی عرصہ بعد بنی اسرائیل کے سرداروں نے اس وقت کے نبی سے کہا کہ ہم کو ایک بادشاہ کی ضرورت ہے جس کی سرداری میں ہم اللہ کے دشمنوں سے جنگ کریں، اللہ کے نبی ان کی حالت کو خوب جانتے تھے، اس لیے پہلے تو انھوں نے انکار کر دیا کہ یہ لوگ بزدل ہیں، جنگ وغیرہ کچھ نہیں کریں گے۔ مگر جب قوم اور سرداروں کا اصرار بڑھا اور وہ نہیں مانے تو اللہ کے نبی نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ طالوت ایک غریب آدمی تھے۔ سردار اور امیر لوگ طالوت کا نام سنتے ہی ناراض ہو گئے کہ سرداری اور بادشاہت تو ہمارا حق تھا، یہ غریب آدمی کو کیسے مل گئی۔

حضرت طالوت بڑے عالم، جنگ کے ماہر، بڑے بہادر اور طاقتور آدمی تھے، اس لیے اللہ نے ان کو بادشاہ مقرر کیا تھا۔ اللہ کے نزدیک تو امیر و غریب سب برابر ہیں، اس کے نزدیک وہی اچھا ہے جو نیک ہو۔

لوگوں کی تسلی کے لیے اس وقت کے نبی نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت طالوت کو بادشاہ بنانے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جس صندوق میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی یادگار ہے اسے فرشتے اُٹھا کر تمہارے پاس لے آئیں گے۔ چناں چہ فرشتے وہ صندوق ان کی قوم کے پاس لے آئے۔ آخر انھوں نے حضرت طالوت کو اپنا بادشاہ مان لیا۔

آخر جب حضرت طالوت اپنی فوج لے کر روانہ ہونے لگے، تو انھوں نے اپنی قوم کی ایک آزمایش کی کہ اگر کوئی مصیبت آئی تو یہ لوگ اس کا مقابلہ کریں گے یا بھاگ جائیں گے؟ انھوں نے کہا کہ آگے چل کر پانی کی ایک نہر آئے گی، جس نے اس کا پانی پی لیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ میرا آدمی وہ ہے جو اس میں سے نہ پیئے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ ایک چلو پینے کی اجازت ہے۔ مگر یہ جب نہر پر پہنچے تو تین سو تیرہ لوگوں کے علاوہ باقی سب نے بہت زیادہ پانی پی

لیا۔ جب پوری قوم نہر کے پار اُتر گئی تو ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ پانی پیا تھا کہنے لگے کہ ہم اپنے دشمن جالوت سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر ان میں وہ لوگ جو ایمان دار تھے یعنی وہ تین سو تیرہ جنہوں نے صرف ایک چلو پانی پیا تھا پکار اُٹھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ اللہ ہمیشہ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ ہم اللہ کے بھروسے پر جالوت سے لڑیں گے۔

جب یہ لوگ جالوت کے لشکر کے سامنے آئے تو دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے صبر عطا کر کہ مر مٹیں، مگر دشمن سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹیں۔ ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور ہمیں فتح دے، پھر اللہ کے حکم سے انھوں نے دشمن کو شکست دی اور حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔

حضرت طالوت کے بعد حضرت داؤد کو اللہ نے حکومت عطا کی اور حکومت بھی ایسی عطا کی کہ انسانوں کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو بھی ان کا فرماں بردار کر دیا۔ ان کو دانائی اور مقدموں کے فیصلے کرنے کی خوب لیاقت بخشی، وہ ہر وقت اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ کسب معاش کے لیے جب زرہیں بنائیں تو پوری پوری بنائیں، کڑیوں کے جوڑنے میں مناسب اندازے کا خیال رکھیں اور اپنی زندگی نیک کاموں میں خرچ کریں۔

ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا، اس طرح کہ دو آدمی دیوار پھاند کر ان کے مکان میں گھس آئے جس میں وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ نے انھیں دیکھا تو گھبرا گئے۔ انھوں نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم اپنا جھگڑا لے کر آئے ہیں۔ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہے، اب یہ ایک دنبی کو بھی مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ آپ انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اس نے یہ اکیلی دنبی مانگ کر ظلم و زیادتی کی ہے، اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔ البتہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ اس طرح کی زیادتی کرنے سے بچ جاتے ہیں، مگر ایسے

شریک بہت کم ہوتے ہیں۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو آپ کو خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ میرا امتحان لیا ہے۔ انھوں نے توبہ کی، سجدے میں گر پڑے اور اللہ کی طرف توجہ کی، اللہ نے فرمایا کہ اے داوٗد! ہم نے تمھیں اس زمین کا خلیفہ بنایا ہے۔ لوگوں میں انصاف کرنا اور اپنی خواہش پر نہ چلنا، ورنہ اللہ کی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔

حضرت داوٗدؑ کے قصے میں ہم کو یہ سبق ملتے ہیں: مسلمانوں کے بادشاہ کے لیے مال دار ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کو عالم، طاقتور، بہادر اور لڑائی کے طریقے جاننے والا ہونا چاہیے، جیسے حضرت طالوت غریب آدمی تھی، مگر یہ سب خوبیاں ان میں موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنایا۔

دشمن سے لڑائی جیتنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تعداد زیادہ ہو، بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہو کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ ہم موت سے نہ ڈریں اور اپنے امیر کی اطاعت کریں۔

ہمارے پاس کتنی ہی دولت آ جائے، یہاں تک کہ چرند، پرند، پہاڑ، لوہا سب ہمارے تابع ہو جائیں۔ مگر ہمیں اللہ کو نہیں بھولنا چاہیے۔ دل کی خواہش پر نہ چلنا چاہیے۔ سب کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے۔

حضرت لقمان کا نام آپ نے سنا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی حکمت و دانائی عطا کی تھی کہ ان کا نام آج تک زندہ ہے۔ اور قرآن پاک میں بھی ایک سورت لقمان کے نام سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

اور ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی تھی، (اور ان سے کہا تھا) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو، اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ خود اپنے فائدے کے لیے شکر کرتا ہے، اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ بڑا بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابل تعریف ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں کیں، جن کا اس سورت میں ذکر ہے، وہ نصیحتیں یہ ہیں:

۱۔اے بیٹے !اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ بنانا کہ یہ بڑی ناانصافی ہے۔

۲۔ ماں باپ کا کہنا ماننا کہ تیری ماں نے تجھ کو پیٹ میں رکھا اوراس کے لیے کتنی تکلیفیں اٹھائیں، پھر دو برس تک دودھ پلایا۔ ہاں اگر تمہارے ماں باپ یہ کہیں کہ اللہ کا کسی کو شریک بناؤ تو پھران کا کہنا نہ ماننا،لیکن ان کی خدمت پھر بھی کرتے رہنا۔

۳۔اے میرے بیٹے !اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہواور وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمان یا زمین میں کہیں بھی ہوگی اللہ اس کو قیامت کے روز ضرور حاضر کردے گا۔

۴۔اے میرے بیٹے ! نماز پڑھا کراور بھلی بات سکھا اور برائی سے منع کر، اور جو تجھ پر مصیبت پڑے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

۵۔اور لوگوں کے سامنے (غرور سے) اپنے گال مت پھلاؤ اور زمین پر اتراتے ہوئے مت چلو، یقین جانو، اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

۶۔اوراپنی چال میں اعتدال اختیار کرواوراپنی آواز آہستہ رکھو، بے شک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کیں وہ ہم سب کے لیے بھی ہیں، لہٰذا ہم اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم یقین کرلیں کہ ہر کام کے کرنے والے اللہ ہی ہیں۔اور ہم ہمیشہ ماں باپ کا کہنا مانیں۔

ہمیں ہر وقت یہ بات یاد رہے کہ اگر ہم ذرہ برابر بھی نیکی یا برائی کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز حاضر کردے گا، اس لیے ہم کو نیکیاں زیادہ سے زیادہ کرنی چاہییں اور برائیوں سے بچنا چاہیے،تاکہ قیامت کے روز ہماری نیکیوں کا پلّہ بھاری رہے۔

نماز پڑھا کریں اور لوگوں کو نیک بات سکھایا کریں اور بری بات سے منع کیا کریں۔اور

نیک بات سمجھانے اور بری بات سے روکنے میں ہم کو جو کچھ تکلیف برداشت کرنی پڑے اس پر صبر کریں کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

غرور نہ کیا کریں کہ یہ اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ اونچی آواز سے نہ بولا کریں کہ گدھے کی آواز کے مشابہ ہے۔ ان سب باتوں کو اپنے دل میں بٹھالو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا قصہ

جب قومِ لوط پر عذاب نازل ہوا جن کی چھ بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک لاکھ کی آبادی تھی۔ چھ لاکھ کی بستیوں کو جبرئیل علیہ السلام نے ایک بازو سے اُٹھالیا۔ اُن کے چھ سو بازو ہیں، لیکن یہاں انہوں نے ایک بازو استعمال کیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ چھ لاکھ کی بستی کو ایک بازو سے اُٹھا کر آسمان کے اتنا قریب لے گئے کہ آسمان کے فرشتوں نے اس بستی کے مرغوں اور گدھوں کی آوازیں سنیں، **وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا**، پھر بستیوں کو اتنی بلندی پر لے جا کر واپس زمین پر پلٹ دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے پتھروں کو ان پر برسایا اور ہر پتھر پر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا جو اسی کو جا کر لگتا تھا، ان پتھروں کو حکم تھا کہ تم ان کو مار مار کر بھوسا کردو، وہ بندوق کی گولی سے بھی زیادہ زور سے لگتے تھے، یہاں تک کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا کیوں کہ ان کا نبی انہیں منع کرتا تھا کہ مردوں کے ساتھ بدفعلی حرام ہے۔ اس پر وہ کہتے تھے کہ آپ بہت پاک بنتے ہیں۔ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب دینے کے لیے بھیجا تھا وہ حسین لڑکوں کی شکل میں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر آتے ہیں تو گناہ کے اسباب کو قریب کرتے ہیں تاکہ مجرم شرابِ قہر پی کر بدمست ہوجائیں، پھر ان پر عذاب نازل ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بدشکل میں بھی بھیج سکتے تھے۔ اب ان ظالموں نے کہا کہ اے نبی! اپنے مہمانوں کو ہمارے حوالے کردو، یہ بہت حسین ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رُسوا مت کرو، یہ میرے مہمان ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ

ڈرتے کیوں ہیں؟ ہم ان کو بھوسا بنانے کے لیے آئے ہیں، ہم ان کی ساری بدمستی نکال دیں گے، آپ بالکل بےفکر رہیں، ان پر جو بدمستی چڑھی ہوئی ہے ہم ان پر وہ عذاب نازل کریں گے کہ ان کے جسم کے پُرزے پُرزے ہوجائیں گے لیکن آپ اس سزا کو نہ دیکھ سکیں گے، آپ پہلے ہی یہاں سے نکل جائیں۔

چنانچہ اللہ کے عذاب کو مت دیکھو کیوں کہ اگر آپ لوگ عذاب دیکھیں گے تو سب کے ہارٹ فیل ہوجائیں گے، اس لیے عذاب والی بستی کو بھی نہیں دیکھنا چاہیے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان بستیوں پر سے گزرتے تھے جن پر عذاب نازل ہوا تھا تو چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو اس جگہ کو دیکھو بھی نہیں۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک ایسی ہی بستی سے پانی لاکر آٹا گوندھ لیا تو آپ نے فرمایا کہ اس آٹے کو پھینک دو، اس سے روٹی بھی مت پکاؤ، اس پانی میں بھی اللہ کے عذاب کا اثر ہے اور فرمایا کہ سواری کو تیز کردو اور استغفار کرتے ہوئے، روتے ہوئے یہاں سے گزر جاؤ۔

تو قومِ لوط کا یہ انجام ہوا کہ ان پر ایسا عذاب نازل ہوا کہ وہاں نہایت کڑوے نمکین پانی کا سمندر آگیا جہاں ایک پودا بھی نہیں اُگ سکتا اور وہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہوگئے، ان پر ذلت کی مار قیامت تک کے لیے تاریخ بن گئی، آج تک اُن کی رُسوائی کا ذکر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اس قسم کے گناہ نہیں چھوڑے ان سے کہتا ہوں کہ وہ جلدی توبہ کرلیں ورنہ اللہ تعالیٰ کہیں ان کی تاریخ بھی سیاہ نہ بنادیں۔ (دار فانی میں آخرت کی تیاری، ص/ 11)

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام بھی نبی ہیں، ان کی بیوی نے کفر کیا ایمان نہ لائی، قوم طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا نصیحت کی اور اللہ کے عذاب سے

ڈرایا مگر قوم باز نہیں آئی اور اپنی پرانی روش پر برقرار رہی، اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بھی عذاب بھیجا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قوم کو رات کے حصہ میں لے کر بستی سے باہر چلے جاؤ اور کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھے گا کہ کیا ہو رہا ہے چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام مومنین کو لے کر چلے، ان کی بیوی جو کافرہ تھی اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کو بھی ایک پتھر آ کر لگا اور وہ بھی ہلاک ہوگئی، یہ بھی نبی کی بیوی تھی لیکن ایمان اور عمل صالح کی دولت سے محروم تھی اس لئے خاندان نبوت کی عظمت وشرافت بھی اس کو نہ بچا سکی۔ اس سے پتہ چلا کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنے اہل وعیال کو اگر چاہیں کہ اللہ کے عذاب سے بچالیں تو نہیں بچا سکتے اگر اللہ ہی نہ چاہیں۔ (انبیاء کی آزمائش، ص/18)

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام بڑے اولوالعزم پیغمبر گذرے ہیں، سیکڑوں سال تک دعوت وتبلیغ کے فرائض ادا کرتے رہے اور قوم کی تکالیف برداشت کرتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا اور خود ان کے ایک بیٹے نے بھی اسلام قبول نہ کیا اور بار بار قوم کی عذاب کی فرمائش پر نوح علیہ السلام نے دعا کی بالآخر اللہ کا عذاب سیلاب کی شکل میں آیا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جانا مگر بیٹے نے کہا کہ میں اونچے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور پانی سے بچ جاؤں گا، نوح علیہ السلام نے فرمایا: لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ اللہ کے عذاب سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ بیٹے نے باپ کی بات نہ مانی وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے کافر بیٹے کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوب گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے پروردگار تو نے وعدہ کیا ہے کہ میرے اہل وعیال کو تو بچالے گا میرا بیٹا بھی

میرے اہل میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ اے نوح! تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے: اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ اس کا عمل ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا خاندان نبوت سے تھا مگر خاندانی شرافت اس کے کچھ بھی کام نہ آئی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی اچھی بات فرمائی ہے۔ ؎

پسر نوح با بداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد

نوح علیہ السلام کے بیٹے نے جب بروں کی صحبت اختیار کی تو اس کی خاندانی عزت وشرافت گم ہوگئی اور کچھ بھی کام نہ آئی اسی طرح نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ تھی جو طوفان نوح میں ہلاک ہوگئی اور خاندانی شرافت اس کے کچھ کام نہ آئی۔ (مجالس حبیب الامتؒ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی ہمدردی کا واقعہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار اور امام کائنات کے لئے باعث صد افتخار اللہ کے حبیب اور لاڈلے چاہ رہے ہیں کہ میرے چچا خواجہ ابوطالب کلمہ پڑھ لیں، میرے کان میں آہستہ سے کہہ دیں کہ بھتیجے میں نے تیرے دین کو قبول کرلیا مگر اللہ کو منظور نہیں تھا اس لئے کلمہ نہ پڑھ سکے اور کفر پر موت ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے چچا کے لئے مغفرت کرتا رہوں گا انھوں نے بڑا سہارا دیا، بچپن سے جوانی تک پالا پوسا اور پرورش کی، سب سے پہلا نکاح انھوں نے ہی پڑھایا اور جب مومنین کا بائیکاٹ کیا گیا اور شعب ابی طالب میں قید ہونا پڑا تو تین سال تک ابوطالب نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مکہ سے باہر گرمی سردی، بھوک پیاس کو برداشت کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ بھتیجے کو الگ چھوڑ دوں، ان سب احسانات کی وجہ

سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنے چچا ابوطالب کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے میرے حبیب جو بندہ تمہارے دین پر نہیں ہے اس کی مغفرت کے لئے استغفار مت کیجئے۔

انبیاء علیہم السلام بھی کسی کی مغفرت نہیں کرا سکتے ہیں جب تک اللہ نہ چاہے۔ آج ہم بڑے فخر کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ ہم فلاں پیر صاحب کے مرید ہیں، فلاں آستانہ سے وابستہ ہیں، ہم عاشقان رسول ہیں، ہم محبین رسول ہیں ہماری مغفرت ہوجائے گی، ہماری یہ سوچ غلط ہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، اگر ہمارے اعمال صحیح ہوں گے تو بزرگوں کی سفارش ہمارے لئے کارآمد اور مفید ہوسکتی ہے۔ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا يُبَصَّرُوْنَهُمْ ۔ کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا جب کہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ایک موقع پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میدان حشر میں سب ننگے ہوں گے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یارسول اللہ! تب تو بڑی شرم آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی کسی کو دیکھے۔ (مجالس حبیب الامتؒ ص/186)

اللہ والوں کی صحبت سے آدمی اللہ والا کیسے بنتا ہے

اللہ کا راستہ رونے سے طے ہوتا ہے لہٰذا اللہ سے رولو کہ اے اللہ! آپ ہماری ہدایت کا فیصلہ فرمادیجیے۔ جیسے باپ اپنے بیٹے کے اغوا ہوجانے پر اخبار میں اشتہار دیتا ہے کہ جو میرے بیٹے کو جنگل کے غنڈوں سے نکال کر مجھ تک پہنچادے میں اسے پچاس ہزار روپے انعام دوں گا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اے خدا! یہ محبت جو تو نے ماں باپ کو عطا کی ہے یہ تیری ادنیٰ بھیک ہے، میں تیری رحمت کو اس ادنیٰ بھیک کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں پر رحم کردیجیے، ہمیں نفس و شیطان نے

گناہوں کے جنگل میں اغوا کیا ہوا ہے، آپ اپنی رحمت سے ان غنڈوں سے ہمیں چھڑا کر ہماری ہدایت کے لیے اپنا کوئی بندہ بھیج دیجیے اور ہمیں اس گناہ گار زندگی سے توبہ نصیب کر دیجیے، اگر چہ آپ کو ہدایت دینے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے بس آپ کا ارادہ ہی کافی ہے لیکن چوں کہ عادت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھی اپنا ولی بناتے ہیں اسے اپنے کسی ولی کے ذریعہ سے ولی بناتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ولی ایسا نہیں جو خود بخود ولی بن گیا ہو، دنیا میں جتنے ولی اللہ پیدا ہوئے ہیں اللہ نے اپنے کسی ولی کی محبت ان کے دل میں ڈالی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول میں نے آج سے پچاس سال پہلے پڑھا تھا جب میں طبیہ کالج الہ آباد میں پڑھتا تھا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی، اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں تو روئے زمین پر اس زمانہ کے کسی ولی کی محبت اُس کے دل میں ڈال دیتے ہیں پھر یہ اُن کے پاس آنا جانا رکھتا ہے، ان کی صحبت اُٹھاتا ہے، اور آہستہ آہستہ وہ بھی اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ابتلاء وآزمائش سے پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کس قدر قربانی پیش کی، ایسے گھرانے میں آنکھیں کھولیں جو بت ساز بت فروش اور بت پرست بھی تھا، گھر سے لے کر ارکان حکومت تک بت پرستی کی گندی لعنت میں مبتلا تھے اور بادشاہ وقت اپنے کو خدا اور معبود کہلواتا تھا، ایسے ماحول میں توحید کی دعوت دینا کتنے بڑے دل گردے کا کام ہے چونکہ ابراہیم علیہ السلام کو بڑا مقام ومرتبہ عطا کیا جانا تھا اس لئے طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا اور ہر امتحان وآزمائش میں پورے اترے، دعوت وتبلیغ کی ابتدا اپنے گھر سے کی، طرح طرح

سے اپنے والد محترم کو سمجھایا بجھایا اور ایک خدائے برحق کی عبادت کی توجہ دلائی اور انتھک کوشش کی ۔یَآ اَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا ۔یَآ اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا اے میرے ابو جان! آپ کیوں ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کے کسی کام آسکتے ہیں، اے ابوجان! شیطان کی پوجا نہ کیجئے شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ بالآخر باپ نے جب بات نہ ماننے اور سنگ سار کرنے کی دھمکی دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام الگ ہوجاتے ہیں، اسی توحید کی دعوت کے نتیجہ میں پورا گھرانہ بلکہ پورا شہر اور ملک ان کا دشمن ہوجاتا ہے اور بادشاہ وقت نمرود اللہ کے خلیل کو آگ میں ڈال دیتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں پھر نوے سال کی عمر ہوجاتی ہے اور کوئی اولاد نہیں ہوتی تو اللہ سے بڑی دعائیں کرتے ہیں کہ پروردگار عالم نیک اور صالح اولاد عطا فرما، اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں اسماعیل علیہ السلام عطا فرماتے ہیں، حکم ہوتا ہے کہ ملک شام سے لے جا کر بیوی اور بچے کو بے آب و گیاہ اور چٹیل میدان میں چھوڑ دو، کتنی بڑی قربانی ہے کہ بڑھاپے میں ایک لڑکا ہوا جس سے دل بہلاتے مگر حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے بے آب و گیاہ میدان سرزمین مکہ میں لے جا کر چھوڑ دیتے ہیں پھر جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام چلنے پھرنے کے قابل ہوتے ہیں تو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اپنے لخت جگر اور نور نظر کو میری راہ میں قربان کردو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلادی، اللہ تعالیٰ کو محض امتحان لینا منظور تھا ارشاد ہوا۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا آپ نے خواب سچا کر دکھایا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ہم نیکوکاروں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سارے امتحان میں مکمل کامیاب ہوئے وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ اور جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے پروردگار نے آزمایا چند کلمات کے ذریعہ تو انھوں نے اس کو

پورا کر دکھایا۔ جب اتنی ساری قربانیاں پیش کیں اور ہر امتحان میں کھرے اترے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مژدہ جانفزا سنایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تم کو لوگوں کا امام اور پیشوا بناؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ہی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

مورخ یوں جگہ دینا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

خواجہ عبدالمطلب کی منت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء ورسل مبعوث ہوئے وہ سب ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں حضرت اسحاق واسماعیل علیہم السلام ہی کی نسل سے ہیں، آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں ذبح کیا گیا اور ان کو ذبیح اللہ کہا گیا ہے اسی طرح آپ علیہ السلام کے والد محترم حضرت عبداللہ کے بدلہ سو اونٹوں کو ذبح کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا خواجہ عبدالمطلب جو خانہ کعبہ کے متولی اعظم اور قریش کے سردار تھے انھوں نے ایک مرتبہ یہ منت مان لی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے دیئے تو ایک بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کروں گا، اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیئے اب یہ منت کو پوری کرنے کے لئے خواجہ عبداللہ کو ذبح کرنے کے لئے چلے، خاندان وقبیلے کے لوگوں نے اور دیگر بھائیوں نے بھی اصرار کیا کہ ایسا نہ کریں مگر وہ وعدے کے پکے تھے اور چونکہ جاہلیت کا دور تھا اس لئے اس طرح کی منتیں بھی مانا کرتے تھے، خواجہ عبدالمطلب بھی منت

پوری کرنے کے لئے بضد تھے، لوگوں نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کریں بلکہ مکہ سے باہر ایک کاہنہ اور جادوگر عورت رہتی ہے اس کے پاس چلیں شاید کوئی راہ نکل آئے، اس زمانے میں ایسی ہی عورتوں اور مردوں کا بول بالا تھا کیونکہ دین ٹوٹ چکا تھا، خیر عبدالمطلب چند لوگوں کے ساتھ اس کاہنہ عورت کے پاس گئے، اس عورت کا حلیہ ایسا خوفناک تھا کہ اس کو دیکھ کر آدمی ڈر جائے خیر اس سے پوری صورت حال بیان کی تو اس عورت نے کہا کہ دس اونٹوں کو ایک طرف رکھو اور عبداللہ کو ایک طرف اور قرعہ اندازی کرو، اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکل آتا ہے تو اونٹوں کو ذبح کردو، اور اگر قرعہ عبداللہ کے نام آتا ہے تو دس اونٹوں کا اور اضافہ کردو، اس طرح اضافہ کرتے رہو چنانچہ خواجہ عبدالمطلب نے ایسا ہی کیا جب دس مرتبہ اس طرح قرعہ اندازی کی تو اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تو اونٹوں کو قربان کیا گیا اور حضرت عبداللہ کی جان بچی بلکہ اللہ کی طرف سے غیبی انتظام تھا کہ لڑکوں کو ذبح کرنے کی بری رسم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ختم کردیا۔ ایک مرتبہ ایک بدو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو يَاابْنَ الذَّبِيْحَتَيْنِ کہہ کر پکارا، اے دو ذبیحوں کے بیٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے، تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ذبیح تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے ذبیح میرے والد محترم عبداللہ۔ گویا یہ غیبی انتظام تھا کہ جس خاندان سے خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ السلام کی ولادت ہونے والی ہے وہ خاندان شروع ہی سے قربانیوں والا ہو یہ کوئی معمولی خاندان نہیں ہے بلکہ اپنی جان اور مال کی قربانی برابر دیتا آیا ہے اور بعد میں بھی دین کی خاطر عظیم الشان قربانیاں پیش کرنے سے کبھی بھی دریغ نہیں کیا۔ (انمول واقعہ ص/114)

غرور کرنے والے کا علاج جوتا

ایک مغرور انسان بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ نے ساری چیزوں کو میرے لئے بنایا ہے یہ چاند، یہ سورج اور دنیا کی ساری چیزیں اللہ نے میرے لئے بنائی ہیں، کیسے کیسے مکانات ہیں،

کیسی کیسی دوائیاں ہیں، کیسے کیسے پھل وغیرہ ہیں لیکن اللہ کو بھولا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو ایک چھوٹی سی چیز سے ہی عبرت اور نصیحت فرما دیتے ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے جیسے نمرود کے پاس بڑی بڑی فوجیں تھیں لیکن اللہ نے ایک لنگڑے مچھر سے شکست دیدی، جو دماغ میں گھس گیا، دنیا کا کوئی انسان کوئی طاقت نمرود کے سامنے بول نہیں سکتی تھی، لیکن نمرود نے کہا کہ میرے دماغ میں وہ کاٹ رہا ہے اس لئے میرے سر پر جوتا مارو جب تک جوتا مارا جاتا تھا تو نمرود کو آسانی رہتی تھی اور آرام رہتا تھا، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خدا کہا، اللہ نے اس کی زندگی میں مرتے دم تک ہلاکت اسی کے سر پر لکھ دی، جو اللہ کو نہیں مانتا وہ اللہ کی چھوٹی سی چھوٹی باتوں سے پریشان اور عاجز ہو جاتا ہے تو وہ انسان کہنے لگا کہ سب کچھ میرے لئے اللہ نے بنایا ہے تو اللہ نے اس کی اصلاح کے لئے ایک مچھر کو بھیجا وہ اس کی ناک پر آ کر بیٹھ گیا، مچھر کو اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی، مچھر نے کہا کہ اے انسان تو کتنا مغرور ہے یہ حقیقت ہے کہ ساری چیزیں تیرے لئے بنائی گئی ہیں لیکن تجھے یاد نہیں رہا کہ تجھے میرے لئے بنایا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے میں تیرا خون پیتا ہوں اور تجھے کھاتا ہوں۔ (واقعات، ص/12)

شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین طرح کے عذاب

حضرت شعیب علیہ السلام نے ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھایا اور دین وایمان کی دعوت دی مگر ان کی سرکش اور ضدی قوم نے صاف انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ۔ اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد قبول فرمالی۔ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ۔

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ۔ پھرانہیں زلزلہ نے آ پکڑا سووہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا وہ ایسے مٹے کہ گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا گھاٹے میں وہی رہے۔

قرآنی آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین طرح کا عذاب آیا۔حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے کہیں اس کو اصحاب مدین اور کہیں اصحاب ایکہ کہا گیا ہے۔ایکہ کے معنیٰ بن اور جنگل کے ہیں۔ان کی قوم تجارت پیشہ اور جاہل تھی اور ایسی قوموں کو اسی کا دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ اگر ہم نے تقویٰ اور دیانت پر عمل کرنا شروع کر دیا اور سود وغیرہ ناجائز آمدنی سے بچنے لگے تو ہماری معاشی اور مالی زندگی بالکل برباد ہو جائے گی۔حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ میں پورا زور مالی احتیاط اور معاشی تقوے پر تھا، جاہل قومیں احتیاط و تقویٰ کو اپنی مالی بربادی و تباہ حالی کا پیش خیمہ سمجھتی رہتی ہیں، چنانچہ آج بھی ترقی یافتہ قومیں پس ماندہ قوموں سے کہتی ہیں کہ اگر ہم تمہارا سیدھا سادہ قدیمی طرز تمدن اختیار کرلیں تو ساری ہی تجارت اور کاروبار کا ناس ہو جائے گا۔

قوم کی جہالت کی وجہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی ہزار کوششیں بھی کارگر نہ ہوئیں تو ان کی قوم پر تین طرح کا عذاب آ گیا۔اصحاب مدین پر زلزلہ اور چنگھاڑ کا اور اصحاب ایکہ پر عذاب ظِلہ (سائبان کا عذاب) کا ذکر کیا گیا ہے۔عذاب کی صورت یہ ہوئی کہ اول چند روز اس بستی میں سخت گرمی پڑی جس سے ساری قوم بلبلا اٹھی پھر ان کے قریب جنگل پر ایک گہرا بادل آیا جس سے اس جنگل میں سایہ ہو گیا اور ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں یہ دیکھ کر سارے بستی کے لوگ اس سائے میں جمع ہو گئے اس طرح یہ خدائی مجرم بغیر کسی وارنٹ اور سپاہی کے اپنے پاؤں چل کر اپنی ہلاکت کی جگہ پہونچ گئے۔پھر بادل سے آگ برسی اور زمین میں بھی زلزلہ آیا جس سے یہ

سب کے سب ہلاک ہو گئے۔سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب علیہ السلام کی سرکشی اور عذاب کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔(تفسیری خطبات،ص/239)

ناپ تول میں خیانت کے باعث قوم شعیب علیہ السلام کا انجام

قوم شعیب علیہ السلام بہت سی خرابیوں اور نافرمانیوں میں مبتلا تھی ،من جملہ ان میں سے ایک بہت بڑی خرابی ناپ تول میں خیانت کرنا تھا۔حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھا ۔فرمایا:يَا قَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ ''اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو،لوگوں کوان کی چیزیں کم نہ دواور زمین میں فساداور خرابی نہ مچاؤ''۔(سورہ ہود:۸۵)

''مگر وہ لوگ باز نہ آئے اورانہوں نے بطور تحقیر واستہزاء کہا:

يَا شُعَيْبُ أَصَلاَتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاء إِنَّكَ لأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ۔(سورہ ہود:۸۷)

اے شعیب علیہ السلام ! کا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں؟ تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے''۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر رسوا کن عذاب کو بھیجا،ایک سخت چیخ تھی جس سے ان کے دل پارہ پارہ ہو گئے اوراسی کے ساتھ زمین میں زبردست بھونچال آیا۔ارشادربانی ہے:

وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْاْ فِيهَا''۔

ظالموں کوسخت چنگھاڑ نے آ پکڑا،جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ،گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے''۔(سورہ ہود:۹۴-۹۵)

ناپ تول میں خیانت دنیوی تباہی کا سبب

ناپ تول میں خیانت دنیوی تباہی و بے برکتی کا سبب ہے، آج سماج میں جو بدامنی، بے چینی، چوری، ڈکیٹی اور خونریزی پھیلی ہوئی ہے اور دنیا جس اقتصادی بحران اور سیاسی بحران کی شکار ہے۔ یہ سب ناپ تول میں خیانت کی نحوست کے نتائج ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے مہاجرین! پانچ گناہوں کی سزا پانچ مصیبتوں کی شکل میں تم پر واقع ہوتی ہے۔ (۱) جس قوم میں بے حیائی عام ہوجاتی ہے ان میں طاعون اور وبائی امراض پھیل جاتے ہیں۔ (۲) جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (۳) جو قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ہے ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔ (۴) جو قوم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ (۵) جو حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مابین لڑائی جھگڑے کو ڈال دیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب العقوبات ۱۹-۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس قوم میں خیانت ظاہر ہوتی ہے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے۔ جس قوم میں زنا عام ہوجاتا ہے اس قوم کے لوگ بکثرت مرنے لگتے ہیں۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اسکے رزق میں برکت ختم کردی جاتی ہے۔ جو قوم حق کو چھوڑ کر فیصلہ کرتی ہے ان میں خونریزی عام ہوجاتی ہے۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ (الموطا للامام مالک، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الغلول: ۱۳۲۳)

دنیا میں بہت سارے لوگ بے ایمانی، بددیانتی اور دھوکہ دہی کے باوجود فقر و افلاس اور بے چینی و بدامنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ غلط طریقوں سے

ڈنڈی مار مار کر مال وزر اکٹھا کرتے ہیں مگر دوسری طرف وہ اور ان کے اہل وعیال مختلف مہلک امراض کے شکار ہوجاتے ہیں جن کے علاوج معالجہ کے لئے پانی کی طرح دولت لٹانا پڑتا ہے۔کبھی قدرتی آفات ان کی جائدادوں کوگھیر لیتے ہیں۔جس کی وجہ سے ان کی جائدادیں تباہ وبرباد ہوجاتی ہیں یاان کے نوکر چاکران کی تجارتوں میں گھپلے کرتے ہیں، جتناوہ ناجائز ذرائع سے کماتے ہیں،اس سے زیادہ وہ کھاتے ہیں۔اس کے علاوہ دنیا کا دستور ہے کہ جب رعایا خیانت، بددیانتی،ناپ تول میں کمی جیسے امراض میں ملوث ہوتی ہے تو ان کے شامت اعمال کے نتیجہ میں ان پر مکار، دغاباز، خائن، بدعنوان حکمرانوں کو مسلط کردیا جاتا ہے، جواپنے دور اقتدار میں خوب خزانوں میں لوٹ گھسوٹ کرتے ہیں اور رعایا کے مصالح وحوائج کونظر انداز کردیتے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی کا قصہ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَاۤ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۔(سُورۃ الشّمس ۱۱ تا ۱۵)

جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے، جب اُٹھ کھڑا ہوا اُن میں بڑا بد بخت، پھر کہا اُن کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اُس کے پانی پینے کی باری سے، پھر اُنہوں نے جھٹلایا اُس کو پھر پاؤں کاٹ ڈالے اُس کے، پھر اُلٹا مارا اُن پر اُن کے رب نے بہ سبب اُن کے گناہوں کے پھر برابر کردیا سب کو،اور وہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے۔

قومِ ثمود عرب کے سرسبز شاداب خطے میں آباد تھی جس میں باغات اور پانی کے چشمے بکثرت تھے اِسی لیے یہ علاقہ بڑا خوشحال تھا اللہ نے قومِ ثمود کو وافر رِزق عطا فرمایا تھا۔اہلِ ثمود

زراعت میں مہارت رکھتے تھے اور عمارات بنانے میں باکمال تھے سو اُنہوں نے اپنے لیے میدانوں اور پہاڑوں میں بڑے بڑے گھر اور محلات تعمیر کیے۔ قومِ ثمود نے ایک طویل عرصہ اَمن و آشتی میں گزارا لیکن وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر اَدا نہیں کرتے تھے اور ناحق کفر و تکبر میں مبتلا تھے۔ اُنہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو اَپنا معبود بنا رکھا تھا اللہ نے اُن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ اُنہیں اُس کے اَنجام سے ڈرائیں چنانچہ آپ نے اُن سے فرمایا: يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔ (سورہ ھود:۶۱)

اے قوم! بندگی کرو اللہ کی، کوئی حاکم نہیں تمہارا اُس کے سوا۔ اُسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اِس میں۔ سو گناہ بخشواؤ اُس سے اور رُجوع کرو اُس کی طرف، تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا۔

پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔ آپ کی قوم کے بعض ضعفاء آپ کی دعوت پر اِیمان لائے اور متکبر لوگ آپ سے دُور بھاگتے تھے اور مومنین سے کہتے تھے:

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (سورۃ الاعراف:۷۵)

کیا تم کو یقین ہے صالح کو بھیجا ہے اُس کے رب نے۔

یہ فقراء بڑے اِعتماد اور وثوق سے اُنہیں جواب دیتے:

اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ (سورۃ الاعراف:۷۵)

ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اُس پر یقین ہے۔

کفار جواب دَر جواب میں کہتے:

اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔(سُورۃ الاعراف:۷۶)

جس پر تم کو یقین ہے ہم اُس کو نہیں مانتے۔

پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام اُنہیں دعوت دیتے رہے اور فرماتے رہے:

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ٥ وَمَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِیْنَ ٥ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ٥ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ۔(سُورۃ الشعراء:۱۴۳تا۱۵۰)

میں تمہارے پاس پیغام لانے والا ہوں معتبر، سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو، اور نہیں مانگتا میں تم سے اِس پر کچھ بدلہ، میرا بدلہ اُسی جہان کے پالنے والے پر، کیا چھوڑے رکھیں گے تم کو یہاں کی چیزوں میں بے کھٹکے، باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا گابھا ملائم ہے اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر تکلف کے، سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔

مگر وہ لوگ کفر اور سرکشی پر تُلے رہے اور حق کے راستے سے روکتے رہے حتیٰ کہ اُنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر بہتان باندھنے سے بھی گریز نہیں کیا، کہنے لگے:

اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ٥ ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ۔(سُورۃ القمر:۲۴،۲۵)

کیا ایک آدمی ہم میں کا اکیلا ہم اُس کے کہنے پر چلیں گے تو ہم غلطی میں پڑے، اور ہم سب میں کیا اُتری اُسی پر نصیحت، کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے۔

جب اُن کی گمراہی اور بڑھی تو آپ پر جادو کی تہمت لگائی، کہنے لگے: اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ۔(سُورۃ الشعراء:۱۵۳)

تجھ پر کسی نے جادُو کیا ہے۔

پھر اُنہوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ کوئی معجزہ پیش کریں جو آپ کی دعوت کی تصدیق کرے اور ثابت کرے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں، کہنے لگے: مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (الشعراء:١٥٤)

تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم، سو لے آ کچھ نشانی اگر تو سچا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے عاجزی کے ساتھ اللہ سے دُعا کی اے اللہ! معجزے کے ذریعے میری مدد فرما تاکہ اِس معجزے کے ذریعے میری تصدیق ہوجائے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُنہیں ایک معجزہ عطا فرمایا۔ وہ معجزہ کیا تھا؟ ایک بہت بڑی اُونٹنی جو لوگوں کے سامنے پہاڑ کی چٹانوں سے نکلی لوگوں نے اِس سے پہلے کبھی ایسی اُونٹنی نہیں دیکھی تھی، نہ جسامت کے اِعتبار سے نہ خوبصورتی اور خوش جمالی کے اِعتبار سے۔ اِسے دیکھ کر لوگوں پر شدید دہشت طاری ہوگئی اور لوگوں کے دو گروہ بن گئے، ایک فریق نے اِس معجزے کی تصدیق کی اور ایک نے تصدیق نہ کی بلکہ وہ اِسے حضرت صالح علیہ السلام کا جادُو سمجھنے لگے۔ پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام نے اُس سے کہا:

يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ۔ (سورہ ھود:٦٤)

اے قوم! یہ اُونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے نشانی۔ سو چھوڑ دو اِس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اِس کو بری طرح، پھر تو آ پکڑے گا تم کو عذاب بہت جلد۔

پھر اللہ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ اِن لوگوں سے یہ فرمائیں کہ اُن کے کنوؤں سے جو پانی نکلتا ہے اُسے ایک دِن یہ اُونٹنی اکیلی پیے گی کہ کوئی اور جانور یا اِنسان اُس دِن پانی نہیں

پیئے گا پھر اگلے دِن وہ سب پئیں گے یہ اُونٹنی نہیں پیے گی، اِسی طرح یہ نظام چلتا رہے اور اُنہیں اِس بات پر عمل کرنے کی تاکید فرمادیں کہ وہ اِس کی مخالفت نہ کریں ورنہ اللہ کے شدید عذاب میں گرفتار ہوجائیں گے اور اُنہیں یہ بھی تاکید فرمادیں کہ اِس کے ساتھ ظلم کرنے اور ایذا رَسانی سے پرہیز کریں چنانچہ آپ نے اُن سے فرمایا: هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ (سورۃ الشعراء:۱۵۵،۱۵۶)

یہ اُونٹنی ہے اِس کے لیے پانی پینے کی ایک باری اور تمہارے لیے باری ایک دِن کی مقرر اور مت چھیڑیو اِس کو بری طرح سے پھر پکڑ لے تم کو آفت ایک بڑے دِن کی۔

اُنہوں نے معجزے کو جھٹلایا اور سرکشی اور کفر و تکبر میں مبتلا ہو گئے اور ایک دِن سب جمع ہو کر اِس بات پر متفق ہو گئے کہ اِس اُونٹنی سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اُنہوں نے چند لوگوں کو منتخب کیا کہ وہ اُونٹنی کو ذبح کر دیں، اِس طرح اُنہوں نے اُونٹنی کو ذبح کر ڈالا اور شیطان نے اُن کے اَعمال کو اُن کی نظر میں مزین کر ڈالا گویا کہ اُنہوں نے اللہ اور اُس کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو چیلنج دیا۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے اُن کا یہ عمل دیکھا تو اُنہیں اللہ کے عذابِ قریب کی خبر دی اور فرمایا: تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۔ (سورہ ھود:۶۵)

فائدہ اُٹھالو اپنے گھروں میں تین دِن، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

لیکن قومِ ثمود اپنی گمراہی اور کفر میں سرتا پا غرق تھی چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ اللہ نے اپنے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ وہ اپنے گھر والوں اور دیگر مومنین کو یہاں سے نکال کر لے جائیں اور اِن کفار کو چھوڑ دیں اِن پر عنقریب اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود سے اِنتقام کا وعدہ فرمایا تھا اُس وقت آسمان سے ایک سخت چیخ بلند ہوئی جس نے اُن کے کانوں کے پردے پھاڑ دیے اور زمین پر

شدید زلزلہ طاری ہوگیا یہ لوگ اپنے گھروں میں مردہ ہوکر گر پڑے اور اُن کی رُوح پرواز کر گئی۔
اللہ رب العزت نے سچ فرمایا: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ○ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ○۔ (سورہ ھود: ٦٦ تا ٦٨)

پھر جب پہنچا حکم ہمارا، بچا دیا ہم نے صالح کو اور جو اِیمان لائے اُس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اُس دِن کی رسوائی سے، بے شک تیرا رب وہی ہے زور والا۔ اور پکڑ لیا اُن ظالموں کو ہولناک آواز نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اَوندھے پڑے ہوئے جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں۔ سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے، سن لو پھٹکار ہے ثمود کو۔

قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام

قرآن کریم نے جن اقوام کا ذکر کیا ہے ان میں قوم عاد بھی ہے اور یہ قوم عرب کے قدیم قبائل میں شمار ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ عرب کے قدیم باشندے کثرت افراد وقبائل کے اعتبار سے ایک باعظمت وسطوت جماعت کی حیثیت میں تھے، جو عرب سے نکل کر شام، مصر، بابل کی طرف بڑھے اور وہاں زبردست حکومتوں کی بنیادیں قائم کی، عرب ان باشندوں کو امم بائدہ یا عرب عاریہ کہتے ہیں اور ان کی مختلف زبانوں کو عاد، ثمود، طسم، اور جدیس کہتے ہیں اور یہ عاد بلا کسی اختلاف کے عرب نژاد ہیں اور عاد کا لفظ بھی عربی ہے اس کے معنے ہوتے ہیں بلند ومشہور قوم عاد کا مقام ارض احقاف ہے، بعض مورخین کہتے ہیں ان کی آبادی عرب کے سب سے بہترین حصہ حضرموت اور یمن میں خلیج فارس کے ساحل سے حدود عراق تک وسیع تھی اور یمن ان کا دارالحکومت تھا، اور یہ

قوم بت پرست تھی اور صنم پرستی کے ساتھ صنم تراشی کی ماہر تھی اور قوم نوح کے جو بت تھے ود، سواع، یغوث، یعوق، اور نسر، وہی ان کے بت تھے۔ (قصص القرآن: ١/ ١٠٣۔١٠٤)

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت واصلاح کے لیے انہیں میں سے ایک معزز فرد حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا آپ نے اپنے فرض منصبی کے مطابق ان کو بت پرستی اور شرک سے باز آنے او روحدانیت پر قائم ہونے کی دعوت دی، نیز ان کے ظلم وجور اور بغاوت وسرکشی دنیا میں انہماک اور آخرت سے اعراض پر ان کو تنبیہ فرمائی مگر ان میں اکثر لوگ اپنی دنیوی شان وشوکت اپنی قوت وطاقت اور اور مال ودولت کے گھمنڈ میں حضرت ہود علیہ السلام کی بات کو ماننے سے گریز کرنے لگے اور بحث ومباحثہ پر اتر آئے اور حضرت ہود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے لگے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں میں تمہارے پاس معتبر رسول بنا کر بھیجا گیا؛ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو میں تم سے کوئی اجرت وبدلہ نہیں مانگتا میرا اجر وبدلہ تو رب العالمین ہے کیا تم اونچی زمین پر کھیلنے کو ایک شان بناتے ہو؟ اور ایسے صنعتیں بناتے ہو کہ تم کو یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر ہاتھ مارتے ہو تو ظلم وجبر کرنے والوں کا سا ہاتھ مارتے ہو، اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تم کو پہنچائی وہ چیزیں جو جن کو تم جانتے ہو اور چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے دئے میں تم پر بڑے دن (قیامت کے دن) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (شعراء)

مگر حضرت ہود کی یہ نصیحتیں وہدایتیں ان پر اثر انداز نہیں ہوئیں؛ بلکہ وہ لوگ اور زیادہ ضد وہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے لگے اور حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق واستہزا کرنے لگے اور ان کو بیوقوف قرار دینے لگے؛ بلکہ ان کے دلائل وبراہین کو جھٹلانے اور ان کو جھوٹا ٹھہرانے لگے چنانچہ کہا: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ (الاعراف: ٦٦)

ہم تجھے اے ہود حماقت و بیوقوفی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور ہم تو تجھے جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔

نیز ان لوگوں نے کہا کہ اے ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل کے ساتھ نہیں آیا اور ہم تیری بات سے ہمارے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے اور ہم تجھ کو جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ تجھ پر ہمارے معبودوں اور دیوتاؤں میں سے کسی کی مار پڑگئی ہے (ہود) اور کہا کہ ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ (حم سجدہ)

پھر حضرت ہود سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر تم جو عذاب کا وعدہ کرتے ہو وہ سچا ہے تو عذاب لے آؤ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ عذاب کب آئے گا اس کا علم تو اللہ کو ہے؛ لیکن اگر تمہاری سرکشی اور طغیانی کی یہی حالت رہی تو ضرور عذاب آکر رہے گا اور چوں کہ وہ لوگ حضرت ہود علیہ السلام کی ان کھری کھری باتوں کا جواب نہ دے سکے اس لیے ان کے خلاف مکر و سازش کرنے لگے حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سب کے سب مل کر میرے خلاف سازش کرلو اور مجھ پر کوئی مہلت نہ دو (مگر نتیجہ دیکھ لو) کیوں کہ میں تو اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں جو کہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔

غرض جب قوم عاد انتہائی شرارت و بغاوت پر اتر آئی اور اپنے نبی کے خلاف سازش کرنے لگی تو قانون خداوندی کے تحت جب عمل اور قانون جزا کا وقت آپہنچا اور اللہ کا غضب ان پر بھڑکا اولاً ان پر خشک سالی کا عذاب مسلط ہوا جس سے وہ عاجز و درماندہ نظر آنے لگے حضرت ہود علیہ السلام نے دوبارہ ان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ وہ تمہارے اوپر آسمان سے برسنے والے بادل بھیجے گا اور تمہاری قوتوں پر نئی قوتیں بڑھادے گا اور تم اس سے منہ نہ موڑو۔ (ہود)

مگر وہ برابر اپنی سرکشی پر قائم رہے تب ان پر ہولناک عذاب بھیجا گیا اور ان کو بادل نظر

آئے جوان کی وادیوں کی طرف آرہے تھے کہنے لگے کہ یہ بادل ہم پر برسیں گے مگر اسی میں انکا عذاب پوشیدہ تھا یہ ہوا تھی تیز وتند جب مسلسل آٹھ دنوں تک یہ ہوائیں اور آندھیاں ان پر چلائی گئیں تو ان کو اور ان کی آبادی کو انہوں تہہ وبالا کر کے رکھ دیا تنومند انسان بے حس وحرکت لاشوں کی شکل میں پڑے ہوئے تھے اور اپنی جسمانی طاقتوں اور قوتوں پر مغرور اور اپنی شان وشوکت کے گھمنڈ میں سرمست سرکش انسان اس طرح پڑے ہوئے تھے جیسے کسی درخت سے شاخوں کو کاٹ کر ڈالا گیا ہو بس اس عذاب سے بچنے والے صرف وہ لوگ تھے جن کو سرمست وسرکش مغرور لوگ حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے تھے اور وہ اللہ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کے ہاتھ ایمان لائے ہوئے تھے۔ (نفائس الفقہ جلد پنجم)

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے عبرت

مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے توریت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یوسف اپنے بھائیوں کے پاس آیا تو انہوں نے اس کے جبہ کو یعنی بوقلمون جبہ کو جو پہنے تھا اتار کر اسے ننگا کیا اور اسے پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا وہ کنواں اندھا تھا اس میں ایک بوند پانی نہ تھا۔ صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک تعویذ پہن رکھا تھا جو درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کرتہ تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ورثہ میں ملا تھا جب کنواں میں ڈال دیا گیا تو یوسف علیہ السلام کنویں میں بنے ہوئے ایک طاقچہ میں بیٹھ گئے جیسا کہ **غیابۃ الجب:** کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کیونکہ غیبت الجب کے معنی اس طاقچہ کے ہیں جو کنویں اور باؤلی میں سطح پانی سے ذرا اوپر بنا ہوتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے وہ کرتہ انہیں پہنا دیا جو تعویذ کی شکل میں تھا۔ (آفتاب نبوت)

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر باپ کے پاس رات کے وقت روتے ہوئے گئے وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ۔ اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا اے ہمارے ابّا جان ہم سارے بھائی گئے اور دوڑ میں مقابلہ کیا اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا پھر کسی بھیڑئے نے آ کر اس کو کھا لیا اور آپ کو ہماری باتوں پر یقین تو آئے گا نہیں اگر چہ ہم سچے ہیں پھر یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیش کیا جو پہلے سے ایک سازش کے تحت ایک جانور کو ذبح کر کے اس کا خون کرتہ میں مل دیا تھا۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ۔ اور ان کے کرتے پر جھوٹ کا خون بھی لگا لائے۔ یعقوب علیہ السلام خدا کے نبی تھے، کیا ان کو اتنا نہیں معلوم تھا کہ یوسف کا خون ہے یا کسی جانور کا، قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا بلکہ تم لوگوں نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ تو صبر ہی اچھا ہے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا بیٹو! بھیڑیا تو بڑا ہوشیار تھا کہ یوسف کو تو کھا گیا مگر کرتہ صحیح وسالم چھوڑ گیا۔ سچ کہا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد، جھوٹ بولنے والے کا حافظہ صحیح نہیں رہتا۔ (تفسیری خطبات)

حضرت یوسف علیہ السلام جس کنوئیں میں تھے اس طرف سے ایک قافلہ گذرا تو قافلہ والوں نے ایک آدمی کو پانی لینے کے لئے بھیجا جب اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول میں بیٹھ گئے تو اس آدمی نے خوشی میں پکارا یہ لو ایک لڑکا نکل آیا وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً۔ اور اس کو سامان تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چند کوڑیوں میں قافلہ والوں کو بیچ دیا۔

پھر اہل قافلہ نے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نیلام کیا تو ''عزیز مصر'' جس کا نام ولید بن ریان تھا اس نے خریدا: وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ

عَسٰٓی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا ۔اور جس نے اسے مصر میں خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں اس طریقہ سے حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے یہاں رہنے لگے اور عزیز مصر نے بڑے ہی عیش و آرام سے رکھا۔ (تفسیری خطبات)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن سے جوانی عزیز مصر کے یہاں گذاری عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فدا ہوگئی دلکشی و ہوش ربائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو ان کے قابو سے باہر کردے ایک طرف عیش ونشاط کے سامان ،نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں ، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا اس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا ،تنہائی میں خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بے باکانہ اظہار کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، طاقت وقوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی یہ سب اسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہوجاتا۔

مگر خدا نے جسے محسن قرار دے کر علم وحکمت کے رنگ میں رنگا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا کیا مجال تھی کہ اس پر شیطان کا مکر چل جاتا جب زلیخا نے اپنی طرف بلایا تو یوسف علیہ السلام کے ایک لفظ معاذ اللہ نے ساری شیطانی چالوں کو توڑ دیا وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۔زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانا چاہا اور یوسف علیہ السلام نے سوچا کہ اس کا دباؤ چلنے نہ پائے پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پکڑنا چاہا اس طرح دونوں دروازے کی طرف بھاگے تو یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا، آگے زلیخا کا شوہر کھڑا تھا زلیخا نے دیکھتے ہی شکایت کردی کہ دیکھو تمہارے گھر میں رہتے ہوئے تمہاری بیوی کے ساتھ غلط ارادہ کرلیا اس لئے اس کی سزا ہے کہ اس کو جیل میں ڈالدو۔

زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا تو ایک دودھ پیتے بچے نے فیصلہ کیا کہ اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی یوسف سچے اور اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو یوسف جھوٹے زلیخا سچی، جب کرتہ دیکھا گیا تو کرتہ پیچھے سے پھٹا تھا، تو عزیز مصر نے کہا، زلیخا تو ہی غلطی پر ہے۔

جب مصر کی عورتوں نے سنا کہ عزیز مصر کی بیوی ایک غلام پر فریفتہ ہوگئی تو طعنے دینے شروع کر دئے کہ ملکہ ہوتے ہوئے ایک غلام پر عاشق ہوگئی تو زلیخا نے زنان مصر کی پارٹی بلائی اور وہاں کے دستور کے مطابق دستر خوان پر بیٹھتے وقت سب کے ہاتھوں میں چاقو دے دیئے کہ جب میں کہوں گی تو پھل کاٹ کاٹ کر کھانا ان عورتوں نے چاقو اپنے ہاتھ میں پکڑے اور ادھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا تو بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا **وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَہُنَّ**۔ اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا، تو زلیخا نے کہا کہ مجھے تم سب ملامت کر رہی تھیں اور ایک ہی نظر میں اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ سب دیکھا تو دعا کی کہ اے اللہ قید خانہ میرے لئے اس سے بہتر ہے جس کی طرف یہ مجھ کو بلا رہی ہیں۔ (خطبات حبان جلد، اوّل)

حضرت یوسف علیہ السلام پر ایک اور آزمائش

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور قید خانہ میں گئے اور ان کے ساتھ دو اور قیدی بھی گئے جن میں ایک بادشاہ کا ساقی اور ایک بادشاہ کا باورچی تھا ایک مرتبہ ان دونوں نے خواب دیکھا، ساقی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں، باورچی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا رکھا ہوا ہے اور پرندے اس سے نکال کر کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کو تعبیر بتلائی، ساقی کو کہا کہ

تو رہا ہو جائے گا اور اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور باورچی کو کہا کہ تو سولی پر چڑھا دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب ساقی رہا ہو کر جانے لگا تو اس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر میرا تذکرہ کرنا مگر وہ بھول گیا۔ پھر ایک زمانہ کے بعد بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور سات سوکھی بالیاں ہیں دربار کے لوگوں سے کہا کہ اس کی تعبیر بتلاؤ تو درباریوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو پریشان خواب ہیں لیکن وہ ساقی جو رہا ہو کر آیا تھا اس نے کہا کہ میں آپ کو ٹھیک ٹھیک تعبیر سناؤں گا، چنانچہ یوسف علیہ السلام کے پاس بھاگا ہوا گیا اور صورتحال سے آگاہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ خواب کی تعبیر بتلائی بلکہ تدبیر بھی بیان فرمائی کہ سات سال خوشحالی کے آئیں گے پھر سات سال تنگی کے پھر سات سال خوشحالی کے آئیں گے اس لئے شروع کے سات سال خوشحالی کے آئیں تو ان میں خوب غلہ کی پیداوار کرانا اور جتنے غلوں کی ضرورت ہوگی بالیوں سے اتنا ہی نکالنا باقی غلوں کو بالیوں میں چھوڑ دینا تا کہ تنگی کے زمانہ میں کام آویں اور ان میں کیڑا نہ لگے۔ (آفتاب نبوت)

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ ہوا حضرت زُلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے ان سے وصال چاہا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پرہیز کرتے ہیں: قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورۂ یوسف: ۲۳)

حضرت زُلیخا کو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ میں اپنے مالک کی نافرمانی کروں اُس کی بیوی پر ہاتھ ڈالوں، اُس نے بہت بڑے بڑے میرے ساتھ احسان کیے ہیں میں جاہل نہیں ہوسکتا مگر اُس نے پیچھا کیا اور اِس قدر پیچھے پڑی کہ قریب تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مبتلا ہو جائیں تو فرماتے ہیں: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۔ (سورہ یوسف: ۲۴)

تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے واسطے حضرت جبریل علیہ السلام کو مقرر کیا حضرت جبریل علیہ السلام سامنے سے ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں آئے اور سامنے کھڑے ہو کر اُنگلی منہ میں دباتے ہیں اور اشارہ کرتے ہیں کہ خبردار! خبردار! اس میں مبتلا مت ہونا، حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر بھی نہیں مگر یہاں یہ معاملہ ہوا، حضرت یوسف علیہ السلام کو روک دیا گیا بچا لیا گیا تو حضرت سیّد احمد صاحب شہید فرماتے ہیں کہ بسا اَوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا کسی گمراہی کے اندر پھنسنے والا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی لطیفہ سے کسی روحانیت سے کسی فرشتے کے ذریعے سے حفاظت کی جاتی ہے ایسے طریقے سے کہ جو مرشد کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی حیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے بہکانے و پھسلانے کی کوشش کی تو اس وقت زلیخا نے وہاں کمرے میں رکھے ایک بت پر پردہ ڈال دیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیوں ڈال دیا؟ تو زلیخا نے جواب دیا کہ مجھے اس بت سے شرم آ رہی ہے کہ اس حال میں وہ مجھے دیکھے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ پھر تو میں زیادہ مستحق ہوں کہ اللہ سے شرم کروں۔

(تفسیر القرطبی: ۹/ ۱۶۹، فتح القدیر للشوکانی: ۴/ ۲۰)

حضرت داؤد علیہ السلام کی حیا

حضرت ابوعبداللہ الجدلی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ سے حیا کی وجہ سے مرتے دم تک کبھی آسمان کی جانب سر نہیں اٹھایا۔ (الزہد لابن المبارک: ۱/ ۹۲)

حضرت ابوبکر و ابوموسیٰ کی حیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

اے لوگو! اللہ سے حیا کرو، بلا شبہ میں جب بیت الخلا جاتا ہوں تو اپنا سر اللہ سے حیا کی وجہ سے ڈھانپ لیتا ہوں۔

اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب اندھیرے کمرے میں بھی غسل کرتا ہوں، تو جب تک کپڑے نہ پہن لوں اپنی پیٹھ کو اللہ سے حیا کی وجہ سے سیدھا نہیں کرتا (یعنی سیدھا کھڑا نہیں ہوتا؛ تاکہ شرمگاہ نظر نہ آئے۔ (تعظیم قدر الصلاۃ: ۲/۸۲۹)

پھر اللہ کہاں ہے؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بار مدینے کے باہر کسی جگہ سے گذر ہو رہا تھا اور آپ کے شاگرد و اصحاب بھی آپ کے ساتھ تھے، ایک جگہ بیٹھ کر ان سب نے کھانا کھایا، اسی اثنا میں ایک بکری چرانے والا، بکریاں لے کر وہاں سے گزرا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر بہ طور امتحان اس سے فرمایا کہ کیا تم ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں بیچ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں ؛ کیوں کہ یہ بکریاں میری اپنی نہیں ہیں ؛ بلکہ میں صرف ان کو اجرت پر چراتا ہوں، یہ دوسرے کی بکریاں ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے بہ طور امتحان کہا کہ تم یہ ہمیں درہم لے کر بیچ دو اور اس سے کہہ دینا کہ بھیڑیے نے بکری کو کھالیا۔

یہ سن کر وہ ایک دم سے چیخ اٹھا اور کہنے لگا: ”فَأَيْنَ الله ؟ کہ پھر اللہ کہاں ہے؟ یعنی کیا اللہ نہیں دیکھ رہا ہے؟ حضرت ابن عمر اس کی یہ بات سن کر رونے لگے۔

(اسد الغابۃ؛ ۲/ ۱۵۳، تاریخ الاسلام: ۸/ ۳۹۵، مختصر تاریخ دمشق: ۴/ ۳۱۵)

عمر نہیں تو عمر کا خدا جانتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حکم لگا دیا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے

،اس کے بعد ایک رات مدینے میں گشت کرتے ہوئے جارہے تھے کہ ایک عورت کو سنا کہ وہ اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ صبح ہونے جارہی ہے،کیا تو دودھ میں پانی نہیں ملاتی ؟

لڑکی نے ماں کو جواب دیا کہ میں کیسے دودھ میں پانی ملاؤں ، جب کہ امیر المؤمنین نے منع کر دیا ہے۔ ماں کہنے لگی کہ لوگ تو ملاتے ہیں تو بھی ملا دے۔عمر کو کیا پتہ چلے گا؟ لڑکی نے کہا: ''إِنْ كَانَ عُمَرُ لَا يَعْلَمُ فَإِلٰهُ عُمَرَ يَعْلَمُ ، مَا كُنْتُ أَفْعَلُهُ، وَقَدْ نَهٰى عَنْهُ'' (اگر عمر نہیں جانتے تو (کیا ہوا) عمر کا خدا تو جانتا ہے ؛ لہٰذا میں یہ کام نہیں کروں گی ، جب کہ عمر نے اس سے منع کر دیا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو اس لڑکی کی عقل پر تعجب کرنے لگے اور صبح اپنے بیٹے عاصم کو بلا کر تحقیق کے لیے بھیجا کہ وہ کون لڑکی ہے؟ معلوم ہوا کہ نبو ہلال کی ایک لڑکی ہے، پھر حضرت عمر نے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے عاصم سے کر دیا اور اس لڑکی سے حضرت عاصم کو ایک لڑکی ام عاصم پیدا ہوئی اور اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز کا نکاح ہوا، اس طرح یہ لڑکی حضرت عمر بن الخطاب کی بہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی نانی ہو تی ہے۔ (سیرۃ عمر بن عبد العزیز ابو محمد ابن عبد الحکم: ۲۳،شذرات الذھب:۱/ ۱۱۹)

ایک دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے

ایک شخص نے ایک عورت سے برائی کا ارادہ کیا اور خلوت میں لے گیا اور اس سے کہا کہ دروازے بند کر دے اور پردے ڈال دے۔ اس نے دروازے بند کر دیے اور پردے ڈال دیے۔ جب وہ اس عورت کے قریب ہوا، تو اس نے کہا کہ ایک دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، اس نے پوچھا کہ کونسا؟ تو کہا کہ وہ دروازہ جو تیرے اور میرے رب کے درمیان ہے، یہ سننا تھا کہ وہ خوف خدا سے ایک چیخ مارا اور روح پرواز کر گئی۔ (الزھر الفاتح: ۱۳)

ایک عبرتناک واقعہ

ابراہیم الخواص کہتے ہیں کہ میں قبروں کے پاس بہت زیادہ جایا کرتا تھا، ایک دن ایک قبر کے پاس بیٹھا تو نیند لگ گئی، میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ زنجیر لو اور اس کو اس میں داخل کرو اور نچلے حصے سے اس کو باہر نکالو اور میت کہتی ہے کہ اے رب! کیا میں قرآن نہیں پڑھتا تھا، کیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا میں نے حج نہیں کیا تھا؟ اس کے جواب میں ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ہاں! لیکن جب تو خلوت وتنہائی میں ہوتا، تو گناہ کرتے ہوئے میرا خیال و مراقبہ نہیں کرتا تھا۔ (الزہر الفاتح لابن الجوزی:۸)

عیسیٰ علیہ السلام پیٹ میں تسبیح پڑھتے تھے

مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوتی تو ہم دونوں باتیں کرتے، اور جب کوئی آدمی آکر مجھ سے بات کرنے لگتا تو عیسیٰ علیہ السلام میرے پیٹ میں تسبیح پڑھتے تھے جسے میں سنتی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اللہ اکبر! یہ کیفیت مخصوصہ ہے جو حضرت مریم علیہا السلام اور سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھی صالحین کے اور بھی ایسے واقعات ہیں جو عام حاملہ عورتوں اور بچوں سے بالکل ممتاز ہیں۔ بہر حال یہ کیفیت ہر آدمی کی نہیں ہوسکتی۔ البتہ جس پر اللہ رب العزت کا خاص فضل وکرم ہو اسی کو اس قسم کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ پیٹ میں تسبیح پڑھنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بھی ہوسکتا ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر پناہ گزیں ہوں گے اور ایسی دعا کریں گے جس کے اثر سے فسادیوں کی گدیوں میں کیڑا پیدا ہوگا اور سب اسی سے ہلاک ہوجائیں

گے۔ان کی لاشوں کے ڈھیر سے زمین بھر جائے گی۔اللہ تعالیٰ ایسے پرندے روانہ فرمائے گا جو ان لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے پھر ایک زوردار بارش ہوگی جس سے ساری زمین پاک صاف ہوجائے گی۔(حوالہ:ابن کثیر'مسند احمد)

حضرت یحییٰ کی شیطان سے ملاقات

امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مکاشفۃ القلوب'' میں ذکر کیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ شیطان کو دیکھا کہ وہ کچھ اٹھائے ہوئے ہے،آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟اس نے کہا کہ یہ ''شہوات'' ہیں اور نفسانی خواہشات ہیں،جن سے میں لوگوں کو قید کرتا ہوں۔حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ اچھا میرے لیے بھی تیرے پاس کوئی پھندا ہے؟شیطان نے کہا کہ ایک پھندا ہے،وہ یہ کہ ایک رات آپ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا،تو اس سے نماز میں سستی ہوگئی تھی۔یہ سن کر یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آئندہ کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔(مکاشفۃ القلوب:٦٠)

عبرت انگیز واقعہ

یہ قصہ ہے سینکڑوں ہزاروں سال پہلے کا،ایک زمیندار تھا،زمین جائیداد کا مالک،عیش وعشرت کی زندگی بسر کررہا تھا،اس کے دو حسین وجمیل انگور کے باغ تھے،جس کے چاروں طرف کھجور کے درختوں کی خوبصورت قطاریں تھیں۔بیچ بیچ میں لہلہاتے کھیت تھے،دونوں باغوں کے درمیان میں ایک نہر بہہ رہی تھی،جس نے باغات کے حسن کو دوبالا کردیا تھا،زمیندار کو اپنے مال ودولت پر ناز تھا،وہ سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ میں نے اپنے بل بوتے پر حاصل کیا ہے،وہ باغ کی سیر کو آتا تو پھولا نہ سماتا،اس کا ایک دوست تھا جو متوسط زندگی گزار رہا تھا،ایک مرتبہ وہ اپنے دوست کو لے کر اس خوبصورت باغ میں داخل ہوا،اور اس کو دیکھ کر کہنے لگا،میرا تمہارا کیا جوڑ؟میری دولت

کی تاہ نہیں، خدم وحشم ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، یہ ایک لافانی دولت وعزت ہے جو مجھے حاصل ہے، قیامت، آخرت یہ سب فرضی خیالات ہیں، اور اگر میں اپنے رب کے حضور حاضر بھی ہوا تو اس سے بہتر عزت ودولت ملے گی۔

اس کا دوست پہلے سے بھی اس کو سمجھا تا رہا تھا، اس گفتگو کو سن کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، وہ بولا تم کیا کہہ رہے ہو، اپنے مالک کا انکار کرتے ہو، جس نے تم کو مٹی سے پھر پانی کے ایک قطرہ سے بنایا، اور ایک توانا مرد کی شکل میں کھڑا کر دیا، اپنی حقیقت کو تم بھول گئے، تم نے اپنے ہاتھ پاؤں سے سب کچھ کیا، لیکن تمہیں اس کی طاقت کس نے دی، ہاتھ پاؤں کس نے بنائے، ذرا سوچو! وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

کاش یہ حقیقت تم نے سمجھی ہوتی، اپنے باغ میں داخل ہوتے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت سمجھ کر اس کا شکر کرتے، تم اگر دیکھ رہے تھے کہ میرے پاس دولت وعزت کم ہے اور تم اس میں بڑھے ہوئے ہو تو تمہیں اپنے مالک کے آگے سر جھکا دینا چاہئے تھا، تمہاری اس ناشکری کا نتیجہ اب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم سے بہتر باغات اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے عطا فرمادے، اور تمہارے باغ پر کوئی ایسی آفت آجائے، کہ پورا باغ چٹیل میدان ہوکر رہ جائے، یا اس کا پانی ہی اس طرح تہوں میں چلا جائے کہ ہزار کوشش کے باوجود تمہیں کچھ حاصل نہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم یہی ہوا، اس کا باغ تہس نہس ہوگیا، وہ شخص کفِ افسوس ملتا تھا اور کہتا تھا کہ کاش میں نے اپنے رب کو پہچانا ہوتا، اس کو ایک سمجھتا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا، نہ خدم وحشم اس کے کچھ کام آسکے، نہ اس کی عزت ودولت نے اس کا ساتھ دیا، لمحوں میں کچھ کا کچھ ہوگیا، اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے، ہر چیز کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے اس کی مرضی ومشیت کے بغیر کوئی پتّہ بھی ہل نہیں سکتا۔ خدائی طاقت وقوت کے سامنے انسانی تدابیر کچھ بھی کام نہیں آسکتیں۔ (مستورات کے لئے انقلابی واقعہ)

امام ابو یوسفؒ نے ہارون رشید کے خلاف جب صحیح فیصلہ کیا

امام ابو یوسفؒ نے ایک فیصلہ ہارون رشید کے خلاف بھی دیا تھا۔مگر اس میں ان سے ذرا سی غلطی ہوگئی تھی جس کا ان کو زندگی بھر افسوس رہا۔واقعہ یہ ہے کہ سوادعراق کے ایک بوڑھے نے ہارون رشید کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ فلاں باغ میرا ہے لیکن خلیفہ نے اس پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔اتفاق سے یہ مقدمہ اس روز پیش ہوا جس روز خود ہارون رشید فیصلے کے لئے بیٹھا تھا۔قاضی ابو یوسفؒ فریقین کے بیانات اوران کے دعوے ہارون رشید کے سامنے پیش کررہے تھے۔جب اس مقدمہ کی باری آئی توانہوں نے خلیفہ کے سامنے اس کو پیش کیااور کہا کہ آپ کےاوپر دعویٰ ہے کہ آپ نے فلاں آدمی کا باغ زبردستی لے لیا ہے، مدعی یہاں موجود ہے،حکم ہوتو حاضر کیا جائے۔ بوڑھا سامنے آیا تو قاضی ابو یوسفؒ نے پوچھا بڑے میاں آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے باغ پر امیرالمومنین نے ناحق قبضہ کرلیا ہے جس کے خلاف دادرسی چاہتا ہوں۔قاضی نے سوال کیا اس وقت وہ باغ کس کے قبضہ اورنگرانی میں ہے؟ بولا امیرالمومنین کے ذاتی قبضہ میں ہے۔اب قاضی ابو یوسفؒ نے ہارون رشید سے کہا میرے قبضہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں اس شخص کا حق ہو، نہ خود باغ ہی میں اس کا کوئی حق ہے۔قاضی صاحبؒ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مدعی سے پوچھا کہ تمہارے دعوے کے ثبوت کیلئے کوئی دلیل بھی ہے؟ کہا ہاں خود امیرالمومنین سے قسم لے لی جائے۔ہارون رشید نے قسم کھا کر کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھے عطا کیا تھا، میں اس کا مالک ہوں۔ بوڑھے نے یہ سنا تو اس کو بہت غصہ آیا اور یہ بڑبڑاتا ہوا عدالت سے نکل گیا کہ جس طرح کوئی شخص آسانی سے ستو گھول کر پی جائے، اسی طرح اس شخص نے آسانی سے قسم کھالی ایک معمولی آدمی کی زبان سے یہ الفاظ سنکر ہارون رشید کا چہرہ غصہ سے تمتما

اٹھا۔ یحیٰ برمکیؒ نے ہارون کو خوش کرنے کے لئے امام یوسفؒ سے مخاطب ہو کر کہا آپ نے دیکھا اس عدل و احسان کی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے؟ امام ابو یوسفؒ نے اس کی تحسین کی اور کہا مگر انصاف کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ مذکورہ بالا معاملہ میں امام ابو یوسفؒ نے انصاف کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، مگر پھر بھی آخر وقت تک ان کو جب اس واقعہ کا خیال آجاتا تو فرماتے تھے میں اپنے اندر سخت کوفت، اذیت، رنج محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ میں نے انصاف میں جو کوتاہی کی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا جواب دوں گا، لوگوں نے پوچھا آپ نے انصاف میں کیا کوتاہی کی، اور آپ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے تھے کہ ایک معمولی کسان کے مقابلہ میں وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کو قسم کھانے پر مجبور کر دیا؟ فرمایا تم لوگوں نے نہیں سمجھا کہ مجھے کس خیال سے تکلیف ہوتی ہے، پھر افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ مجھے تکلیف اور کڑھن اس کی ہے کہ میں ہارون رشید سے یہ نہ کہہ سکا کہ آپ کرسی سے اتر جایئے جہاں آپ کا فریق کھڑا ہے وہیں ایک فریق کی حیثیت سے آپ بھی کھڑے ہو جایئے یا پھر اجازت دیجئے کہ اس کیلئے بھی کرسی لائی جائے۔ (کشکول حکایات، ص/131)

ایک حسینہ کو جب ہدایت مل گئی

عبید بن عمیر مشہور تابعی گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فصیح زبان دی تھی، ان کی مجلس میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی بیٹھا کرتے تھے اور ان کے دل پر اثر کرنے والی گفتگو سے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ایک جوان عورت تھی، شادی شدہ تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی حسن سے نوازا تھا، یہ حسن بھی عجیب چیز ہے، بڑے بڑے بہادر پہلوان اور سورما اس کے ایک انداز غلط نگاہ کے وار سے ڈھیر ہو کر بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، وہ بہادر جو

کسی کے وارے میں نہ آتا ہو، بسا اوقات حسن کی ایک بھولی نظر سے اس کے قلب وجگر کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے، یہ خاتون ایک دن آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی، شوہر سے کہنے لگی ''کوئی شخص ایسا ہوسکتا ہے جو یہ چہرہ دیکھے اور اس پر فریفتہ نہ ہو'' شوہر نے کہا ''ہاں ایک شخص ہے'' کہنے لگی ''کون''؟ کہا ''عبید بن عمیر'' اسے شرارت سوجھی، کہنے لگی ''آپ مجھے اجازت دیں، میں ابھی انھیں اسیر محبت بنائے دیتی ہوں'' شوہر نے کہا ''اجازت ہے'' وہ عبید بن عمیر کے پاس آئی، کہا'' مجھے آپ سے تنہائی میں ایک ضروری مسئلہ پوچھنا ہے'' چنانچہ عبید بن عمیر مسجد حرام کے ایک گوشے میں اس کے ساتھ الگ کھڑے ہو گئے تو اس نے اپنے چہرے سے حجاب سرکایا اور اس کا چاند سا چہرہ قیامت ڈھانے لگا، عبید نے اسے بے پردہ دیکھ کر فرمایا ''خدا کی بندی! اللہ سے ڈر'' کہنے لگی'' میں آپ پر فریفتہ ہو گئی ہوں، آپ میرے متعلق غور کر لیں'' دعوت گناہ کی طرف اشارہ تھا، عبید بن عمیر اس کے جھانسے میں آنے والے کب تھے، ان کی حالت تو کہہ رہی تھی،

اے بادِ بہاری! مت چھیڑ ہمیں، لگ رہ اپنی
تجھے اٹھکلیاں سوجھی ہیں، ہم بے زار بیٹھے ہیں

عبید نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے چند سوالات پوچھتا ہوں، اگر تو نے صحیح اور درست جوابات دیئے تو میں تیری دعوت پر غور کر سکتا ہوں، اس نے حامی بھری، فرمایا ''موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آجائے اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا''؟ کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا'' جواب درست'' فرمایا ''لوگوں کو ان کے اعمال نامے دیئے جا رہے ہوں اور تجھے اپنے اعمال نامہ کے متعلق معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ میں ملے گا کہ بائیں میں، اس وقت تجھے یہ گناہ اچھے لگے گا''؟ کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا'' جواب درست'' فرمایا'' پل صراط کو عبور کرتے ہوئے اس گناہ کی خواہش ہوگی؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''اللہ کے سامنے اپنے اعمال

کے سوال و جواب کیلئے جس وقت تو کھڑی ہو اس وقت اس گناہ میں تجھے رغبت ہوگی''؟ کہنے لگی ''ہر گز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' اس کے بعد اس کو مخاطب کر کے کہا ''اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر، اللہ نے تجھ پر انعام و احسان کیا ہے، اس کی نافرمانی نہ کر'' چنانچہ وہ گھر لوٹیں تو اس کے دل کی کائنات بدل چکی تھی، دنیوی لذتیں اور شوخیاں اسکو بے حقیقت معلوم ہونے لگیں، شوہر نے پوچھا ''کیا ہوا؟'' کہنے لگی ''مرد اگر عبادت کر سکتے ہیں تو ہم عورتیں کیوں نہیں کر سکتی، ہم کیوں پیچھے رہیں'' اور اس کے بعد نماز روزہ اور عبادت میں منہمک ہو کر ایک عابدہ اور پرہیزگار خاتون بن گئی۔ اس کا آزاد منش شوہر اس کی حالت دیکھ کر کہا کرتا تھا ''مجھے عبید بن عمیر کے پاس شرارت کیلئے بیوی بھیجنے کا کس نے مشورہ دیا تھا، اس نے تو میری بیوی بگاڑ کر رکھ دی، پہلے ہماری ہر رات شب زفاف تھی، اب اس کی ہر شب، شب عبادت بن گئی ہے، وہ راتوں کو عبادت میں مشغول ہو کر راہبہ بن چکی ہے''

واقعتاً مرد مومن کی نگاہ ایمان افروز سے بسا اوقات دل کی دنیا میں انقلاب آجاتا ہے اور عقل و خرد کی شوخی و مستی، جلوہ ایمان کے سامنے دم توڑنے لگتی ہے۔

جلوؤں نے اہل ہوش کو کیسے شکست فاش دیئے
آئے تھے ان کو ڈھونڈنے، خود سے بھی بے خبر گئے

(کتابوں کی درسگاہ میں ص: ۵۹۔۶۰)

ذہانت

ایک مرتبہ خلیفہ مامون الرشید اپنے سپاہیوں سے بچھڑ گئے۔ ایک قبیلے سے اس کا گزر ہوا۔ وہاں ان کی نظر ایک کم سن لڑکے پر پڑی، جو کھڑا ہوا ایک مشکیزہ بھر رہا تھا اور چیخ رہا تھا: ''ابا جان! جلدی آیئے، مشکیزے کا منہ بند کر دیجئے۔ مجھ سے اس کا منہ بند نہیں ہو رہا، اس کے منہ نے مجھے عاجز کر کے رکھ دیا۔'' مامون الرشید اتنی کم عمری میں اتنی فصاحت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور

لڑکے سے پوچھا: ''جیتے رہو بیٹے! تم کون ہو؟'' اس لڑکے نے اپنا نام بتایا اور مامون الرشید سے پوچھنے لگا: ''یہ بتایئے آپ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''اولاد آدم سے ہوں۔'' اس لڑکے نے کہا: ''آپ نے سچ کہا، مگر اولاد آدم میں آپ کا تعلق کس سے ہے۔'' انہوں نے کہا: ''سب سے بہتر قوم سے۔'' لڑکے نے کہا: ''تو اس کا مطلب ہے کہ آپ عرب قوم سے ہیں، مگر عرب کے کس قبیلے سے تعلق ہے؟'' انہوں نے کہا: ''سب سے بہتر قبیلے سے۔'' لڑکا بولا اچھا تو پھر قبیلہ مضر سے ہیں۔ مگر قبیلہ مضر کی کس شاخ سے آپ کا تعلق ہے؟'' خلیفہ مامون نے کہا: ''سب سے بہتر شاخ سے۔'' لڑکا چونک کر بولا: ''قسم خدا کی پھر تو آپ بنی ہاشم سے ہیں، مگر بنی ہاشم میں سے آپ کا کس گھرانے سے تعلق ہے؟'' خلیفہ نے کہا: ''میں وہ ہوں کہ جس پر بنی ہاشم کے لوگ رشک کرتے ہیں۔'' یہ سنتے ہی وہ لڑکا تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور بولا: ''اے امیر المومنین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!'' مامون الرشید کہتے ہیں: ''قسم خدا کی میں اس کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا اور اس سے کہا: ''تمہیں کیا پسند ہے۔۔ تمہیں فوری طور پر سو درہم دیئے جائیں یا پھر بعد میں ہزار درہم دیئے جائیں۔'' لڑکا بولا: ''میں آج کو کل پر نہیں ٹالتا۔'' یعنی جو چیز فوری مل رہی ہو، اس کو بعد میں ملنے والی چیز کیلئے نہیں چھوڑتا۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ گھر سے ایک بوڑھا نمودار ہوا، خلیفہ نے اس سے بات کر کے لڑکے کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے کہا: ''میں ایک بوڑھا اور کمزور آدمی ہوں اور مجھ جیسی اس کی بوڑھی ماں بھی ہے۔ ہمارا اس کے سوا اور کوئی سہارا نہیں۔ ہمیں اس سے محروم مت کیجئے۔'' میں نے اسے سو دینار دیئے اور وہاں سے چل دیا۔ (ہفت روزہ بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۶۱)

خوفناک سزا

ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں پہنچا۔ میں نے دیکھا، لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ اب اس کی باتوں میں کسی کی غیبت شروع ہوگئی، چنانچہ میں اس مجلس

سے اٹھ کر باہر چلا گیا، اس لئے کہ اگر کسی محفل میں غیبت ہو رہی ہو تو آدمی کو چاہیے کہ اس کو روکے اور اگر روکنے کی طاقت نہ ہو تو کم از کم اس گفتگو میں شریک نہ ہو بلکہ اٹھ کر چلا جائے، تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اب مجلس میں غیبت کا موضوع ختم ہو گیا ہوگا، اس لئے دوبارہ اس مجلس میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں، پھر غیبت شروع ہوئی۔ میں نے دوبارہ اٹھنے کا ارادہ کیا، لیکن میری ہمت کمزور پڑ گئی اور غیبت سنتا رہا۔ جب اس مجلس سے گھر آیا اور رات کو سویا تو خواب میں ایک انتہائی سیاہ فام آدمی دیکھا، وہ ایک بڑے طشت میں میرے پاس خنزیر کا گوشت لے آیا اور کہا: ''یہ خنزیر کا گوشت ہے اور تمہیں یہ کھانا ہوگا''۔ میں نے انکار کیا۔ پھر اس نے زبردستی اس گوشت کے ٹکڑے میرے منہ میں ٹھونسے، یہاں تک کہ مجھے متلی اور قے آنے لگی۔ پھر شدید اذیت کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔ جب بیدار ہونے کے بعد میں کھانا کھایا تو خواب والے گوشت کا خراب اور بدبودار ذائقہ منہ میں آرہا تھا اور وہ ذائقہ مجھے کھانے میں محسوس ہو رہا تھا۔ ایک مہینے تک میرا یہ حال رہا، یعنی خنزیر کے گوشت کا ذائقہ محسوس کرتا رہا۔ اس واقعے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر متنبہ فرمایا کہ ذرا سی دیر جو میں نے مجلس میں غیبت سنی تھی یہ اس کا وبال ہے۔ قارئین! یہ واقعہ مشہور تابعی ربیع رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو انہوں نے اپنے شاگردوں کو سنایا تھا۔ ہمیں چاہیئے کہ غیبت کرنے اور سننے سے خود کو پوری طرح بچائیں کیونکہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔ (ایضاً)

وقت کی قدر

ایک مرتبہ کسی نامہ نگار نے ایڈیسن سے پوچھا، ''مسٹر ایڈیسن، اگر تمہیں اپنی جائے پیدائش کے انتخاب کا موقع دیا جائے تو تم کون سی جگہ جانا پسند کرتے؟'' اس نے فوراً جواب دیا، ''سیارہ مریخ'' ''اس کی وجہ بتانے کی تکلیف گوارا کریں گے؟'' نامہ نگار نے سوال کیا۔ ''اس لئے کہ مریخ کا دن ہمارے دن سے چالیس منٹ بڑا ہوتا ہے۔'' ایڈیسن نے جواب دیا۔ (جنگ سنڈے میگزین)

اگر آقا ناراض ہو تو غلام کی پھر کیا قیمت

ایک لڑکی کی شادی ہوگئی۔ رخصت سے پہلے اس کی سہیلیوں نے اسے خوب بنایا سنوارا، زیور پہنایا، پھر بولیں: ''تم کس قدر خوب صورت لگ رہی ہو۔'' یہ سن کر وہ رونے لگی، سہیلیاں حیران ہوئیں۔۔۔ کہ ہماری اس بات پر وہ رونا کیسا۔ دلہن بولی: ''تمہاری تعریف سے بھلا میں کیسے خوش ہوجاؤں۔۔۔ میرے شوہر مجھے دیکھ کر اگر خوش ہوگئے تب مجھے خوشی ہوگی، فیصلہ تو ان کی نظر پر ہے نہ کہ تمہاری نظر پر۔'' اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے شاہ عبدالغنیؒ رونے لگے اور فرمایا: ''میدان حشر میں اگر اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو گئے تو ہماری خوشی اس وقت اصل خوشی ہو گی۔۔۔ آج مخلوق تعریف کرتی ہے تو اس سے ہمیں کیا حاصل۔۔۔ فیصلہ تو حق تعالیٰ کی نظر پر ہے۔۔۔ اگر آقا ناراض ہو تو غلام کی پھر کیا قیمت ہے۔

عجیب وغریب گھر

امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں نے اپنے بندے کے پیٹ میں ایک گھر بنایا ہے۔ اس کی زمین معرفت ہے، اس کا آسمان ایمان ہے، اس کا آفتاب شوق ہے اور اس کا چاند محبت ہے۔ اس کی مٹی ہمت ہے، اس کی گرج خوف ہے اور اس کی بجلی امید ہے۔ اس کا بادل فضل ہے، اس کی بارش رحمت ہے، اس کا درخت وفا ہے اور اس کا پھل حکمت ہے۔ اس کا دن فراست ہے اور یہی اس کی روشنی ہے۔ اس کی رات معصیت (برائی) ہے اور یہی اس کی تاریکی ہے۔ اس میں ایک دروازہ علم کا ہے۔ اور ایک دروازہ حلم (برداشت) کا ہے۔ ایک دروازہ یقین کا ہے اور ایک غیرت کا۔ اس میں ایک ستون انس (محبت) کا ہے اور ایک ستون توکل (بھروسہ) کا ایک ستون یقین کا ہے اور ایک ستون صدیق (سچائی) کا اس میں فکر کا تالا لگا ہوا ہے اور میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ (نزہتہ المجالس ج:۱ص:۱۰۷)

رقیق القلب سلطان

سلطان صلاح الدین ایوبی بڑے شریف النفس، رقیق القلب اور دردمند انسان تھے۔ ظلم کو برداشت نہ کر سکتے اور کسی آفت زدہ کمزور مخلوق کی تکلیف کی تاب نہ لا سکتے۔ ابن شداد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عیسائی بڑھیا ان کے پاس آئی۔ وہ سینہ پیٹتی تھی اور برابر روئے جا رہی تھی، سلطان نے سبب پوچھا کہا کہ میری چھوٹی سی بچی کو ڈاکو خیمہ سے اٹھا لے گئے، مجھے روتے ساری رات ہوگئی۔ سلطان کے ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ سلطان شفیق و مہربان آدمی ہیں ہم تمہیں ان کے پاس پہنچا دیتے ہیں تم ان سے فریاد کرنا انہوں نے مجھے آپکی خدمت میں پہنچا دیا۔ اب میں اپنی بچی آپ ہی سے لوں گی۔ سلطان کو اسکی حالت پر بڑا ترس آیا۔ انکی آنکھیں پرآب ہوگئیں۔ اسی وقت ایک شخص کو لشکر کے بازار میں بھیجا کہ تحقیق کرے کہ کس نے اسکی لڑکی کو خریدا۔ جس نے اسے خریدا ہو اس کو قیمت دے کر اور بچی کو لے کر آئے۔ تھوڑی دیر میں وہ بچی کو کاندھے پر لئے ہوئے نظر آیا۔ بڑھیا زمین پر گر گئی اور اپنی پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک اپنی (مغربی) زبان میں کچھ کہتی رہی۔ پھر خوشی خوشی اپنی بچی کو لے کر چلی گئی۔ (ماہنامہ صدائے اسلام شوال ۱۳۹۹ھ)

سنت کی تابعداری

اسی طرح ابونعیم اور حافظ ابن مندہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جثامہ بن مساق کنانیؓ کو حضرت عمرؓ نے ہرقل شاہ روم کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا وہ ہرقل کے دربار کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بے خیالی میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میرے نیچے کیا چیز ہے؟ اچانک میں نے دیکھا کہ میں سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوں جب میری نظر اس پر پڑی تو میں اتر گیا ہرقل یہ دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ ہم نے (اس کرسی پر بٹھا کر) تمہارا اعزاز کیا تھا

اور تم کیوں اتر گئے؟، میں نے جواب دیا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جیسی کرسی سے منع فرماتے تھے۔ (کنز العمال: ۷/ ۱۵)

قصہ اسود راعی رضی اللہ عنہ

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد کبھی ایک نماز بھی نہیں پڑھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کے مطابق وہ سیدھے جنت میں پہنچے اِن کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ وہ خیبر کے ایک چرواہے تھے اور اجرت پر بکریاں چراتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ فرمایا تو ایک دن انہوں نے قلعہ والوں سے جنگی تیاریوں کا سبب پوچھا، انہوں نے بتایا کہ ایک مدعی نبوت سے مقابلہ ہے، اِنکے دل میں خیال ہوا کہ اِن سے ملنا چاہیے چنانچہ وہ ایک دن بکریاں چرانے کیلئے قلعے سے باہر نکلے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر فروکش تھا سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ فرمایا اِنکے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی اُنہوں نے پوُچھا کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو صلہ کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت! اُنہوں نے کہا کہ میں سیاہ فام اور بدشکل ہُوں اور میرے جسم سے بدبُو آرہی ہے کیا پھر بھی اسلام لانے سے میں جنت کا مُستحق ہوجاؤں گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تمہیں حسن عطا فرمادے گا اور تمہارے جسم کی بدبو خُوشبو سے تبدل ہو جائے گی،، یہ سُن کر اسود راعی رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور عرض کیا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہے، اِن کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن کو قلعے کی طرف ہنکادو، چنانچہ اُنہوں نے بکریاں قلعے کی طرف ہنکادی، اور وہ سب قلعے میں چلی گئیں، اس کے بعد اسود راعی رضی اللہ عنہ جہاد خیبر میں شریک ہوئے جنگ کے بعد جب شہداء آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لائے گئے تو ان میں اسود راعی ؓ کی لاش بھی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تھوڑی دیر کیلئے منہ پھرلیا، صحابہ ؓ نے وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ اس وقت جنت کی حوروں کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے کو حسین بنا دیا ہے۔ اور جسم کو خوشبو سے مہکا دیا ہے، صحابہ کرام ؓ نے ان کا ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ جنتی ہے جس نے اللہ کیلئے کوئی نماز نہیں پڑھی، لیکن سیدھا جنت میں پہنچا ہے۔ (فضائل ایمان ص:۱۲۹)

ایمی سے آمنہ تک

ایمی جو کہ اب مسلمان ہو کر آمنہ کہلاتی ہے بیس سال کی باشعور لڑکی ہے امریکہ کینوک واش میں پیدا ہوئی ۱۹۹۸ میں گنز گا یونیورسٹی میں پولٹیکس میں ماسٹر پروگرام کیلئے داخل ہوئی تھی۔ یہاں اس نے اپنے ماسٹر پروگرام کے دوران اسلامی تعلیمات میں دلچسپی لینا شروع کی۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن لندن کے ٹرپ سے چھ ماہ بعد گھر آئی۔ تو میرے اندر ایک بے چینی سی تھی۔ یہ ۲۰۰۱ء کی بات ہے۔ جب پینٹا گون اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسلام کیا ہے۔ مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ جاننا ہے چنانچہ میری تشنگی مجھے انٹرنیٹ پر لے گئی۔ اور میں اسلامی تعلیمات کی ویب سائٹس تلاش کرنے لگی۔ اگلے سال انٹرنیٹ سے مجھے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ پڑھنے کو ملا۔ تو اسے پڑھا اور سمجھا تو میری زندگی میں ایک انقلاب سا برپا ہو گیا۔ میں جب بھی اسے پڑھتی تو ایسا لگتا کہ اتنا خوبصورت کلام پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ یہ قرآن اب بھی میرے پاس موجود اور محفوظ ہے۔ اس وقت مجھے ۱۱ ستمبر کے حوالے سے اسلام و مسلمانوں کے خلاف بے شمار منفی باتیں مل رہی تھیں۔ مختلف کواٹرز اور میڈیا سے مجھے اسلام و مسلمانوں کے حوالے سے بڑی عجیب باتیں سننے کو ملیں۔ جس سے اسلام میں میری دلچسپی مزید

بڑھی۔ مئی ۲۰۰۲ کو میں جب گریجویشن سے فارغ ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی اور مضمون میری دلچسپی کا مرکز نہیں بن رہا۔ میں جتنا اسلام کے موضوع سے آنکھیں چراتی یہ میری شعور میں موجود رہتا۔ میں سچ مچ اسلامی تعلیمات اور اس کی پیش کردہ سماجی زندگی سے بے حد متاثر ہوچکی تھی۔ میں اسلام سے اس قدر متاثر ہوئی۔ کہ آہستہ آہستہ یہ میرے یقین کی پختگی میں شامل ہوگیا۔ جب میں نے محسوس کیا۔ کہ یہ مذہب تو اب ساری زندگی مجھ پر اثر رکھے گا اس طرح اسلام کی حقانیت میرا ایمان بن گیا۔ مسلمان ہوگئی تھی۔ ہاں لاشعوری طور پر مسلمان بن گئی تھی۔ پھر یہ ہوا کہ میں نے شعوری طور پر اسلام قبول کرلیا۔ (ہفت روزہ ''اہلحدیث'' ج: ۵۳ شمارہ/ ۲۳)

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی استقامت

یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب حضرت عمر بن خطاب ؓ نے اپنے درو خلافت میں مسلمانوں کا ایک لشکر رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی اس لشکر کے ایک سپاہی تھے۔ روم کے بادشاہ قیصر نے اپنے سپاہیوں سے یہ پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ مسلمان کو دیکھیں تو دھوکہ سے گرفتار کر کے میرے پاس زندہ لائیں۔ چنانچہ رومی سپاہیوں نے دھوکہ سے چند مسلمانوں کو گرفتار کرلیا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی تھے۔ مسلمان قیدیوں کو بادشاہ کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے حضرت حذافہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں اگر اس کو قبول کر لے گا۔ تو تجھے رہا کر دوں گا۔ اور تجھے خوب نوازوں گا۔ وہ بات یہ ہے کہ تو عیسائی ہوجا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے بڑے استغنائی اور وقار کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات مجھ سے بہت بعید ہے کہ تیری بات مان لوں ہزار مرتبہ مرجانا مجھے عیسائی بننے سے زیادہ محبوب ہے۔ قیصر نے کہا۔ دیکھو سنو مجھے آپ بڑے سمجھدار آدمی لگ رہے ہیں۔ اگر

میری دعوت قبول کرلو گے تو میں تجھے بادشاہت میں شریک کرلوں گا۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کا زیور پہنے ہوئے حضرت حذیفہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا خدا کی قسم! تم اپنی ساری بادشاہت اور عرب کی ساری بادشاہت دیدو اور مجھ سے یہ امید رکھو کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے ایک پلک جھپکنے کی مقدار پھر جاؤں تو مجھے یہ بھی گوارا نہیں۔ بادشاہ نے کہا: پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: شوق سے بادشاہ نے حضرت عبداللہ کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیدیا جلا دنے پہلے ان کے ہاتھوں کے قریب تیر کا نشانہ لیا اور نصرانیت پیش کی لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے انکار کردیا بادشاہ نے کہا کہ اب اس کے پاؤں کے قریب کا نشانہ لو اور حضرت حذیفہ کو دین اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دی مگر انہوں نے پھر انکار کردیا، قیصر کو حضرت عبداللہ بن حذافہ کو دین اسلام سے پھیرنے کی ایک نئی ترکیب سوجھی اس نے ایک بہت بڑی دیگ منگائی اور تیل ڈال کر آگ پر گرم کرنے کا حکم دیا۔ جب تیل ابلنے لگا تو ایک مسلمان قیدی کو اس ابلتے ہوئے تیل میں پھنکوادیا۔ بس پھر کیا تھا۔ ان کا سارا گوشت جل کر راکھ ہوگیا۔ اور ہڈیاں صاف نظر آنے لگیں اب بادشاہ پھر اس کامل الایمان صحابی کی طرف متوجہ ہوا اور نصرانیت کی دعوت دی مگر اب حضرت عبداللہ بن حذافہ نے پہلے سے بھی زیادہ سختی سے انکار کیا اور اسلام پر ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ جب بادشاہ ہر طرح سے مایوس ہوگیا۔ تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا جب انہیں دیگ کے قریب لے گئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے بادشاہ نے جب یہ منظر دیکھا تو خوش فہمی میں پھر نصرانیت کی دعوت دی اور اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے پھر انکار کردیا بادشاہ نے دریافت کیا۔ کہ پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ اکبر! حضرت عبداللہ بن حذافہ نے جو ایمان افروز جواب دیا ہے تاریخ کے امانت دار سینے نے ہمارے لئے محفوظ کرلیا ہے۔ فرمایا: جب میرے دل میں خیال آیا کہ آج تو اکیلا اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تیری روح نکل

جائے گی کاش! میرے بدن کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور آج ان سب کو اللہ کے راستے میں اس دیگ کی نذر کیا جاتا تو اس حسرت پر مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔ اللہ اکبر! کوئی لالچ اور خوف اس بطل جلیل کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ شاہ روم کو بڑی حیرت ہوئی کہنے لگا۔ تم میرے سر کو بوسہ دیدو میں تمہیں چھوڑ دوں گا فرمانے لگا صرف مجھے نہیں میرے ساتھیوں کو بھی شاہ روم نے کہا: ٹھیک ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور شاہ روم نے حسب وعدہ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آ کر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے سر کو بوسہ دیا۔ (فضائل ایمان: ۶۵)

حسن سلوک سے ہدایت کا دروازہ کھل گیا

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ رات قیام کیا دوسرے دن صبح دہلی کے بازار میں کچھ چیزیں فروخت کرتا ہوا دیکھا گیا۔ کوتوال کو شبہ ہوا کہ یہ چیزیں چوری کی ہیں اس نے اسکو گرفتار کر لیا پوچھنے پر پتہ چلا کہ رات اس نے حضرت خواجہ نظام الدین کے ہاں قیام کیا تھا۔ کوتوال نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان چیزوں کی شناخت کرائی جائے۔ حضرت نے چور کو دیکھا۔ اور فرمایا کہ بھائی تم خود ہی بتاؤ کہ یہ چیزیں چوری کی ہیں۔ یا تمہاری؟ چور خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ نظام الدین خالی ہاتھ آیا اور خالی ہاتھ ہی جائے گا۔ بھلا وہ ان چیزوں کی کیا شناخت کرے گا۔ جس کو اپنی شناخت سے فرصت نہیں۔! اگر اس نے چوری کی ہے تو خدا اس کو بخش دے اگر اس نے چوری نہیں کی تو اس کو چھوڑ دیا جائے پولیس آفسر نے خیال کیا کہ زیر حراست آدمی بے گناہ ہے، اس نے اس کو چھوڑ دیا حضرت محبوب الٰہی نے چور سے فرمایا کہ بھائی تم ہماری چوری کے الزام میں گرفتار کئے گئے، تمہیں تکلیف ہوئی، مجھے معاف کر دو۔ ہمارے مہمان ہو خدا معلوم تم نے ابھی تک کھانا

کھایا ہے کہ نہیں آپ نے چور کے لئے کھانا اور پھل منگوا کر کھلایا۔اس کے بعد اس کے چہرے پر خوشی کے اثار نمودار ہوئے اور وہ چور حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ حضور یہ جاننے کے باوجود کہ میں چور ہوں، یہ چیزیں میں نے آپ کی چرائی ہیں ۔آپ نے میرے قصور کو بغیر میری درخواست کے معاف کر دیا اور میری پردہ پوشی کی مجھ پر مہربانی فرمائی۔ میں آپ کے اس حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا ہوں ۔آپ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے عظیم روحانی پیشوا ہیں جس مذہب کے پیشوا اتنے اچھے ہوں ۔ وہ مذہب کتنا عظیم ہوگا۔ میں اسلام کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کرتا ہوں ۔اسکے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا، ایسا حسن سلوک میرے مذہب کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

بیٹے کی پڑھائی پر باپ کی بخشش

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے۔کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کا ایک قبر کے قریب سے گزر ہوا، اس میں میت کو عذاب دیا جارہا تھا۔دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ قبر میں رحمت کے فرشتے ہیں اور عذاب کی تاریکی کی بجائے وہاں اب مغفرت کا نور تھا۔آپ کو تعجب ہوا اللہ تعالیٰ سے اس راز کے حل ہونے کی دعا کی تو اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ یہ بندہ گنہگار تھا جس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا تھا۔مرتے وقت اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہونے والا تھا۔اب اس کے بچے کو مکتب میں داخل کرادیا گیا۔استاد نے اسکو پہلے دن بسم اللہ پڑھائی تب مجھے اپنے بندے سے حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اسے عذاب دیتا رہوں جب کہ اس کا بیٹا زمین پر میرا نام لیتا رہے۔

ایک بدوی کا قصہ

ایک بدوی بہت رو رہا تھا۔عرب میں دیہاتی شخص کو بدوی کہتے ہیں ۔ایک بدوی بہت

زار وقطار رو رہا تھا۔ جیسے آج کا صوفی تہجد میں اُٹھ کر بہت روتا ہے۔ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ ایسے لگتا ہے گویا جان ہی نکل جائے گی لیکن نافرمانیاں چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ سو ایسا ہی ایک بدوی زار وقطار رو رہا تھا۔ کسی نے پوچھا: کیا ہو گیا؟ کیوں رو رہے ہو؟ پاس ہی ایک کتا پڑا ہوا تھا اس نے کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ مجھے اس کتے سے بہت محبت ہے اور یہ کتا مر رہا ہے اگر یہ کتا مر گیا تو میں زندہ کیسے رہوں گا؟ یہ کہہ کر پھر زار وقطار رونے لگا۔ پوچھنے والے نے پوچھا۔ کتا کیوں مر رہا ہے۔ قریب میں ایک بورا بھرا رکھا تھا۔ اس نے پوچھا۔ اس میں کیا ہے؟ ارے تیرے پاس روٹیوں کا بورا پڑا ہے اور کتا بھوک سے مر رہا ہے اور تو کتے کے عشق میں مرا جا رہا ہے تو آخر اسے روٹی کیوں نہیں دیتا؟ اس نے کہا کہ آنسو مفت کے ہیں اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئیں ہیں۔ اس لیے آنسو بہانا آسان ہے پیسے خرچ کرنا مشکل ہے آنسوؤں کے دریاؤں کے دریا بہا دوں گا۔ روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دوں گا، مرتا ہے تو مر جائے اسی طرح اس دور میں جو لوگ زیادہ نافرمان ہیں کھلے کھلے باغی ہیں مثلاً ڈاڑھی کٹانے والے پردہ نہ کرنے والی عورتیں، بینک اور انشورنس کے سود کھانے والے یہ لوگ تہجد اشراق، چاشت پڑھ کر بہت روتے ہیں گویا اللہ کے عشق میں مرے جا رہے ہیں جیسے مطاف (بیت اللہ کا طواف کرنے کی جگہ) کے کنارے ایک ڈاڑھی منڈا بار بار الحمد اللہ کہتے ہوئے زار وقطار روتا چلا جا رہا تھا اتنا رو رہا تھا کہ کچھ نہ پوچھیں اور صورت دیکھیں تو اس پر اللہ کی لعنت برس رہی ہے۔ الغرض جو جتنا بڑا باغی ہوتا ہے وہ اللہ کو دھوکا دینے کیلئے اتنا ہی زیادہ روتا ہے۔ (وعظ مسلم خوابیدہ از مفتی رشید احمد)

صحابہ کی گستاخی سے آدمی بندر ہو گیا

عارف باللہ شیخ ابن النرغب یمنیؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے اور پھر زیارت روضہ رسول ﷺ کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ دربار کی حاضری کے وقت

والہانہ اشعار قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت شیخ نے تواضع کی بناء پر اتباع سنت کی نیت سے دعوت قبول کر لی آپ کو اس کا حال معلوم نہ تھا کہ وہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی مدح کرنے سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو، جن کو پہلے سے سمجھا رکھا تھا، اشارہ کیا، وہ دونوں اس اللہ والے کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان مبارک کاٹ ڈالی اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا کہ جاؤ زبان ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہا) کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کیا کرتے ہو وہ اس کو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے ہوئے روضہ اقدس کی طرف دوڑے اور چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا، اور روئے، جب رات ہوئی تو خواب میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے صاحبین، حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین صورت میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ میں سے یہ کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لی، اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اپنی جگہ رکھ دی، یہ خواب دیکھ کر شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے۔ دربار نبوت کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس آ گئے۔ آئندہ سال حج کے بعد پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر ایک شخص نے دعوت کیلئے درخواست کی شیخ نے پھر توکل علی اللہ قبول فرمائی اور اس کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے، تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر داخل ہوئے۔ اس

شخص نے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھایا، اور بہت پر تکلف کھانوں سے ضیافت کی، کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا، وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہوا ہے، اس شخص نے شیخ سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بندر کون ہے؟ فرمایا نہیں اس شخص نے عرض کیا کہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان کاٹی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کر دیا ہے، یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔ (ثمرات الاوراق از مفتی محمد شفیعؒ)

صدقہ کا عظیم فائدہ

ایک فرشتہ تیری صورت میں قیامت تک تیری طرف سے حج کرتا رہے گا!

ربیع بن سلمان کہتے ہیں کہ میں حج کیلئے جا رہا تھا۔ میرے ساتھ میرے بھائی اور ایک جماعت تھی۔ جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضرورت سفر خریدنے کیلئے بازاروں میں گھوم رہا تھا، کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا۔ اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے۔ چاقو لیے ہوئے اس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے اس پر سکوت کرنا ہرگز نہ چاہئے عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلا وے گی۔ میں چپکے سے اس کے پیچھے ہولیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی اس کا دروازہ بھی اونچا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے۔ اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرے سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ وہ عورت اندر آ گئی اور وہ زنبیل اس لڑکیوں کے سامنے رکھ دی میں کواڑوں کی درزوں سے جھانک رہا تھا میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں

کو آواز دی کہ لو اس کو پکالو اور اللہ کا شکر ادا کرو اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت ضیق ہوئی۔ میں نے باہر سے آواز دی اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اسکو نہ کھا۔ وہ کہنے لگی تو کون ہے؟ میں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم خود مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔؟ میں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندان نبوت کے شریف (سید) ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہو گیا۔ جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے۔ ہمارا چار دن کا فاقہ ہے ربیعؒ کہتے ہیں۔ کہ اس کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا۔ اور میں روتا ہوا دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آکر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کو نہیں رہا۔

اس نے مجھے بہت سمجھایا حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ میں نے کہا لمبی چوڑی باتیں نہ کرو۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لے لیا اور نقد چھ سو درھم تھے وہ لیے اور ان میں سے سو درھم کا آٹا خریدا اور باقی درھم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا۔ اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی۔ اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کردے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور ایسا بدلہ عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کردے دوسری نے کہا اللہ

جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا، تیسری نے کہا حق تعالی شانہ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی۔ کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا فرما کر اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر ربیعؒ کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ میں کوفہ میں مجبورًا پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں۔ ان سے اپنے لئے دعا کراؤں کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدلہ عطا فرمائے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ دعا کیسی؟ میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم ہو وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے۔ اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا۔ تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کئے؟ میں اپنے دل میں سوچنے لگا۔ کہ یہ اللہ کا لطف ہے اتنے میں خود میرے شہر کے حامیوں کا قافلہ آ گیا۔ میں نے کہا حق تعالیٰ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے۔ وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا۔ یا رمی جمرات نہیں کی۔ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے۔ آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے۔ یا مدینہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبر اطہر کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر کو آ رہے تھے۔ اس وقت ازدھام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی۔ جس کی مہر پر لکھا ہوا تھا۔ ''من عاملنا ربح'' (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ

تھا۔اس کو لے کر گھر واپس آیا،عشاء کی نماز پڑھی۔اپنا وظیفہ پورا کرلیا۔اسی سوچ میں جاگتا رہا۔آخر یہ قصہ کیا ہے۔اسی میں میری آنکھ لگ گئی۔تو میں نے حضو اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔اور ہاتھ چومے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا؟ تو مانتا ہی نہیں ۔سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی۔صدقہ کیا اور اپنا زادراہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا۔تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرمادیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درھم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں۔تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی ارشاد فرمائے ''من عاملنا ربح'' ربیع کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا۔اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔(موت کا منظر ص:۱۵۰)

تین عقلمند باندیاں

ہارون الرشید کو ایک مرتبہ ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی،اس نے اعلان کیا تو اس کی خدمت میں تین لونڈیاں حاضر ہوئیں،بادشاہ نے دیکھا تو کہا کہ مجھے تو ایک درکار ہے اور تم تین ہو،اچھا میں تم تینوں میں انتخاب کرتا ہوں،تینوں لونڈیاں سامنے ایک صف میں کھڑی تھیں،بادشاہ جب انتخاب کیلئے اٹھا تو پہلی بولی:{**والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار**} اور سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے۔

پہلی نے یہ آیت پڑھی تو دوسری جو دونوں کے وسط میں کھڑی تھی بولی{ **وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس**} اور اسی طرح بنایا ہے ہم نے تم کو درمیانی

امت تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ تیسری جو سب سے آخر میں کھڑی تھی اس نے حسب ذیل آیت پڑھ ڈالی **وللاخرة خير لک من الأولیٰ** اور آخر بہتر ہے آپ کیلئے پہلے سے، ہارون الرشید تینوں پر بہت خوش ہوئے اور تینوں کو خرید لیا۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابوبکر کی سخاوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگنے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے منع کر دیا، پھر حاضر ہوا پھر منع کر دیا تو میں نے عرض کیا کہ یا تو آپ مجھے عطا فرمائیں یا میں سمجھوں گا کہ آپ مجھ پر بخل کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ بخل سے بری کون سی بیماری ہو سکتی ہے، بات یہ ہے کہ جب تم مجھ سے مانگنے آئے تو میں نے تمہیں ایک ہزار دینے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ آپ نے مجھے تین ہزار گن کر عنایت فرمائے۔ (مکارم الاخلاق ص ۲۲٦٤)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا اُس وقت میرے پاس مال تھا چنانچہ میں نے سوچا آج تو میں حضرت ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں آدھا مال لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا آدھا چھوڑ کر آیا ہوں، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر اپنا کل مال لے کر حاضر ہوئے اور آنحضرت کے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں نے اپنے گھر والوں کے لیے صرف اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر سے کہہ دیا کہ اب آئندہ میں آپ سے سبقت لے جانے کا مقابلہ کبھی نہیں کروں گا۔ (الترغیب والترہیب للیافعی ص ۳۸۷ مکارم الاخلاق)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو چالیس ہزار درہم کے مالک تھے یہ

ساری رقم اللہ کے راستے میں خرچ کردی ۱ اور بہت سے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن میں حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ جیسے جلیل القدر حضرات شامل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کسی مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا مجھے ابوبکر کے مال نے نفع پہنچایا ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اور میرا مال تو صرف آپ ہی کے لیے ہے۔

حضرت عمر کی سخاوت

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے کسی رشتہ دار نے ان سے سوال کیا، آپ نے اُسے ڈانٹ کر مجلس سے نکال دیا، اس واقعہ پر لوگوں میں تبصرہ ہوا اور حضرت عمر سے پوچھا گیا کہ فلاں شخص کو کیوں نکال دیا گیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ شخص اللہ کے مال کے بارے میں سوال کرنے آیا تھا، اس میں سے اگر اُسے دے دیتا تو پھر اللہ کے دربار میں قیامت کے دن خیانت کرنیوالے حاکم کی صورت میں پیش ہو کر کیا معذرت کرتا، اگر اس شخص کو مانگنا تھا تو میرے ذاتی مال کا سوال کرتا پھر آپ نے اُسے دس ہزار درہم بھجوائے۔ (اُسد الغابہ ج ۳ / ۲۲۲۲ مکارم الاخلاق ص ۳۲۶۶ مکارم الاخلاق ص ۲۶۶)

آج کے بعد کچھ بھی کرتے رہیں ان کا کچھ نہ بگڑے گا

غزوہ تبوک کے موقع پر سیّدنا حضرت عثمان نے مثالی قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے تین سو اُونٹ مع ساز و سامان صدقہ فرمائے اور پھر ایک ہزار اشرفیاں لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں آپ کی گود میں ڈال دیا، راوی کہتا ہے کہ وہ اشرفیاں آنحضرت اپنے دستِ مبارک سے اُلٹتے پلٹتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ مَا ضَرَّ ابْنُ عَفَّانَ مَا فَعَلَ

بَعْدَ هٰذَا (آج کے بعد عثمان کچھ بھی کرتے رہیں اُن کا کچھ نہ بگڑے گا) مطلب یہ ہے کہ اس صدقہ کی قبولیت کی برکت سے انہیں کامل خیر کی توفیق نصیب ہوگی۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط سالی ہوئی، سیّدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے شام کے علاقہ سے سو اُونٹ غلہ منگایا، جب غلہ سے بھرے اُونٹ مدینہ پہنچے تو شہر کے تاجر حضرت عثمان کے پاس آئے اور درخواست کی کہ امیر المومنین! جتنے درہم میں آپ نے یہ غلہ شام سے خریدا ہے اُسی کے برابر نفع دے کر ہم خریدنے کو تیار ہیں، حضرت عثمان نے جواب دیا کہ اِس سے زیادہ قیمت لگ چکی ہے تو تاجروں نے کہا اچھا دوگنے نفع پر دیجئے، حضرت نے پھر جواب دیا کہ اس سے بھی زیادہ کا بھاؤ لگ چکا ہے، تاجر بھی نفع بڑھاتے رہے تا آنکہ پانچ گنے تک نفع پر آگئے اور حضرت عثمان پھر بھی تیار نہ ہوئے اور یہی فرماتے رہے کہ اِس کی زیادہ قیمت لگ چکی ہے، یہ سن کر تاجروں نے کہا کہ آخر کس نے آپ سے زیادہ قیمت لگادی مدینہ کے تاجر تو ہم ہی ہیں، حضرت عثمان نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دس گنا عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے تو کیا تم لوگ اتنا یا اس سے زیادہ دینے پر راضی ہو؟ تاجروں نے انکار کردیا پھر حضرت عثمان نے اعلان کیا کہ اے لوگو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارا غلہ مدینہ کے فقرا اور مساکین پر صدقہ ہے اور وہ غلہ سب محتاجوں میں تقسیم فرمادیا۔ (الترغیب والترہیب للیافعی ص ۲۸۷ مکارم الاخلاق ص ۷۰)

حضرت علی کی سخاوت

ابوجعفر کہتے ہیں کہ اگرچہ انتقال کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ درہم تک پہنچ گئی تھی لیکن شہادت کے دن ستر ہزار درہم قرض تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر اتنا زیادہ قرض آپ پر کیسے ہوگیا تو جواب ملا کہ بات یہ تھی کہ آپ کے وہ دوست

احباب اور رشتہ دار جن کا مالِ غنیمت میں باقاعدہ حصہ مقرر نہیں آپ کے پاس آ کر سوال کرتے تو آپ انہیں مرحمت فرماتے جاتے تھے، آپ کی وفات کے بعد حضرت حسن نے آپ کی جائیداد وغیرہ بیچ کر قرض ادا کیا اور ہر سال حضرت علی کی طرف سے سو غلام آزاد فرمایا کرتے تھے حضرت حسن کے بعد سیّدنا حضرت حسین اس سنت کو زندہ رکھے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے پھر بعد میں یہ سنت جاری نہ رہ سکی۔

حضرت طلحہ نے سات لاکھ درہم فقراء پر تقسیم کر دئے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی زمین حضرت عثمان کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں بیچی، جب یہ رقم آپ کے پاس آئی تو آپ کو خیال ہوا کہ اگر یہ مال رات بھر رکھا رہا اور اسی دوران موت آ گئی تو کیا ہوگا لہٰذا اسے اپنے خدام کے ذریعہ مدینہ کے فقراء و مساکین اور بیوہ عورتوں کو رات بھر تقسیم کراتے رہے اور صبح ہوتے ہوئے ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔

زیاد بن جریر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے ایک ہی مجلس میں ایک لاکھ درہم تقسیم فرمادیے جبکہ آپ کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ اپنی چادر کا کنارہ خود ہی سی لیا کرتے تھے۔ (الترغیب والترہیب ص ۲۸۸ الترغیب والترہیب ص ۳۸۹ ایضًا ص ۴۸۸ ایضًا ص ۸۹)

حضرت عائشہ کی سخاوت

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ محترمہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دو تھیلیوں میں بھر کر اَسی ہزار درہم روانہ فرمائے، حضرت عائشہ اُس دن روزہ سے تھیں مگر صبح سے طبق میں دراہم رکھ کر فقراء اور محتاجین کو تقسیم کرنے تشریف

فرما ہوئیں اور شام تک ساری رقم تقسیم فرما دی اور ایک درہم بھی باقی نہیں رہا، شام کو خادمہ افطار کے لیے حسبِ معمول روٹی اور تیل لائی اور عرض کیا کہ اماں جان! اگر آپ اس مال میں سے ایک درہم بچا کر اس کا گوشت منگا لیتیں تو آج اسی سے افطار کرلیا جاتا، حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم پہلے سے یاد دلاتیں تو میں تمہاری خواہش پوری کر دیتی۔

حضرت سعید بن زید کی سخاوت

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر اللہ واسطے سوال کیا تو حضرت سعید نے اپنے غلام سے کہا کہ اسے پانچ سو دے دو، غلام نے پوچھا کہ حضرت! دینار دُوں یا درہم؟ حضرت سعید نے فرمایا کہ میرا ارادہ اصل میں درہم دینے کا تھا مگر جب تم نے سائل کے سامنے دینار کا ذکر کر دیا تو اب پانچ سو دینار ہی دے دو۔ یہ سن کر سائل رونے لگا حضرت سعید نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ اُس نے عرض کیا کہ میرے آقا! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ جیسے فضل وکرم والے کو زمین اپنے اندر کیسے سموئے گی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر کی سخاوت

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس سوال کرنے آیا اُس وقت ان کی باندھی ان کے سامنے کسی خدمت میں لگی تھی، حضرت عبداللہ نے اس سائل سے کہا کہ اِس باندی کو پکڑ کر لے جاؤ یہ تمہاری ہے، یہ سن کر باندی بولی میرے آقا آپ نے مجھے مار ڈالا، حضرت عبداللہ نے فرمایا یہ کیسے؟ باندی نے کہا آپ نے مجھے ایسے شخص کو ہبہ کر دیا جس کی تنگدستی نے اسے سوال کرنے پر مجبور کر دیا ہے، باندی کی یہ بات سن کر عبداللہ بن جعفر نے اس سائل سے فرمایا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ باندی میرے ہاتھ فروخت کر دو، اُس شخص نے کہا بہت اچھا جس قیمت پر

چاہے آپ اسے لے لیں تو حضرت نے فرمایا میں نے اسے سو اَشرفی میں خریدا تھا اب تم مجھے دوسو اَشرفی میں اسے دے دو چنانچہ حضرت عبداللہ نے وہ باندی واپس لے لی اور سائل کو دوسو اَشرفی دے کر فرمایا جب یہ ختم ہوجائے تو پھر آجانا، یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھ کر باندی نے عرض کیا آقائے من! میری وجہ سے آپ کو بڑا بوجھ اُٹھانا پڑا، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ تیری عزت میرے نزدیک تیرے اُوپر خرچ کیے گئے مال سے زیادہ ہے۔ (مکارم الاخلاق ص ۲۷۳)

حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے پڑوس کے چالیس خاندانوں پر خرچ کیا کرتے تھے اور عیدین کے موقع پر ان کے لیے کپڑے وغیرہ بنا کر بھیجتے تھے، ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک بستی پر ہوا گرمی سے بچنے کے لیے آپ ایک کھجور کے باغ میں ایک درخت کے سائے میں آرام فرما ہوئے اسی دوران آپ نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام باغ کی نگرانی پر مامور ہے اُس کے لیے دوپہر کا کھانا لایا گیا جس میں روٹی کے چند ٹکڑے تھے، جب اُس غلام نے کھانے کا ارادہ کیا تو وہاں ایک کتا آپہنچا اُس نے روٹی کا ایک ٹکڑا کتے کے سامنے پھینک دیا جب وہ کھا چکا تو دوسرا اور تیسرا ٹکڑا بھی پھینک دیا، عبداللہ یہ ماجرہ دیکھ رہے تھے آپ نے اُس غلام سے پوچھا کہ روزانہ تمہارے کھانے کا کیا انتظام ہے؟ اُس نے کہا کہ یہی روٹی کے تین ٹکڑے آجاتے ہیں، حضرت عبداللہ نے پوچھا پھر تم نے اپنے مقابلہ میں کتے کو کیوں ترجیح دی؟ تو اُس غلام نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ یہ علاقہ کتوں کا نہیں ہے یہ کتا بہت دُور سے چل کر میرے پاس آیا ہے میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ یہ بیچارا محروم واپس جائے، حضرت عبداللہ نے پوچھا پھر اب تم دن بھر کیا کرو گے؟ غلام نے جواب دیا کہ اب میں اگلے دن تک بھوکا رہوں گا، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں یہ سوچا کہ مجھے سخاوت پر ملامت کی جاتی ہے حالانکہ یہ غلام مجھ سے بھی بڑا سخی ہے پھر غلام سے پوچھا کہ اس باغ کا مالک کون ہے؟ اُس نے بتایا کہ مدینہ میں رہنے والے فلاں شخص ہیں چنانچہ عبداللہ بن

جعفر جب مدینہ تشریف لائے تو اس باغ کے مالک سے پورا باغ غلام سمیت خرید لیا اور پھر غلام کو بلا کر فرمایا کہ تو اللہ کے لیے آزاد ہے اور یہ باغ تیری ملکیت ہے۔

عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے معاویہ سے پوچھا گیا کہ یہ بتلائیے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر کی سخاوت کہاں تک پہنچی ہوئی تھی؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے مال میں سب لوگوں کو برابر کا شریک سمجھتے تھے، جو بھی سائل آتا اُسے بھرپور عطا فرماتے، یہ نہ سوچتے کہ اِنہیں خود ضرورت ہے اس لیے دینے میں کمی کریں اور نہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ بعد میں محتاج ہو جائیں گے اس لیے ذخیرہ کر کے رکھیں۔ (الترغیب والترہیب ص۲۹۰ شعب الایمان ج۷ ص۴۳۷)

سیّدنا حضرت حسین کی سخاوت

ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں بیس یا تیس اُونٹ لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوا تاکہ لوگوں سے کھجوروں کا سوال کروں تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمرو بن عثمان اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما اپنے اپنے باغوں میں ہیں اس لیے ان سے جا کر مانگو چنانچہ سب سے پہلے میں حضرت عمرو بن عثمان کے پاس پہنچا اُنہوں نے دو اُونٹ بھر کر کھجوریں عطا فرمائیں پھر کسی شخص نے مجھے مشورہ دیا کہ تم حضرت حسین کے پاس جاؤ چنانچہ میں اُن کے باغیچے میں پہنچا میں انہیں پہچانتا نہیں تھا، دیکھا کہ ایک آدمی زمین پر بیٹھا ہے اور اُس کے اردگرد غلام بیٹھے ہیں درمیان میں ایک بڑا پیالہ ہے جس میں موٹی روٹی اور گوشت ہے اور وہ سب مل کر کھا رہے ہیں، میں نے جا کر سلام کیا اور دل میں سوچا کہ یہ آدمی تو شاید کچھ بھی نہ دے، بہرحال حضرت حسین نے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ کھلایا پھر پانی کی ایک چھوٹی نہر کی طرف گئے اور پانی پیا اور ہاتھ دھوئے پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے کچھ اُونٹ لے کر یہاں حاضر ہوا ہوں میرا ارادہ آپ

حضرات سے کھجوریں لے کر انہیں بھر کر لے جانے کا ہے، حضرت نے فرمایا کہ جاؤ اپنے اُونٹ لے آؤ چنانچہ میں لے کر حاضر ہوا تو فرمایا کہ اِس کوٹھری میں چلے جاؤ اس میں کھجوریں رکھی ہوئی ہیں جتنا بھر سکو بھر لو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی ساری اُونٹنیاں بھر لی اور چلا آیا اور دل میں سوچنے لگا کہ واقعی یہ ہے سخاوت۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی سخاوت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مہمان ہوئے، آپ نے اپنا مکان حضرت ایوب انصاری کے لیے خالی فرمادیا اور کہا کہ جس طرح آپ نے (ہجرت کے موقع پر) آنحضرت کے ساتھ معاملہ فرمایا تھا اب میں بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا، پھر پوچھا کہ آپ پر کتنا قرض ہے؟ حضرت ابوایوب نے فرمایا کہ بیس ہزار، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس نے چالیس ہزار عطا فرمائے اور ساتھ ہی بیس غلام دے کر فرمایا کہ گھر میں جو بھی سامان ہے وہ بھی آپ ہی کی مِلک ہے۔ (مکارم الاخلاق ٥ ٢٢٧ مکارم الاخلاق ص ٢٧٩)

صحابہ پر سب وشتم کرنے والے پر عذاب کے واقعات

صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والے پر آخرت سے پہلے بسا اوقات دنیا میں بھی عذاب لوگوں کو دکھایا گیا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ''کتاب الروح'' میں لکھتے ہیں کہ ابواسحاق نے کہا کہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لیے بلایا گیا، جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا اٹھایا؛ تو دیکھا کہ ایک سانپ ہے، جو اس کے گلے میں لپٹا ہوا ہے اور بہت موٹا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں چلا آیا اور اس کو غسل نہیں دیا، لوگ بیان کرتے تھے کہ وہ صحابہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ (کتاب الروح:۷۰)

''ائمہ تلبیس'' میں بدایونی کے حوالے سے اکبر بادشاہ کے حالات میں لکھا ہے:

’’ملّا احمد نامی ایک رافضی، صحابۂ کرام کو گالیاں دیتا تھا، ایک مرتبہ اکبر لاہور آیا ہوا تھا، ملا احمد صحابۂ کرام کے خلاف سب وشتم کی غلاظت اچھالنے لگا۔ ایک غیور مسلمان مرزا فولاد بیگ نے اس کو قتل کر دیا اور یہ رافضی کئی دن تک حالت نزع میں دم توڑتا رہا، اس اثنا میں اس کا چہرہ مسخ ہو کر سور کی شکل میں تبدیل ہو گیا تھا، بہت سے لوگوں نے اس کو اس حالت میں دیکھا۔ ملا بدایونی کہتے ہیں کہ میں نے بھی اس کو اس حالت میں دیکھا۔‘‘ (ائمہ تلبیس: مصنفہ ابوالقاسم رفیق دلاوری: ۳۳۴)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عید کے دن جارہے تھے، کہ ایک جگہ چند لوگوں کو ہنستا کھیلتا دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کو گھوڑ دوڑ کے میدان کی طرح بنایا ہے تاکہ بندے طاعت و عبادت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں، پس ایک قوم آگے بڑھی اور ایک گروہ پیچھے رہ گیا۔ تعجب ہے ان پر جو ہنستے کھیلتے ہیں، اس دن میں جس میں بعض لوگ عبادت میں آگے بڑھنے کی وجہ سے کامیاب ہو گئے اور بعض لوگ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے گھاٹے میں رہے، جب حقیقت سے پردہ اٹھے گا؛ تو مقبول لوگ خوش ہوں گے اور مردود لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ (کیمیائے سعادت: ۹۵، احیاء العلوم: ۱/۲۳۶)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ان جملوں سے اسی طرف اشارہ کیا ہے، کہ عید کے دن خوش تو اس کو ہونا چاہیے جس نے رمضان میں بھاگ دوڑ کی ہو اور طاعت وعبادت کر کے مقبول بندوں میں شامل ہو گیا ہو، اگر ایسا نہیں کیا؛ تو پھر عید کا دن تو اس کی محرومی کا دن ہے اور غم منانے کا دن ہے؛ اس لیے کہ وہ انعام خداوندی سے محروم ہے اور محروم کیا خوشی منائے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایثار - واقعات کی روشنی میں

حدیث وتفاسیر کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے سخت فاقہ لگا ہے۔ آپ نے اپنی عورتوں سے معلوم کیا کہ کوئی چیز تم لوگوں کے پاس ہے؟ لیکن کسی جگہ بھی کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ کوئی ہے، جو ہمارے مہمان کی آج رات مہمان نوازی کرے؟ تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے کہا کہ میں ان کی مہمان نوازی کروں گا؛ پھر ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ مہمانِ رسول کی خاطر داری میں کوئی کسَر نہ چھوڑنا، ان کی بیوی نے کہا کہ آج ہمارے گھر سوائے بچوں کے کھانے کے کوئی چیز نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سُلا دو اور ہم بھی آج اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر بھوکے رہ جائیں گے اور جو کھانا ہے، اس کو لے آؤ اور جب ہم کھانے بیٹھیں، تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دو، تاکہ مہمان سمجھیں کہ ہم بھی ان کے ساتھ کھا رہے ہیں؛ چناں چہ ان کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح مہمان کو سارا کھانا کھلا دیا اور خود وہ اور ان کے بیوی بچے سب بھوکے رہ گئے۔ جب صبح ہوئی اور یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں مرد و فلاں عورت سے اللہ نے تعجب کیا اور ان کے بارے میں آیت نازل کی ہے؛ پھر یہ آیت سنائی۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:)

وہ حضرات اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود ان کو تنگی ہو۔

(الدر المنثور: ۸/ ۱۰۷، الکشف والبیان للنیسابوري: ۹/ ۲۶۹)

اسی آیت کے شانِ نزول میں بعض مفسرین کرام نے یہ واقعہ بھی روایت کیا ہے کہ ایک صحابی کو کسی نے بکری کی سِری ہدیے میں بھیجی، ان صحابی نے کہا کہ فلاں بھائی صاحبِ اولاد ہیں، وہ مجھ سے زیادہ اس کے محتاج ہیں؛ لہٰذا ان کو دے دو۔ لہٰذا وہ سری ان کے گھر بھیج دی گئی۔ وہ دوسرے صحابی کہنے لگے کہ میرے سے فلاں صاحب محتاج ہیں؛ لہٰذا ان کو دے دو، وہ سِری وہاں سے ایک تیسرے

صحابی کے پاس پہنچی ،اس طرح ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے گھر ہوتی ہوتی سات گھروں کا چکر لگا کر اور بعض روایات میں ہے کہ نو گھروں کا چکر لگا کر وہ سِری پھر پہلے صحابی کے پاس ہی آ گئی ،اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی ۔(الدر المنثور:۸/۱۰۸،الکشف والبیان للنیسابوری:۹/۲۶۹)

ایک اور حیرت انگیز واقعہ تاریخ نے محفوظ کیا ہے، وہ یہ کہ حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں اور انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی تھی ، زمانۂ جاہلیت بھی دیکھا اور زمانۂ اسلام بھی دیکھا تھا ، وہ کہتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں میرے چچا زاد بھائی کو تلاش کرنے نکلا اور ساتھ میں ایک پانی کا مشکیزہ لے لیا تا کہ اگر وہ مل جائیں اور پانی کی ضرورت پڑے ،تو پریشانی نہ ہو، کہتے ہیں کہ میں نے ان کو ایک جگہ پا لیا، وہ نزع کی حالت میں زخمی پڑے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا کہ کیا میں تمھیں پانی پلاؤں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! اتنے میں ان کے قریب ایک اور شخص زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے، انھوں نے آہ کی ، میرے چچا زاد بھائی نے کہا کہ پہلے ان کو پانی پلاؤ! دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ تھے، میں ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ کیا پانی پلاؤں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہاں! اتنے میں ایک اور شخص کے کراہنے کی آواز آئی ،تو ہشام کہنے لگے کہ اس کو پہلے پلا دو، حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس پہنچا، تو ان کا انتقال ہو چکا تھا، لٰہذا میں ہشام کے پاس آیا، دیکھا تو ان کا بھی انتقال ہو گیا ہے، یہ دیکھ کر میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس آیا کہ ان کو پانی پلا دوں ؛ مگر جب ان کے پاس پہنچا، تو ان کا بھی وصال ہو چکا تھا۔(مختصر تاریخ دمشق:۸/۱۴۲)

یہ تھے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم، جن کے دلوں میں اللہ ورسول کی محبت اس طرح سمائی گئی تھی کہ وہ ہر چیز کو اس کے لیے قربان کر سکتے تھے، یہ اللہ ورسول کے عاشقین بھی تھے اور محبوبین بھی تھے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ کو پانا چاہتا

ہوں، آپ کی قیمت کیا ہے؟ اگر آپ کی قیمت معلوم ہو جائے، تو کوشش کر کے آپ کو پالوں گا۔ اللہ نے فرمایا کہ "میری قیمت معلوم کرنا چاہتے ہو، تو سنو! کہ میری قیمت دونوں عالم ہیں، اس پر وہ بزرگ وجد میں آگئے اور اللہ کی جناب میں عرض کیا کہ اے اللہ! اگر آپ کی قیمت صرف یہ ہے کہ دو عالم دے دیے جائیں، تو یہ تو بہت سستا سودا ہے۔ کہنے لگے کہ ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ

نرخ بالا کن، ارزانی ہنوز

یعنی آپ نے اپنی قیمت دو عالم بتائی ہے، اپنی قیمت میں اضافہ کیجیے! کہ یہ تو بہت کم ہے۔ اس طرح اللہ کی محبت اگر دنیا کے ان معمولی ٹکوں کے بدلے میں ملجائے، تو بہت سستا سودا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی دنیا کو مزین کر کے پیش کیا گیا تھا

حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج تشریف لے گئے، تو اس موقعے پر ایک واقعہ پیش آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت آئی اور مزین تھی، اپنے آپ کو اس نے آراستہ پیراستہ کیا تھا، زیورات کے ساتھ اور مختلف زیب و زینت کی چیزوں کے ساتھ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتی ہوئی آئی، اللہ کے نبی علیہ السلام نے چہرہ پھیرلیا؛ پھر دوبارہ بھی آئی، اللہ کے نبی علیہ السلام نے پھر چہرہ پھیرلیا، تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے آگے بڑھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یارسول اللہ! آپ نے پہچانا کہ یہ عورت کون تھی؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں نے نہیں پہچانا، کون تھی یہ عورت؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے

فرمایا کہ یہ عورت نہیں ؛ بلکہ دراصل دنیا تھی اور یہ بوڑھی ہو چکی ہے؛ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو آراستہ، پیراستہ، مزین کر کے آپ کو بہکانے کے لیے آئی تھی۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس کی طرف نظر بھی نہیں فرمائی، اگر آپ خدانخواستہ اس عورت کو دیکھ لیتے، تو آپ کی پوری امت ہلاک ہو جاتی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۳)

اس ناپاک دنیا کو اللہ کے نبی نے دیکھا نہیں اور امت کا یہ حال ہے کہ وہ اس میں ملوث ہے اور اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے، تو پھر کیا ہوتا؟ اس سے اندازہ کیجیے کہ آج ہم لوگوں کے اندر کتنا قصور اور فتور پیدا ہو گیا ہے اور ایمانی اعتبار سے کس قدر کمزوری آ گئی ہے کہ ہمارے نبی نے جس کو دیکھا تک نہیں، آج ہم اسی کے اندر پوری طرح ملوث ہو گئے ہیں، اسی مال کے لیے، پیسے کے لیے، اسی دنیا کے لیے، زیب و زینت کی چیزوں کے لیے، انسان اپنا سب کچھ خرچ کر دیتا ہے، اپنی جوانی لگا دیتا ہے، اپنی ساری طاقت گنوا دیتا ہے، اپنی آنکھوں کی طاقت، کانوں کی طاقت، دل کی طاقت، دماغ کی طاقت، سب اسی کے پیچھے لگایا ہوا ہے، بس ہر وقت اسی فکر میں ہے کہ کس طرح کماؤں، کس طرح جمع کروں، کس طرح کھاؤں، کس طرح گنواؤں؟ پھر اسی اُدھیڑ پن میں پوری زندگی گزر جاتی ہے، جب کہ یہ دنیا اس قابل تھی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا ہمیں بھی اسی طرح برتاؤ کرنا چاہیے تھا کہ ہم اس کی طرف نہ دیکھتے، منھ پھیر لیتے ؛ لیکن اس کے تزئین وملمع کاری نے ہم لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے؛ اس لیے انسان دنیا کی چیزوں کی طرف لپکتا چلا جاتا ہے۔

دنیا کی عورتوں اور جنت کی حوروں کا فرق

دنیا کی عورتوں کو شیطان ملمع کاری کے ذریعے حسین دکھاتا ہے؛ جب کہ انسان کو غور کرنے سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ دنیا کی عورت میں کس قدر کھوٹ و عیب ہے۔ قرآن کریم نے اسی

لیے دنیا کی عورتوں کے مقابلے میں جنت کی حوروں کا تذکرہ کر کے ان کے فرق کو بتایا ہے؛ تاکہ شیطان کی ملمع سازی اور تزیین کاری کو پہچانا جائے۔

اس سلسلے میں غور وفکر کے لیے قرآن کریم میں بعض جگہ اشارات دیے گئے ہیں؛ چناں چہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ جنت کے ذکر میں فرمایا: لَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔

(البقرۃ:۲۵، النساء:۵۷)

یعنی جنت میں جنتیوں کو جو بیویاں، حوریں ملیں گی، وہ مطہر یعنی پاکیزہ بیویاں ہوں گی، پاکیزہ بیویاں، جن کے اندر نجاست نہیں، گندگی کا نام ونشان نہیں، بالکل پاک وصاف۔

یہ طہارت دو قسم کی ہے: ایک ظاہری طہارت اور ایک باطنی طہارت۔ ظاہری طہارت کیا؟ پاخانہ نہیں ہوگا، پیشاب ان سے نہیں نکلے گا، پسینہ نہیں نکلے گا، اسی طرح اور جو مختلف قسم کے فُضلات انسان کے جسم سے نکلتے ہیں، جو کبھی نفرت کا باعث بنتے ہیں، ان ساری چیزوں سے جنت کی حوریں پاک ہوں گی اور باطنی اعتبار سے مطہرہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دل کے اعتبار سے بھی بہت پاکیزہ ہوں گی، اخلاق کے اعتبار سے بھی بہت پاکیزہ ہوں گی، ان کے اندر کوئی عیب نہ ہوگا؛ یہ اس کا مطلب ہے۔

سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اتنا بھی فرما دیے ہوتے: فِيهَآ أَزْوَاجٌ (جنت میں بیویاں ملیں گی) تو بات کافی ہوجاتی؛ لیکن ''مطہرہ'' کہہ کر بتانا یہ چاہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے غور کرو کہ دنیا کی عورتوں کا کیا حال ہے؟ آدمی عورت کو بہت پسند کرتا ہے؛ حالاں کہ اسے پاخانہ بھی لگتا ہے، اس سے پیشاب بھی نکلتا ہے، ماہواری خون بھی جاری ہوتا ہے اور گندگیاں بھی ہوتی ہیں اور غسل نہ کرے، تو بدن کے اندر بدبو پیدا ہوجاتی ہے، منھ اگر نہ دھوئے، تو منھ کے اندر بدبو پیدا ہوجاتی ہے، گویا ساری گندگیوں کا مرکز اور معدن بن جاتی ہے۔ یہ ہے دنیا کی عورت کا حال، جس پر تم فریفتہ ہوتے ہو۔

اور رہی اخلاق اور کردار کے اعتبار سے، تو وہ معلوم ہی ہے، اسے تو کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ یہاں کی عورتوں کا کیا حال ہوتا ہے، بداخلاقی، بدزبانی، ناشکری، ان کے اندر عیوب ہی عیوب ہوتے ہیں۔

تو دیکھیے بظاہر عورت دیکھنے میں اچھی لگتی ہے، انسان اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے؛ لیکن یہ مُلمَّع سازی ہے، تزئین کاری ہے؛ لیکن حقیقت کے اعتبار سے عورت ساری گندگیوں کا مرکز اور معدَن ہے۔

دنیا کے ذریعے شیطان کس طرح بہکاتا ہے؟

اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک جگہ درخت ہے اور لوگ اس درخت کی پوجا کر رہے ہیں، تو اس آدمی کے دل کے اندر ایک عزم ایک حوصلہ پیدا ہوا کہ اس درخت کو اکھاڑ دینا چاہیے؛ اس لیے کہ یہ درخت لوگوں کو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف آنے سے مانع بن رہا ہے اور اس کے بہ جائے شرک و گمراہی اور کفر میں پھنسنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

چنانچہ وہ شخص کچھ ہتھیار لے کر گیا اور درخت کو اکھاڑنا شروع کیا، شیطان آیا اور کہنے لگا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں اس درخت کو اکھاڑنا چاہتا ہوں، اس لیے کہ اس درخت کی وجہ سے بہت سے اللہ کے بندے کفر میں پھنس رہے ہیں، اور شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں نہیں! تم ایسا مت کرو، اس کو یہاں کے لوگوں نے اب تک پالا اور بڑھایا ہے اور اس کے پیچھے ہم نے محنت کی ہے۔ مگر اس شخص نے کہا کہ نہیں نہیں! میں تو اللہ کے لیے آیا ہوں اور یہ کام میں کر کے رہوں گا۔ اس نے اپنا پورا عزم بتایا، پورا حوصلہ بتایا۔ جب شیطان نے اس کا یہ عزم دیکھا، تو اس کی ہمت اور طاقت کے مقابلے میں شیطان مجبور ہو گیا؛ (اس لیے کہ

اخلاص کے ساتھ جب عمل ہوتا ہے، تو اس کے اندر بڑی قوت ہوتی ہے اور شیطان اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا)، تو شیطان عاجز آ گیا۔ پھر سوچنے لگا کہ کس طرح اس کو اس نیکی سے روکوں؟ اس کی سمجھ میں ایک بات آ گئی، شیطان نے اس سے عاجزی سے کہا کہ میری ایک درخواست ہے اس کو سن لیں۔

اس نے کہا کیا درخواست ہے؟ شیطان نے کہا کہ درخواست یہ ہے کہ تم اس کام کو چھوڑ دو، تو میں روزانہ تمھیں دو درہم دے دیا کروں گا، دو درہم روزانہ بغیر کسی محنت، مزدوری گھر بیٹھے مل جائیں گے۔

یہ سنا تو دل میں دنیا کی لالچ آ گئی، اس نے کہا کہ اچھا دو درہم مجھے روزانہ ملیں گے، کون اس کا ذمہ دار ہوگا؟ شیطان نے کہا میں ذمہ دار ہوں، میں تجھے پیش کروں گا اور پیش بھی اس طرح کروں گا کہ روزانہ فجر کی نماز پڑھ کر مصلے سے اٹھیں گے، تو تمھارے مصلے کے نیچے مل جائیں گے۔

اس نے کہا ٹھیک ہے دیکھتے ہیں۔ اب جو عزم لے کر آیا تھا، مال، پیسے کی وجہ سے وہ ختم ہو گیا اور واپس اپنے گھر چلا گیا، رات سو کر صبح اٹھا، فجر کی نماز پڑھی اور اس کے دل و دماغ میں وہی دو درہم تھے، مصلے کے پاس گیا اور دیکھا، تو واقعی مصلے کے پاس دو درہم اس کو مل گئے، اٹھایا اور جیب میں ڈال لیا، اور اس کے بعد دن بھر اپنے کام میں مصروف رہا؛ پھر دوسرا دن ہوا، اسی طرح فجر کے بعد مصلے کے پاس دو درہم مل گئے۔

اب روزانہ یہی تماشا ہوتا ہے کہ فجر پڑھ کے وہاں جاتا ہے، دو درہم مل جاتے ہیں، مہینہ دو مہینے تک یہ سلسلہ چلتا رہا، اس کے بعد شیطان نے درہم دینا بند کر دیا۔ اب جب دو درہم نہیں ملے، تو یہ شخص پھر اپنے ہتھیار وغیرہ لے کر وہاں پہنچا کہ درخت کو اکھاڑ دوں گا، شیطان بھی وہاں موجود تھا، جب اس نے وہ درخت اکھاڑنا چاہا، تو شیطان نے کہا: کیا کر رہے ہو؟ کہا: درخت اکھاڑوں گا؛ اس لیے کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ دو، دو درہم دیا کروں گا، کئی دنوں سے تم نے

دیا نہیں، اب میں پھر وہی کام کروں گا، جو پہلے کرنے آیا تھا۔شیطان نے کہا کہ کرلے جو کرنا ہے؛ لیکن تجھے اس پر کوئی قدرت نہ ہوگی۔اس نے کہا کہ کیوں؟ کہا کہ تو پہلے آیا تھا اللہ کے لیے، اب آیا ہے پیسے کے لیے، وہاں اخلاص موجود تھا اور یہاں اخلاص موجود نہیں ہے، اب تو اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔اس کے بعد وہ آدمی اپنا منھ لے کر رہ گیا۔(فیضان معرفت جلد سوم،ص/135)

جاہل پر شیطان کا داؤ-ایک قصہ

ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں، امام ابنِ عبد البَر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، انھوں نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم'' میں ایک قصہ لکھا ہے کہ شیطان کے چیلوں نے شیطان سے کہا کہ جب کسی عالم کا انتقال ہوتا ہے، تو آپ بہت خوش ہوتے ہیں، کسی عابد وزاہد کی موت پر اتنا خوش نہیں ہوتے۔کیا بات ہے؟

شیطان نے کہا کہ آؤ میں تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں۔اس کے بعد شیطان اپنے چیلوں کو لے کر ایک عابد کے پاس گیا، جو جاہل تھا اور سلام کیا، خیر خیریت پوچھی، شیطان نے اس سے کہا کہ آپ بڑے اچھے آدمی لگتے ہیں، میرے دل میں ایک وسوسہ ہے، خیال ہے، سوال ہے، میں اس کے بارے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔عابد نے کہا کہ پوچھیے اگر مجھے معلوم ہوگا، تو جواب دے دوں گا، اگر معلوم نہیں، تو آپ کسی اور سے پوچھ لیجیے۔

شیطان نے کہا کہ میرے دل میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے، وہ یہ کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ ایک انڈے میں زمین کو، آسمان کو، چاند کو، سورج کو، پوری کائنات کو داخل کردے؟ اس حالت میں کہ انڈا جتنا ہے اتنا ہی رہے، اس میں اضافہ نہ ہو اور یہ زمین و آسمان جتنی بڑی ہیں، اس میں کوئی کمی نہ ہو۔یہ ذہن میں ایک سوال آرہا ہے، اس کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

ذرا اندازہ کیجیے سوال کا، وسوسے کا کہ کس قدر خطرناک ہے۔ اب وہ عابد تو جاہل و بے وقوف تھا ہی، صرف نماز، روزے کی باتیں تو جانتا تھا، باقی اتنا بڑا علم تو تھا نہیں۔ تو اس نے کچھ دیر سوچا، اس کے بعد کہنے لگا کہ انڈا اتنا ہی رہے اور زمین بھی اتنی ہی رہے اور آسمان بھی اتنا رہے، پھر انڈے میں یہ سب داخل ہو جائیں، کیسے ہوسکتا ہے؟ یعنی شک کے لہجے میں، تعجب کے انداز میں اس نے یہ سوال دہرایا، پھر کہنے لگا کہ نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔

شیطان کے چیلے وہیں موجود تھے، شیطان نے ان سے کہا کہ میں نے اس کے دل میں شک کا بیج داخل کر دیا ہے، جو اسے کفر تک پہنچا دے گا۔ دیکھا کہ میں نے ایک منٹ میں اس عابد و زاہد کو کافر بنا دیا، یا کفر کی دہلیز پر بٹھا دیا؛ اس طرح کے لوگ زندہ رہیں یا مر جائیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کے بعد شیطان ایک عالم سے ملا، اس سے بھی یہی سوال کیا اور کہا کہ جناب آپ عالم ہیں، فاضل ہیں، میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہو گیا ہے، اس کا جواب دریافت کرنے آیا ہوں؟ انھوں نے کہا کہ کیا سوال؟ کہا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک انڈے میں زمین و آسمان کو ڈال دیں؟ تو ان عالم نے کہا کہ اس میں کیا تعجب کی بات ہے کہ انڈا اپنی حالت پر اسی طرح ہو، زمین اور آسمان بھی اسی طرح ہوں، پھر اللہ تعالیٰ انڈے میں ان کو داخل کر دیں؟ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اللہ کی ذات تو وہ ہے کہ جب ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا تو ''کُنْ'' فرماتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ وَإِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (اور جب وہ (اللہ) کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے، تو اسے ''کن'' (ہوجا) کہتا ہے، تو وہ ہو جاتی ہے) اس لیے مجھے یقین ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے، اس میں کوئی بات شک وشبہ کی نہیں۔

شیطان نے اپنے چیلوں کو دیکھ کر کہا کہ دیکھو اس کا علم ایسا ہے کہ یہ ہمارے داؤ میں نہیں

پھنس سکتا اور اس کو بہکانا ہمارے لیے آسان نہیں؛ اس لیے ان لوگوں کے زندہ رہنے سے مجھے پریشانی ہوتی ہے اور یہ لوگ مرتے ہیں، تو میں جشن مناتا ہوں اور عابد کا حال ایسا کہ اسے جب چاہیں ہم ادھر سے ادھر کر سکتے ہیں اور اس کی جہالت کی وجہ سے جب چاہے اس کو صرف معصیت میں نہیں، کفر میں بھی مبتلا کر سکتے ہیں۔ (جامع بیان العلم)

اس واقعے سے اندازہ کیجیے کہ جب آدمی کے اندر جہالت ہوتی ہے، علمِ شرع سے ناواقف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے جاہ وجلال سے ناواقف ہوتا ہے، تو اس کے نتیجے میں انسان کس طرح کفر کے دَل دَل میں پھنس جاتا ہے، اس لیے علما نے لکھا ہے کہ جہالت سب سے بڑی بیماری ہے۔

ایک جاہل کی گمراہی کا قصہ جو بیعت نہیں تھا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ بیان کیا ہے کہ ان کے گاؤں میں ایک آدمی تھا، بڑا عابد تھا؛ لیکن علمِ دین سے واقف نہیں تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہاں کے کچھ لڑکوں نے اس کا مذاق بنانا چاہا اور سوچا کہ اس آدمی کی بے وقوفی ظاہر کی جائے، ایک دن وہ اپنے گھر میں سو رہا تھا، رات کا وقت تھا، تو محلے کے دو چار لڑکے اس کی چھت پر چڑھ گئے اور بناوٹی آواز میں اس کا نام لے کر ایک خاص لب و لہجے میں اس کو پکارا۔ وہ چونکا اور پوچھنے لگا کہ کون ہے؟ ایک لڑکے نے آواز بنائی اور کہا کہ میں تمہارا خدا بول رہا ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ جاہل اٹھ کر بیٹھ گیا، اس کے بعد کہنے لگا کہ اے باری تعالیٰ! کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ تیری عبادت مجھے بہت پسند آ گئی؛ اس لیے آج سے ہم نے تیرے سے نماز معاف کر دی ہے۔ یہ کہہ کر وہ لڑکے تو غائب ہو گئے۔

اب یہ جاہل عابد سمجھا کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ ہی کی آواز ہے، اس لیے اس کو یقین آ گیا کہ نماز معاف ہو گئی۔ اب اس کے بعد جو تہجد تھی وہ بھی ختم، فرائض تھے وہ بھی ختم، نماز کے لیے مسجد کو

آنا بند کردیا۔ اس طرح دو چار دن ہو گئے اور وہ نماز کو نہیں آیا، تو محلے کے لوگوں نے سوچا کہ بیمار تو نہیں ہو گیا؟ چلو جا کر دریافت کریں، کچھ لوگ وفد کی شکل میں اس کے گھر پہنچے، خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ طبیعت تو اچھی ہے؟ کہا کہ ہاں الحمدللہ! بہت اچھا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر نماز کو کیوں نہیں آ رہے ہو؟ بہت دن ہو گئے آپ نماز کو نہیں آئے، کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا کہ آپ کو خبر ہوئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خوش ہو کر میرے اوپر سے نماز معاف کر دی!!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

دیکھیے شیطان جاہل لوگوں کو کس طرح بہکانے لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان جہالت سے لوگوں کے اوپر تسلط قائم کر لیتا ہے، اس لئے کسی اہل اللہ کی صحبت یا بیعت کا تعلق ضروری ہے تا کہ ایسے موقع پر صحیح رہبری ہو سکے۔

اللہ نے مجھے بچایا ہے- شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

اس کے برخلاف جب علم ہوتا ہے، تو کیا حال ہوتا ہے انسان کا؟ اس کو ایک واقعے سے سمجھیے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، بہت بڑے عالم تھے، محدث بھی تھے، بہت بڑے صوفی اور بزرگ بھی تھے۔ ان کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے ایک اَبر چھا گیا اور اس میں سے چمک ظاہر ہوئی، انھوں نے اس کی طرف دیکھا، تو اس کے اندر سے ایک آواز آنے لگی، آواز کی طرف متوجہ ہوئے، تو اس آواز میں ان سے کہا گیا کہ آپ کی عبادت آپ کا زُہد، ریاضت، آپ کے مجاہدات سے ہم بہت خوش ہو گئے؛ اس لیے آپ سے نماز معاف کر دی جاتی ہے۔

انھوں نے یہ سنتے ہی سوچا کہ نماز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاف نہیں ہوئی؛

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت وریاضت کا جو حال تھا، وہ سب کو معلوم ہے،تو میرے سے کیسے معاف ہوسکتی ہے؟ لہٰذا یہ دراصل شیطان کی آواز ہے، پھر ''لاحول ولاقوۃ إلا باللہ'' پڑھا۔ یہ پڑھنا تھا کہ وہ ابر جو نظر آرہا تھا اوراس کے اندر سے چمک ظاہر ہورہی تھی وہ دُھویں کی شکل میں تبدیل ہوکر غائب ہوگئے، حضرت سمجھ گئے کہ دراصل شیطان کی آواز تھی، پھر کچھ دیر بعد اسی طرح ہوا اوراس کے اندر کہا گیا کہ آپ کو آپ کے علم نے بچالیا۔ حضرت نے فوراً اس کے جواب میں فرمایا کہ میرے علم نے نہیں، میرے خدا نے مجھے بچالیا۔

دیکھا آپ نے کہ علم انسان کی رہنمائی کرتا ہے؛ لیکن بچانے والی ذات تو اللہ ہی کی ہوتی ہے، اگر خدا بچانا نہ چاہے،تو وہ عالموں کو بھی گمراہ کردے، جیسے بہت سے ہوجاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ ایک مرتبہ بڑی شدت سے پیاس محسوس کررہے تھے، (حضرت نے جنگلات میں کئی سالوں تک زندگی گزاری ہے، ریاضت کے لیے، مجاہدات کے لیے)،تواس زمانے میں پانی ایک دفعہ نہیں ملا، بڑی شدت کی پیاس لگ رہی تھی ،دوردور تک پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اسی وقت ایک ہاتھ ظاہر ہوا اوراس ہاتھ میں ایک گلاس تھا، جو سونے یا چاندی کا تھا اوراس کے اندر پانی بھی تھا اور آواز آرہی تھی کہ آپ کے لیے یہ جنت سے بھیجا جارہا ہے،آپ اس کو لیجیے، استعمال کیجیے۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان کی مکاری ہے؛ لہٰذا ''لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ'' پڑھا۔

حضرت کو یہ بات کیسے سمجھ میں آئی کہ یہ شیطان کی مکاری وعیاری ہے؟ یہ بات سمجھ میں آئی شریعت کے علم سے؛ کیوں کہ یہ سونے اور چاندی کا گلاس تھا اور سونے اور چاندی کا استعمال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ممنوع ہے، حرام ہے، ناجائز ہے؛ دنیا میں رہتے ہوئے جنت سے وہ چیز دی جائے جو خود شریعت کے اندر حرام ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

شیطان نے بہکانے کی کوشش کی؛لیکن حضرت سمجھ گئے''لاحول ولاقوۃ'' پڑھا،تو شیطان کہنے لگا آپ کے علم نے آپ کو بچا لیا۔حضرت نے فرمایا کہ علم نے نہیں؛ بلکہ میرے خدا نے مجھ کو بچالیا۔تو اس طرح علم رہنمائی کرتا ہے،جس کی وجہ سے شیطان کے مکر کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

شیطان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش

ایک دفعہ شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلا مکے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا:'' آپ تو وہ ہیں کہ اپنی ربوبیت سے شِیر خوارگی میں آپ نے کلام کیا؛ جب کہ کوئی اور ایسا نہیں کرسکتا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ رُبوبیت واُلوہیت تو اس اللہ کے لیے ہے،جس نے مجھے قوتِ گویائی دی۔

پھر وہ کہنے لگا کہ اے وہ ذات! کہ جس نے اپنی اُلوہیت سے مُردوں کو زندہ کیا ہے،اے وہ ذات! جس نے اپنی اُلوہیت سے مختلف پرندوں کو بنا کر زندہ چھوڑا۔حضرت عیسیٰ کہنے لگے ''لاحول ولاقوۃ اِلا باللہ'' میں کہاں کا خدا،میرے اندر کہاں الوہیت؟الوہیت تو اس اللہ کے اندر ہے،جو مجھے بھی زندگی اور موت دیتا ہے۔ (مکائد الشیطان ابن أبي الدنیا:۶۷)

دراصل شیطان ان باتوں سے ان کو بہکانے کے لیے آیا تھا تا کہ ان کے ذہن میں یہ ڈال دے کہ جیسے لوگ سمجھتے ہیں ،اسی طرح یہ اُلوہیت کے حامل ہیں۔یعنی خدائی صفات ان کے اندر ہیں،تو خدائی صفات کا حامل بتایا اور ان کے ذہن میں یہ بات ڈالنی چاہی تا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ گمراہ ہوجائیں؛لیکن اللہ تو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی عصمت سے ان کو نوازتا ہے؛اس لیے حضرت عیسیٰ نے فوراً یہ جواب دیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے شیطان کا عجیب سوال

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام کون نہیں جانتا؟ آپ کا واقعہ ہے کہ حضرت جنید

بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دل میں خیال کیا کہ اگر شیطان سے ملاقات ہو جائے، تو ایک سوال کروں گا اور انھوں نے ایک دن اللہ سے دعا بھی کر دی کہ اے اللہ! کبھی شیطان سے ملاقات کرا دے، تا کہ اس سے سوال کرلوں۔ ایک دن نماز پڑھ کر مسجد کے باہر نکلے، تو ایک بوڑھا آدمی جھک کر سلام کرنے لگا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ کون ہو تم؟ کہنے لگا کہ میں وہی ہوں، جس سے ملنے کی آپ کو آرزو اور تمنا تھی۔

حضرت سمجھ گئے کہ یہ اصل میں شیطان ہے۔ شیطان نے کہا کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے ذہن میں تیرے متعلق ایک سوال ہے، سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تجھے کس چیز نے اللہ کے حکم کی تعمیل سے منع کیا؟ کیوں تو نے سجدہ نہیں کیا، کیا اللہ کی عظمت کو نہیں جانتا تھا؟ ارے تجھے اللہ کی معرفت حاصل تھی، اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور جلالتوں سے تو واقف تھا، اس قدر اللہ کی قربت رکھنے کے باجود، جب اللہ نے تجھے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر، تو تو نے آخر کیوں سجدہ نہیں کیا؟

اس پر شیطان کا جواب کیا تھا، وہ سننے کے قابل ہے، اس کے جواب نے کچھ دیر کے لیے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ہوش اُڑا دیے۔ اس نے کہا کہ جنید! آپ جیسا توحید پرست آدمی اور یہ مشرکانہ سوال؟ آپ جیسا توحید پرست ایک اللہ کو ماننے والا، ایک اللہ کی پوجا کرنے والا اور آپ کے ذہن میں سوال آ رہا ہے مشرکانہ سوال کہ میں نے غیر اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ کہنے لگا کہ آدم تو غیرِ خدا تھے، خدا تو نہیں تھے، میں غیر اللہ کو کیوں سجدہ کر لیتا؟ آپ جیسا توحید پرست آدمی ایسا مشرکانہ سوال میرے سے کر رہا ہے، بڑے افسوس کی بات ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات مجھ سے کہی، تو مجھے لگا کہ ہاں

! یہ توٹھیک کہہ رہا ہے اور پھر تھوڑی دیر کے لیے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا ایمان سلب ہو رہا ہے؛ اس لیے میں سناٹے میں پڑ گیا، ہوش وحواس باقی نہ رہے، میں سوچنے لگا کہ اس کو کیا جواب دے سکتا ہوں؛ اس لیے کہ جب وہ کہہ رہا ہے کہ تم ایک اللہ کو ماننے والے ہو اور مجھے پوچھتے ہو کہ آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جنید کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں جواب نہیں آیا۔ فوراً اللہ کی طرف سے الہام ہوا اور مجھ سے کہا گیا کہ اس سے یہ پوچھو کہ حکم دینے والا کون تھا؟ حکم دینے والا جب خود کہہ رہا ہے کہ فلاں چیز کو سجدہ کرو، تو توحید اسی کا نام ہے کہ اس کی بات کو مان لیا جائے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس الہام کے بعد میرا ایمان برقرار رہا، ورنہ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے ایمان میں تزلزل پیدا ہو گیا ہے۔

یہ ہے شیطان کی مکاری اور عیاری، نہ ولیوں کو چھوڑا، نہ غوث وقطب وابدال کو چھوڑا، نہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو چھوڑا۔ غور کرو کہ شیطان باتوں کو اور چیزوں کو کس طرح مزین کرتا ہے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کا ذرا اندازہ اس واقعے سے آپ کر لیجیے؛ اس لیے کبھی بھی شیطان سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے، شیطان کی عیاری اور مکاری سے بسا اوقات انسان بے ایمان بھی ہو جاتا ہے؛ لیکن اسے خبر نہیں رہتی کہ میں بے ایمان ہو گیا ہوں؛ شیطان کفر کو مزین کر دیتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی خطاؤں میں فرق

یہاں ایک نکتہ عرض کرتا ہوں، وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی خطا ہوئی اور شیطان نے بھی خدا کی نافرمانی کی؛ مگر ان دونوں کی نافرمانیوں میں ایک زبردست اور بڑا عظیم فرق ہے، وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب ایک خطا کا صدور ہوا، تو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے انھوں نے اپنے

گناہ کا اعتراف کرلیا اور شیطان سے جب گناہ ہوا، تو وہ اَڑ گیا کہ مجھ سے گناہ نہیں ہوا ہے؛ بلکہ میں نے تو آدم کو سجدہ نہ کر کے توحید کا مظاہرہ کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بندے کا اللہ کی جناب میں عجز و نیاز اور اپنی خطاؤں و گناہوں کا اعتراف ہی اس کو اللہ کے یہاں مقام دلاتا ہے؛ اس لیے یوں کہنا ''میں نے کونسا گناہ کیا'' یہ بہت نازیبا بات ہے اور اس میں دعویٰ ہے؛ لہٰذا ایسے قبیح جملوں کے استعمال کرنے سے بچنا چاہیے، شیطان ایسے جملے ہماری زبانوں سے نکلوا کر ہمارا ایمان برباد کرنا چاہتا ہے۔

سالکین کو شیطان کس طرح بہکاتا ہے؟

ایک دفعہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس شیطان پہنچا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا، تو فرمایا ''کیا تو شیطان نہیں ہے؟'' اس نے کہا کہ ہاں! میں شیطان ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے یہ بتا کہ تو اب تک لوگوں کو گمراہ کرتا آیا ہے، گمراہ کرنے کے لیے سب سے بڑا کونسا حربہ اختیار کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس طرح گمراہ کرتا ہوں کہ انسان کو اس کی نیکیوں پر تفاخُر میں مبتلا کر دیتا ہوں، نیکی کرتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ میں بہت بڑا آدمی ہو گیا ہوں، میں نے تو بہت کچھ کر دیا ہے، اپنی نیکیوں کو اچھا سمجھنا، اپنے آپ کو اچھا سمجھنا، اپنی عبادت، ریاضت و مجاہدے کو قابلِ فخر چیز سمجھنا، اپنے آپ کو اونچا اور سب سے اعلیٰ سمجھنا، یہ عُجب و تکبر ہے۔ اس عُجب و تکبر کے راستے سے میں ان کو بہکایا کرتا ہوں۔ (تنبیہ الغافلین)

معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک حربہ ہے شیطان کا اور بہت بڑا حربہ ہے۔ چناں چہ بہت سارے لوگ عبادت کرتے ہیں، ریاضت کرتے ہیں، مجاہدات کرتے ہیں، علم کے میدان میں آگے بڑھتے ہیں اور مختلف قسم کی خدمات کرتے رہتے ہیں، اللہ کے دین کی اشاعت میں، اللہ کے دین کی دعوت میں، اللہ کے دین کو پھیلانے میں لگتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس تکبر غرور اور فخر میں

مبتلا ہوجاتے ہیں کہ ''ہم چوں ماڈنگرے نیست'' ہم تو بہت آگے بڑھ گئے ہیں، اب ہمارا کوئی مقابل نہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ پھر دوسروں کی توہین اور تذلیل اور دوسروں کے بارے میں بدگمانی، دوسروں کے بارے میں ایک قسم کے بُرے خیالات بھی دل میں جما لیتے ہیں، جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی جتنا عبادت کرتا ہے اتنا نیچے آجاتا ہے، اس سے اللہ کی نظر میں وہ انتہائی ناقص ہوجاتا ہے اور آخری منزل میں اس کو گرا کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

قصۂ ہابیل وقابیل

حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹے تھے، بڑے کا نام قابیل تھا اور چھوٹے کا نام ہابیل تھا، جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اکیلے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت اماں حوّا علیہا السلام کی صورت میں آپ کو رفیقۂ زندگی عطا فرمائی ان کی اولادیں کوئی دوسرا خاندان اور قبیلہ نہیں تھا، اور پوری دنیا کو آباد کرنا تھا، اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح جائز تھا، اس کی شکل یہ تجویز ہوئی کہ ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوا کرتی تھیں تو لڑکا بعد میں پیدا ہونے والی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا، اسی طرح پہلے پیدا ہونے والی لڑکی بعد میں پیدا ہونے والے لڑکے سے بیاہ دی جاتی تھی، تو قاعدہ کی رو سے قابیل کی بہن کا نکاح ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کا نکاح قابیل کے ساتھ ہونا تھا، مگر قابیل اس کے لئے تیار نہ تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح کرلوں، کیوں کہ یہ خوبصورت اور حسین وجمیل تھی، حضرت آدم علیہ السلام نے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے دفع نزع کے لئے دونوں کو قربانی کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ جس کی قربانی اور نذر قبول ہوگی اس کی خواہش پوری کر دی جائے گی۔

چنانچہ ہابیل ایک بھیڑ بکری پالنے والا انسان تھا اس نے ایک بکرے کی قربانی دی اور قابیل ایک کاشتکار انسان تھا اس نے کچھ غلہ کی قربانی کی، اس زمانہ میں قربانی کی قبولیت کی یہ علامت تھی کہ جس کی قربانی قبول کی جاتی آسمان سے آگ آکر اسے جلا دیتی۔ چنانچہ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور آسمانی آگ نے آکر اسے جلا دیا، قابیل کی نذر قبول نہیں ہوئی تو اور بھی غصہ اور حسد میں بھڑک اٹھا اور کہا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا، تو ہابیل نے وہ جواب دیا جو ایک شریف اور متقی آدمی دیا کرتا ہے، ''اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ '' اللہ متقیوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے۔ تو بھی اپنے اندر تقویٰ اور اللہ کا خوف پیدا کر، اللہ تعالیٰ کو تجھ سے کوئی نفرت اور دشمنی تو ہے نہیں۔

اسے قتل کی دھمکی دینے پر یہ نہیں کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا بلکہ صرف یہ کہا ''لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ '' اگر تو دست درازی کرے گا مجھے قتل کرنے کے لئے تو میں دست درازی نہ کروں گا تجھے قتل کرنے کے لئے، بے شک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب ہے۔

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ میں جس شخص نے سب سے پہلے اس آیت پر عمل کیا وہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے اپنی پوری طاقت وقوتِ عظیم سلطنت پائیدار اور مضبوط حکومت ہزاروں وفادار سپاہیوں اور بہت سے جانثار صحابۂ کرام کے مقابلہ کی اجازت طلب کرنے کے باوجود اپنی جان کی حفاظت کے لئے کسی کی انگلی بھی نہ کٹنے دی اور شہادتِ عظمیٰ کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ الغرض قابیل نے ہابیل کو غصہ اور بغض وحسد کی وجہ سے قتل کا وہ ناپاک اور منحوس کام کر دیا جو رہتی دنیا تک کے لئے ناحق قتل کرنے والے قاتلوں کا گناہ اپنے سر لے لیا، چونکہ دنیا میں یہ سب سے پہلا خون ہوا تھا اس لئے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اپنے مقتول بھائی کی لاش کو کیا کرے، اس لئے اس کو اپنے کندھے پر لئے پھرتا تھا، اللہ تعالیٰ

نے ایک کوے کو بھیجا تا کہ اس کو سکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے، چنانچہ وہ کوا ایک مرے ہوئے کوے کو زمین کرید کر دفن کر رہا تھا، تو قابیل کو افسوس ہوا کہ میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ دفنانے کا بھی طریقہ نہیں جانتا۔

اس قصہ کو بیان کر کے دو امور کی تعلیم دینا مقصود ہے، ایک یہ کہ نسب کی بزرگی مطلق کام نہیں آتی، مقبول صرف وہی ہوتا ہے جو حکم کا مطیع ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان حسد سے متاثر ہو کر کیسی کیسی شیطانی حرکتیں کر گذرتا ہے۔ (تفسیری خطبات حبان جلد اول، ص/198)

شیخ عبدالقدوس قطبِ عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان کے ایک خادم نے جو ایک امیر آدمی تھا اپنے بیٹے کے ولیمہ میں شہر کے امراء و غرباء کی دعوت کی اور انکو کھانا کھلایا۔ تو حضرت شیخ بھی امتحاناً وہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہونچ کر غرباء کی مجلس میں جا کر بیٹھ گئے تو دیکھا کہ وہ خادم اس موقعہ پر خود موجود ہیں۔ اور دیکھا کہ جس طرح امراء کی خاطر مدارات کی جا رہی ہے اسی طرح غرباء کا بھی خیال اور اعزاز و اکرام کیا جا رہا ہے۔ بس حضرت شیخ وہاں بیٹھے رہے مگر اس خادم کو چونکہ اس کا احتمال بھی نہ تھا کہ حضرت شیخ بھی میرے یہاں تشریف لائے ہیں اور یہاں حضرت شیخ موجود ہیں۔ اور پھر حضرت شیخ اپنا لباس بھی تبدیل فرمائے ہوئے تھے۔ اسلئے اس خادم نے حضرت شیخ کو وہاں بالکل نہ پہچانا۔ یہاں تک کہ جب سب لوگ فارغ ہو کر رخصت ہوئے تو حضرت شیخ بھی وہاں سے تشریف لے آئے۔ اسکے بعد وہ خادم جب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ان سے ناراض تھے۔ انہوں نے ناراضگی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ہم تمہارے جلسۂ دعوت میں گئے مگر تم نے ہم کو پہچانا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ جب

اسباب عدم معرفت کے جمع تھے تو کس طرح پہچانتا۔ فرمایا کہ تم کو ہمارے اندر سے خوشبو کیوں نہیں آئی۔ اگر تم کو ہمارے اندر سے خوشبو آتی تو گو ہم لباس تبدیل کئے ہوئے تھے مگر تم ہم کو ضرور پہچان لیتے۔ اور خوشبو نہیں آئی تو معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ہم سے محبت نہیں۔ ورنہ ضرور خوشبو آتی یہ ہے واقعہ۔ اب یہاں سے بہ ظاہر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر بیجا تشدد کا شبہ ہوتا ہے کہ کیا مرید کے خلوص اور محبت کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کو اپنے شیخ کے اندر سے خوشبو بھی آئے۔ مگر حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے قلب میں اس اشکال کا جواب ڈال دیا اور وہ یہ ہے کہ حضرتؒ کیساتھ حق تعالیٰ کا یہی معاملہ تھا کہ انکے مریدین محبین کو شیخ میں سے خوشبو آتی تھی۔ جب اس خادم کو حضرت شیخ کے اندر سے خوشبو نہیں آئی تو حضرت شیخ کو معلوم ہو گیا کہ اسکے قلب میں ہماری محبت نہیں۔ اور زبان سے وہ شخص مدعی تھا تو گویا وہ اب تک شیخ کو دھوکہ دیتا رہا۔ اس وجہ سے شیخ اس سے ناراض ہوئے۔ (افادات حکیم الامتؒ، ص/146)

حاکم شہید کا واقعہ

اسی قبیل سے ایک واقعہ حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو مقدمہ ہدایہ مولفہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے۔ یہ کفار ترک کے ہاتھ سے ۳۳۴ھ میں شہید ہوئے ہیں بعض علماء نے ان کے مقتول ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں کچھ مکررات اور تطویلات دیکھیں۔ تو انہوں نے مکررات کو حذف اور مطولات کی تلخیص کر دی۔ پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم نے میری کتابوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ علماء کی کم ہمتی دیکھ کر میں نے ایسا کیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو غصہ آیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو پارہ پارہ کر دے۔ جیسا تو نے میری کتابوں کو پارہ پارہ کیا۔ تو یہ کفار ترک کے ہاتھوں میں

گرفتار ہوئے۔حتی کہ ان کی لاش کے دوٹکڑے کر کے دو درختوں کی چوٹی پر ایک ایک ٹکڑا ٹانگ دیا۔سواسکی وجہ بھی وہی ہے کہ ہر بزرگ کے ساتھ معاملہ حق تعالیٰ کا جدا جدا ہے۔ پھر یہ فرمایا کہ ایسے تصرفات سے پہلے مناسب ہے کسی بزرگ سے مشورہ کرے۔ کیونکہ مشورہ سے برکت ہوتی ہے اور خطرہ نہیں رہتا۔(افادات حکیم الامتؒ ص/146)

خواب کی حیثیت

ایک صاحب نے اپنا ایک خواب لکھا حضرت اقدس حکیم الامتؒ نے حسب معمول یہ جواب تحریر فرمایا کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں۔

پھر فرمایا کہ خوابوں کا کیا اعتبار۔اول تو خود خواب ہی کا حجت ہونا ثابت نہیں پھر اس کی صحیح تعبیر کا سمجھ میں آجانا ضروری نہیں اور پھر کس کا خواب اور کس کی تعبیر۔ پہلے ہو تو جاؤ کسی قابل۔اگر یہ کہا جائے کہ رویائے صالحہ کو تو حدیث شریف میں مبشرات فرمایا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ درجہ ہم لوگوں کے خوابوں کا ہے یا صلحاء کے خواب کا ایک تو یہ فرق، پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ ہر شے کو اپنے درجہ میں رکھتے تھے۔ان کے خوابوں کی تعبیر دینے میں عقیدہ خراب ہونے کا مفسدہ محتمل نہ تھا۔اور اب یہ بھی اندیشہ ہے اس وقت اگر خوابوں کو اہمیت دی جائے تو بس لوگ خوابوں پر قناعت کر کے بیٹھ رہیں۔اور اصلاح اعمال سے بےفکر ہو جائیں۔اور مفسد تو وہ چیز ہے کہ اگر نفل میں بھی مفسدہ ہو تو اس کو بھی ترک کرا دیا جاتا ہے چہ جائے کہ خواب جو نفل تو کیا۔کسی درجہ میں عبادت نہیں کیونکہ عمل اختیاری نہیں۔

اب اس میں تفقہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جب خوابوں کو اہمیت دینے میں عقیدہ کی خرابی کا احتمال ہے تو اس کو بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ پھر یہ بھی قابل نظر ہے کہ کبھی ایک ہی شخص کے بارے

میں دو شخص مختلف خواب دیکھتے ہیں تو کس کے خواب کا اعتبار کیا جائے گا؟ کسی کا بھی نہیں۔ کیونکہ یہ عقلی اور علمی مسئلہ ہے کہ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔ یعنی جب برابر کی قوت کی دو چیزیں متعارض ہوں تو دونوں واجب الترک ہیں۔ تو وہی حاصل ہوا کہ خواب حجت نہیں۔ (افادات حکیم الامتؒ، ص/148)

مرید کی تعریف۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

ایک بات یاد رکھیے کہ شیخ کی باتوں کو بغیر چوں و چرا مان کر چلیں گے، تو فائدہ ہوگا اور اگر شیخ کی چلانے کے بہ جائے، خود اپنی چلانے لگے اور شیخ کے مشوروں کو عمل میں نہ لائے، تو اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اسی لیے مرید کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اپنی رائے نہ چلائے۔ اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک طالبِ علم ''سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ'' کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ حضرت! میں آپ سے مرید ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ مرید ہونے آئے ہو؟ اچھا یہ بتاؤ کہ مرید کے معنیٰ کیا ہے؟ طالبِ علم تھا، عربی صرف پڑھا ہوا تھا، اس نے گردان شروع کردی، ''أَرَادَ، يُرِيْدُ، إِرَادَةً فهو مُرِيْدٌ'' اس نے کہا کہ حضرت! کسی کام کے ارداہ کرنے والے کو مرید کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ غلط ہے، صحیح نہیں، اب بے چارہ سوچنے لگا کہ اس میں کیا غلط ہے؟ ہمارے اساتذہ نے یہی پڑھایا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ''فصولِ اکبری'' بھی پڑھی ہے؟ فصولِ اکبری عربی صرف کی ایک کتاب ہے، اس کے اندر بہت سے مضامین کے ساتھ خاصیاتِ ابواب کا بیان بہت تفصیل کے ساتھ آیا ہے، تو اس طالبِ علم نے جواب دیا، جی ہاں پڑھی ہے، فرمایا کہ ''بابِ افعال '' کی خصوصیات کیا ہیں؟ اب اس نے گنانا شروع کیا، اس میں ایک خصوصیت یہ گنائی کہ ''

سلبِ ماخذ''۔حضرت نے کہا کہ کیا مطلب ہے؟ کہا کہ ماخذ کو سلب کرلینا اور ماخذ کی نفی کردینا، کہا کہ ٹھیک ہے، اب اس خصوصیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مرید کا معنیٰ یہ ہوتا ہے:'' ارادے کو سلب کرلینا''یعنی ارادہ نہیں کرنا۔تو مرید کے معنے ہوئے ارادہ نہیں کرنے والا۔حضرت نے کہا کہ مرید کون ہوتا ہے؟ جو ارادہ نہیں کرتا یعنی اپنی مرضی و ارادے سے کوئی کام نہیں کرتا؛اس لیے کہ اس نے اللہ کی مرضی پر سب کچھ چھوڑ دیا ہے،جس نے بیعت کرتے ہوئے سب کچھ اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا،اس نے گویا یہ کہہ دیا کہ اے میرے مالک وخالق! میں نے اپنی جان و مال کو تیرے حوالے کردیا اور تجھے بیچ دیا،اب اس میں میری مرضی نہیں چلے گی، جو چلے گا،وہ تیرا ارادہ اور تیری مَشِیَّت چلے گی۔

فرمایا کہ یہ معنیٰ سمجھ کر جو بیعت کرتا ہے کہ مجھے کسی کام کا ارادہ نہیں کرنا ہے؛ بلکہ شیخ کی جانب سے اس راہ کے بارے میں جو کہا جائے، اس پر عمل کرتے رہنا ہے، وہ ہوتا ہے حقیقی مرید اور جو ارادے پر ارادے کرتا ہے،شیخ ایک کہتا ہے اور اس کا ارادہ الگ ہوتا ہے،قرآن وحدیث ایک کہتی ہے،اس کا ارادہ الگ۔تو بھائی یہ مرید نہیں ہے، یہ تو مراد ہو گیا۔(فیضان معرفت جلد سوم)

الغرض! جو شخص کسی سے بیعت ہو کر اپنی اصلاح کرانا چاہتا ہے،اس کو چاہیے کہ وہ اپنے شیخ کی اتباع کرے اور اس کے مشورے پر قائم رہے۔

ایک چور مولوی صاحب کا قصہ

سہارنپور میں ایک صاحب کی ایسی ہی عادت خراب ہوگئی تھی،جس کا سامان چاہا بغیر پوچھے لے لیا،معمولی سی چیز سمجھ کر اٹھالیا، رفتہ رفتہ ان کی عادت خراب ہوگئی چوری کرتے گئے، بڑے ہونے اور مدرس ہونے کے بعد بھی ان کی یہ حرکت نہ گئی، پڑھاتے تھے لیکن چوری کرتے

تھے، لیکن آخر کب تک پردہ پڑا رہتا، ایک مرتبہ سفر میں گئے ایک شخص کی اٹیچی پر ہاتھ مارا، تحقیق کے بعد جب معلوم ہوا تو پکڑے گئے اور بری طرح جوتوں سے خبر لی گئی، پھر تھانہ لے جائے گئے اور وہاں بھی ان کی خبر لی گئی بری گت بن گئی، اور بڑی بدنامی ہوئی، ایسے ذلیل ورسوا ہوئے کہ منھ دکھانے کے قابل نہ رہے، بالآخر جہاں رہتے اور جاتے تھے وہاں واپس نہیں گئے کہ کیا منھ لے کر جائیں گے، یہ حال ہوتا ہے ایسے لوگوں کا، اللہ بچائے ایسی عادت سے اور اپنی ذلت سے۔ فرمایا مدرسہ میں چوری کرتا ہے ایک آدمی لیکن بدنام ہوتا ہے پورا مدرسہ نیز بدنام ہوتے ہیں ایسے لوگ بھی کہ اگر سونا چاندی بھی پڑا ہو تو وہ نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں، غلطی کرتا ہے ایک شخص لیکن پورا مدرسہ اور پوری جماعت بدنام ہوتی ہے، کیا ایسا شخص ذلیل ورسوا نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا، یہ تو مدرسہ میں رہ کر بھی خیانت ہی کرتا ہے کیونکہ مدرسہ میں جو پیسہ آیا ہے وہ پڑھنے والے طلباء کے لئے ہے اور یہ تو چور ہے، اس کو مدرسہ کا کھانا کھانا مدرسہ کی کتابیں لینا، مدرسہ کے کمروں میں رہنا، مدرسہ کی چیزیں استعمال کرنا سب حرام ہے، کیا ایسا شخص جس نے اتنے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اللہ اس کو ذلیل نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا، اگر کوئی شخص چپل غلطی سے لے گیا ہو تو اسی جگہ لاکر رکھ دے، غلطی انسان سے ہوتی ہے، کوئی بات نہیں غلطی ہوگئی، نفس اور شیطان نے بہکا دیا لیکن اب توبہ کرلے، اور چپل لاکر چپکے سے رکھ دے ورنہ کتنی بڑی بدنامی کی بات ہے کہ دس روپئے کے خاطر اس نے پوری جماعت کو بدنام کیا، سب لوگ بددعاء کرو اس کے لئے اگر وہ چپل لاکر نہ رکھے تو اللہ اسے سزا دے، اس کے وہ ہاتھ جس سے اس نے چپل اٹھائی ہے شل ہوجائیں، اس کو کوڑھ کا مرض ہوجائے، اور یہیں مدرسہ میں ہوجائے، ایسی حرکتیں کرتا ہے جس کی وجہ سے کتنی بدنامی اور کتنی پریشانی ہوئی، سب لوگ جاجا کر اپنے اپنے کمروں میں کہہ دینا۔ افسوس ہے طالب علموں کا یہ حال ہے کہ چپل چوری کرتے ہیں، ناشتہ اور کھانے کی چوری کرتے ہیں، کیا ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل

ہوتی ہے؟ ایسوں پر تو اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ کچھ ہوگا نہیں، یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ڈھیل ہے، جس ذات نے قارون کو فرعون کو ہامان کو مہلت دی، بڑے بڑے کافروں کو مہلت دی وہ کیا ان کو مہلت نہیں دے سکتا لیکن پھر جب پکڑ ہوگی تو بہت سخت پکڑ ہوگی۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ۔

پھر ایسی پکڑ ہوگی کہ ڈھونڈے دھرتی نہ ملے گی، جہاں جائے گا ذلیل وخوار اور پریشان ہوگا، اور کوئی نہ ہوگا جو اس کو اس پریشانی اور ذلت سے بچا سکے، اندھیر ہے بیچارے غریب طلباء اور ان کی چیزیں چوری کی جائیں، اللہ کے یہاں بھی دیر ہے اندھیر نہیں ہے، جب وقت آئے گا اور جس وقت پکڑ ہوگی کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ کیا طالب علم جن کے لئے فرشتے پر بچھاتے ہیں ایسا ہوتا ہے جو چوری کرتا ہو، جس کی زمانہ طالب علمی میں بری عادت چوری کی عادت ہوگئی تو اب وہ جہاں بھی جائے گا چوری ہی کرے گا، وہ مکہ مدینہ خانہ کعبہ میں بھی جائے گا وہاں بھی چوری کرے گا وہ وہاں قرآن شریف اٹھائے گا تو اس کا چوری کرنے کو جی چاہے گا، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہوتا ہے اس کو تو اللہ تعالی بھی معاف نہ فرمائیں گے اگر کسی نے کسی کا ایک پیسہ لیا ہے تو اس کی سات سو برس کی مقبول نمازیں اس کے بدلہ میں دیدی جائیں گی۔ (واقعات صدیق، ص/93)

سود خور کا قصہ

ایک پروگرام کے تحت حضرت اقدس (جامع العلوم پٹکا پور کانپور) تشریف لائے تھے شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب بھی تشریف فرما تھے، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اطراف کا قصہ ہے ایک سود خور بہت سودی لین دین کرتا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو اس

کے لئے قبر کھودی گئی، پوری قبر کھد جانے کے بعد بھی دفن کرنے سے پہلے زمین خود بخود فوراً مل جاتی اور میت کو دفن نہ کر سکتے تھے، دوبارہ قبر کھودی جاتی پھر مل جاتی، کئی قبریں کھودی گئیں ہر مرتبہ یہی ہوا گویا زمین نے بھی اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا سب لوگ بڑے پریشان ہوئے، اس علاقہ کے بڑے عالم مولانا ظہور الحسن صاحبؒ تھے، ان کو بلایا گیا انہوں نے دیکھا اور اللہ سے دعاء کی کہ ''یا اللہ تو نے جس کام کا حکم دیا ہے وہ ہم کو کر لینے دے تیرا بندہ ہے پھر تو جو چاہے کرے'' چنانچہ اس کے بعد جب قبر کھودی گئی وہ کھلی رہی اور اسی میں اسے دفن کر دیا گیا، اوپر سے مٹی ڈال دی گئی، مٹی ڈال کر فارغ ہی ہوئے تھے دیکھا کہ فوراً اچانک اک دم سے قبر کے اندر سے دھواں نکلا، تمام لوگوں نے اس کو دیکھا، یہ قصہ ہمارے اطراف کا ہے، یہ نحوست ہوتی ہے سود خور کی اللہ بچائے۔ (مجالس صدیق جلد 1، ص/166)

علامہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب قصہ

علامہ سفیان ثوری علمِ حدیث کے بہترین امام ہیں اور ان کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے، ان کا وصال ۱۶۱ھ میں ہوا اور ان کا زمزم سے متعلق ایک بہت پیارا قصہ ہے جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

اہل ہرات کے ایک عبداللہ نامی شخص کا بیان ہے کہ میں سحری کے وقت بئرِ زمزم کے پاس آیا پس کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیخ نے حجر اسود کی طرف سے بئر زمزم میں ڈول ڈالا اور زمزم نوش کیا اور اس ڈول کو انہوں نے جب چھوڑ دیا تو اس ڈول میں بچا ہوا زمزم میں نے پینے کیلئے لے لیا تو وہ بادام کا ستو نکلا، اتنا مزیدار ستو میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پھر اگلی رات میں نے تہجد کے وقت ان کا انتظار کیا، پس دیکھا کہ ایک شیخ آئے انہوں نے اپنے ایک کپڑے سے اپنا چہرا ڈھانکا ہوا تھا، پس

انہوں نے حجرِ اسود کی طرف سے ڈول ڈال کر زمزم پیا، پھر ڈول کو چھوڑ دیا پس میں نے اس ڈول کا بچا ہوا زمزم جب پیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں تو شہد ملا ہوا ہے، اس سے پہلے میں نے اتنا عمدہ شربت نہیں پیا تھا، پس پھر تیسری رات آبِ زمزم پر ان کا انتظار کیا پھر وہ تہجد کے وقت نمودار ہوئے اور انہوں نے اپنے چہرے کو چھپایا ہوا تھا، سو میں نے ان کے کپڑے کو پکڑ لیا پس جب انہوں نے زمزم شریف پی کر ڈول چھوڑ دیا، پھر جب میں نے اس بچے ہوئے کو پیا تو وہ بہت ہی میٹھا دودھ تھا ایسا دودھ میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پس میں نے ان کا کپڑا پکڑ کے کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم آپ بتادیجئے کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس شرط پہ بتاؤں گا کہ تم اس بات کو میری زندگی میں چھپا کے رکھنا، تو میں نے کہا ٹھیک ہے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا، تو پھر انہوں نے بتایا کہ میں سفیان ابن سعد ثوری ہوں۔ (حلیۃ الأولیاء: ۷/ ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قصہ

”فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا“ (صحیح بخاری: کتاب النکاح: ۵۱۹۹)

”بے شک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے“

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نکاح کیا، چند دن بعد بہو کے پاس آئے اور بہو سے پوچھا کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بہت نیک آدمی ہے، رات بھر سوتا نہیں ہے، عبادت میں مصروف رہتا ہے، اور دن بھر روزہ رکھتا ہے، وہ سمجھ گئے کہ بیٹا بہو کا حق ادا نہیں کر رہا ہے، اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سو، کیونکہ آنکھوں کا بھی حق ہوتا ہے، نیند کی ان کو ضرورت ہوتی ہے، اس کا لحاظ کرنا چاہئے، بدن کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے، اس کی رعایت کرنی چاہئے، بیوی کے بھی حقوق ہوتے ہیں، ان کو ادا کرنا چاہئے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اتنا زیادہ بھی عبادت میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے کہ بدن کا حق ادا نہ ہو، پتہ چلا کہ اپنے نفس کے ساتھ اور بدن کے ساتھ بھی زیادتی اور ان کے حق میں کمی کوتاہی درست نہیں ہے۔

اور نہ اتنا زیادہ آرام اور اتنا زیادہ نفس کی رعایت کہ آخرت کو بھول جائیں یہ بھی جائز نہیں ہے، دنیا میں تو مزے میں ہیں، ہر طرح کا آرام اور سہولتیں مہیا ہیں، اور اسی میں وہ مستی کر رہا ہے، بدعملی، عیاشی اور فحاشی میں مبتلا ہے، اور آخرت کی کوئی پروا نہیں ہے، یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اسے اپنی بدعملی کا انجام دیکھنا پڑے گا، جہنم میں جلنا پڑے گا، اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی، یہ بھی اپنی ذات کے ساتھ ظلم ہے، آج یہاں کوئی اپنی ذات میں اور اس کے حقوق میں کمی کوتاہی نہیں ہو رہی ہے لیکن کل قیامت کے دن یہ چیز اس کو جہنم میں لے جائے گی، اور اس کو وہاں جلنا پڑے گا، وہاں اس کو سزا ملے گی، اس لئے یہاں کی بدعملی بھی ظلم ہے، اس سے بھی بچنا ہے، تاکہ کل ہمارا نقصان اور خسارہ نہ ہو، اسی وجہ سے ہم کو یہ دعا سکھلائی گئی:

”رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ“ (الاعراف:۲۳)

”کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

نفس کی اصلاح ایک بزرگ کا قصہ

دہلی کی جامع مسجد میں ایک مرتبہ ایک بزرگ فجر کی نماز کے بعد سیڑھیوں پر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ ”تو میرا خدا نہیں، میں تیرا بندہ نہیں، پھر میں تیری کیوں مانوں؟“ دیکھنے والے لوگ

کہنے لگے: یہ کافر ہو گئے، کسی نے کہا: پاگل ہو گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تو یہ بزرگ اندر جا کر نماز پڑھتے اور باہر آ کر بیٹھ جاتے اور پھر یہی بات کہنے لگتے، مغرب کے قریب ایک شخص وہاں سے گزرتا ہوا، ان کی بات سنا اور کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ حضرت! یہ ''تو'' کا مخاطب کون ہے؟ اور یہ بات آپ کس سے کہہ رہے ہیں؟ اس پر ان بزرگ کو ہنسی آ گئی اور کہنے لگے'' دہلی جیسے شہر میں ایک ہی عقلمند نظر آیا، کسی نے مجھے پوچھا ہی نہیں کہ میرے اس ''تو'' کا مخاطب کون ہے؟ اور میں کس سے یہ کہہ رہا ہوں؟ خود ہی سمجھ لیا کہ میں اپنے اللہ سے یہ بات کہہ رہا ہوں، حالانکہ میں اللہ سے نہیں کہہ رہا ہوں، پھر اس شخص سے کہنے لگے: ''تو نے بڑی عقلمندی کا کام کیا کہ مجھ سے پوچھ لیا، دراصل میرا مخاطب میرا نفس ہے اور میں نفس سے مخاطب ہوں کہ اے نفس! تو میرا خدا نہیں ہے، میں تیرا بندہ اور غلام نہیں ہوں؛ اس لیے میں تیری کیوں مانوں؟ میں تو خدا کی مانوں گا۔

اس نے کہا کہ یہ بات آپ کیوں فرما رہے تھے؟ اس پر ان بزرگ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آج فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے نکل رہا تھا، تو نفس نے شدت سے تقاضا کیا کہ آج ناشتے میں حلوے پراٹھے کھلاؤ، تو میں نے اس سے کہنا شروع کر دیا کہ تو میرا خدا نہیں ہے اور میں تیرا بندہ نہیں ہوں؛ اس لیے میں تیری کیوں مانوں؟ میں تو میرے اللہ کی مانوں گا اور جب بھی وہ مجھ سے یہ مطالبہ کرتا ہے، میں یہی جواب دیتا ہوں۔

یہ واقعہ بڑا عبرت انگیز ہے اور اصلاحِ نفس کی فکر کرنے والوں کو ایک عمدہ سبق فراہم کرتا ہے۔ بزرگانِ دین کہتے ہیں کہ ناجائز چیزوں میں بالکلیہ پرہیز کرنا چاہیے اور جو جائز چیزیں ہوں؛ مثلاً کھانے پینے کی حلال چیزیں، ان میں پابندی نہیں ہے؛ لیکن ان میں تقلیل اور کمی کرنا چاہیے کہ کبھی نفس کو دے دو، کبھی کہہ دو کہ بھائی! اب نہیں تب ملے گا، اس سے نفس کنٹرول میں رہے گا، اگر اس کی ہر جائز و حلال خواہش پوری کی گئی، تو وہ سر پر بیٹھ جائے گا۔ (فیضان معرفت جلد اول، ص/41)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کی کیفیت

دنیا میں سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ۶۳/سال کی عمر پا کر وفات پا گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تمام صحابہ میں کہرام مچ گیا، پورے عالم میں کہرام مچ گیا، پوری دنیا میں ایک ہنگامہ اور شور برپا ہو گیا، صحابہ میں ۸۰/فیصد ایسے صحابہ تھے، جن کو یقین بھی نہیں ہو رہا تھا کہ اللہ کے نبی بھی دنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں گے، کسی کو یقین نہیں ہو رہا تھا، اس پورے منظر کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ دروازہ پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور للکارا، ان کی آواز بھاری تھی، حضرت عباس اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی آواز دو ڈھائی میل دور تک جاتی تھی، اللہ نے ان کو آواز کے ساتھ ساتھ صحت بھی دی تھی، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا! اے لوگوں سن لو، اگر کسی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میری تلوار ہو گی اور اس کی گردن، میں کسی کو بخشوں گا نہیں، اور چھوڑونگا نہیں، نہ مجھے اس پر یقین آرہا ہے اور نہ مجھے اس پر بھروسہ ہے۔ (تذکرہ حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوری)

یہ پورا منظر دیکھنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے، حضرت عمر فاروقؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اے عمر! سن لو، یہ سنبھلنے کا وقت ہے، میں سنبھلا ہوا ہوں، میرے ساتھ تم بھی جڑ جاؤ، دونوں ملکر اس امت کو سنبھالیں گے، جس امت کو ابھی صبر نہیں آرہا ہے، جن کے دلوں پر قیامت کا پہاڑ ٹوٹ گیا، اور آخری نبی اللہ کو پیارے ہو گئے، اور سنبھلو، اگر نہیں سنبھلو گے تو ہم دونوں ملکر اس امت کو نہیں سنبھال سکیں گے، حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا، کیا آپ سنبھلے ہوئے ہیں؟ فرمایا ہاں میں سنبھلا ہوا ہوں، اور سن لو میری بات ''اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ'' اللہ کے نبی دنیا سے رخصت ہو گئے، تشریف لے گئے، لیکن ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ'' دنیا میں جو بھی نبی آیا، اللہ کو پیارا ہو گیا، جیسے پہلے رسول گئے ہیں، ایسے ہی اللہ کے رسول بھی دنیا سے تشریف لے گئے''اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ''(۱) لیکن اللہ کا دین زندہ ہے، اللہ کے نبی جو دین لیکر آئے تھے وہ قیامت تک زندہ رہے گا، اوراس پر عمل کرنا ہی سچی محبت ہے۔

جب یہ جملے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ادا کئے تو حضرت عمر فاروق کو کچھ ہوش آیا، فرمایا، لوگوں دل تو نہیں مانتا؛ لیکن اسلام کا اور اللہ کا بنایا ہوا عقیدہ ہے، جس کو آنا ہے اس کو جانا بھی ہے اور لو مجھے یقین آ گیا، اور جب مجھے یقین آ گیا تو سب کو یقین آ جانا چاہئے۔

یہ وہ بنیاد تھی، عزم کی، ارادہ کی، پختگی کی، اسلام کے عقیدہ کی، اللہ پر بھروسہ کی، جس بنیاد کے اوپر تمام صحابہؓ نے، پورے مجمع نے، پوری امت جو اس وقت موجود تھی انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور پاک کا جانشین بنایا کہ جس میں اتنا حوصلہ ہوگا، جس میں اتنی ہمت ہوگی، وہی یقینا اللہ کے نبی کا سچا جانشین بن سکتا ہے، وہی امت کو سنبھال سکتا ہے، وہی امت کی خدمت کر سکتا ہے، جس میں یہ صفات ہونگی، یقینا وہی سچا جانشین ہو گا، سب نے لبیک کہا اور ابوبکر صدیقؓ جانشین بن گئے۔

سلام جیسی دعائے رحمت جس کے تعلق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''السلام علیکم'' کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ''ورحمۃ اللہ'' بڑھانے سے بیس نیکیاں اور ''وبرکاتہ'' کہنے سے تیس نیکیاں اور اگر اخلاص زیادہ ہو تو سات سو سے زیادہ نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن اب تو دور سے ہی اشارہ کرنے کا ماحول ہو گیا ہے ہاتھ سے ایسے غیروں کے طریقے ہم کو اتنے محبوب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا چھوٹے سے چھوٹا نمونہ ہمارے لئے عیب بن گیا بوجھ بن گیا ہم اس کو اپنانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

دو صحابیؓ ایک ساتھ چلے جارہے ہیں راستے میں ایک درخت آ جاتا ہے پھر جب آگے

بڑھتے ہیں تو دونوں طرف سے ملتے ہیں تو دونوں سلام کرتے ہیں السلام علیکم ہم لوگ صبح سے شام تک ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں جب ملتے ہیں تو سلام ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا، بولتے ہیں کہ کہاں تھے جی اتنے دنوں تک ملے نہیں نا، بس یہی ہوتا ہے، پہلے سلام بعد میں کلام، یہاں پہلے کلام ہوتا ہے بعد میں سلام ہو یا نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مرنے والے اور مٹنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانے والے صحابہؓ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا رہے ہیں ایک راستہ ایسا ہے کہ راستے میں جھاڑ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر نکلتے ہیں حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان کا قد چھوٹا ہے ان کے سر میں جھاڑ نہیں لگتے ہیں لیکن حضرت علیؓ بھی جھک کر نکلتے ہیں کسی نے پوچھا کہ اے علیؓ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو قد لمبا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو جھک کر نکلنا ہی تھا لیکن آپ کا قد تو بہت چھوٹا ہے پھر آپ جھک کر کیوں نکلے؟ فرمایا سرکار کی ادا انسان کے لئے کامیابی کی کنجی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر نکلے میرا قد بڑا ہو یا نہ ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر نکلے میں بھی جھک کر نکلا یہ غلام کی پہچان ہے کہ اپنے آقا کی سنت کو ادا کرے۔ ہم میں کتنے لوگ ہیں ایسے؟ آج ہم نے ہزاروں سنتوں کو خیر باد کہہ دیا ہے، دسترخوان بچھانے کا طریقہ ہمیں معلوم نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے آدمی بیٹھے اس کے بعد دسترخوان بچھے اور اس کے بعد کھانا رکھے اور ہاتھ دھوئے جائیں تو دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں لیکن آج ہم جب کھانے کے لئے ہاتھ دھوتے ہیں تو صرف چار انگلی بس غیر مسلموں کی طرح۔

دارالعلوم دیوبند کے استاذ کا واقعہ

دارالعلوم دیوبند کے حالات میں لکھا ہے دارالعلوم کے ایک بہت بڑے استاذ تھے جب ان کا انتقال ہوگیا تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا

معاملہ فرمایا تو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کو اپنایا تھا کہ اگر کوئی غلطی یا گستاخی ہو جائے تو میں معاف کر دیا کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میری بیوی نے کھچڑی پکائی یو پی میں آج بھی ایسا حال ہے کہ عورتیں شوہر سے پہلے نہیں کھاتی ہیں پہلے مرد حضرات کھائیں بعد میں عورتیں کھائیں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے نکاح نہ کرو جو مرد سے پہلے کھانے کی عادی ہوں اس کی صفت ایسی نہیں ہونی چاہئے ایسی عورت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے سے منع فرمایا جو مرد سے پہلے کھائے اور مرد سے پہلے سو جائے۔ تو بیوی ے کھچڑی پکائی اور اس میں نمک ڈالنا بھول گئی حضرت مدرسہ آئے اور جب کھانا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ نمک نہیں ہے سوچا کہ بھول گئی چلو کوئی بات نہیں پھیکی ہی کھچڑی کھا کر پھر مدرسہ چلے گئے یہ واقعہ چھوٹا سا ہے بھول گئے ذہن میں بھی نہیں رہا مرنے کے بعد اللہ کے دربار میں پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم نے بہت سی عبادتیں کی ہیں بڑی بڑی حدیثیں پڑھائی ہیں بڑی بڑی نمازیں پڑھی ہیں لیکن ایک ادا تمہاری ہمیں بہت پسند کہ تم کو اس وقت بہت بھوک لگ رہی تھی اور بغیر نمک کے تم نے کھچڑی کھائی اور غصہ کو تم نے پی لیا اور بیوی پر تم ناراض نہیں ہوئے تم نے اپنی بیوی پر رحم کیا اس لئے ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ صرف اتنی سی بات، وہ بزرگ خواب دیکھنے کے بعد ان کے گھر گئے اور ان کی اہلیہ سے پوچھا کہ کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے؟ تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کو یہ واقعہ بتایا کس نے ؟ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کا خواب صحیح ہے، اس لئے کہ اس واقعہ کا میرے اور میرے شوہر کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہے۔

ایک اہم سنت پر عمل کا فائدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ گٹوں

تک دھوئے وہ آدمی کبھی بھی نہ تو کسی کا قرضدار ہوسکتا ہے اور نہ ہی کبھی فاقہ کرسکتا ہے۔ اس سنت پر آپ عمل کر کے دیکھئے قسم خدا کی یہ سنت اتنی مضبوط اور اتنی سچی اور اتنی مجرب ہے کہ اگر اس سنت کو آپ اپنالیں تو دنیا کبھی تنگ دست نہیں ہوسکتی، یہ اتنی معمولی سی سنت ہمارے حضرت حاذق الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ سنت تو چھوٹی سی ہے کہ یہاں تک ہاتھ دھویا جائے اور اس کے فوائد اتنے کہ آدمی کبھی قرضدار نہیں ہوتا، اب دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں کھانا کھا رہے ہیں بول نہیں رہے ہیں خاموش ہوکر کھانا یہ یہودیوں کا طریقہ ہے کھانا کھانے کے دوران کچھ بات چیت بھی کرنی چاہئے بول چال بھی رکھنی چاہئے اور زیادہ بات بھی نہیں کرنا چاہئے کہ یہ نصاریٰ کا مشغلہ ہے کہ وہ کھانا کم کھاتے ہیں اور بات زیادہ کرتے ہیں، کھانے کو محبت کے ساتھ کھانا چاہئے یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، انسان کو اگر دو دانے نہ ملیں دو لقمے نہ ملیں تو آدمی چوری کرنے پر مجبور ہوجائے، بے ایمانی کرنے پر مجبور ہوجائے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار اور اللہ کی نعمتوں کی قدر انسان کے دل میں ہو اور پھر وہ قدردانی کے ساتھ کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیتے ہیں، جائز اور حلال کمائی کو آدمی دسترخوان پر بیٹھ کر کھائے اور جب کھالے تو دعا پڑھے اس کے بعد ہاتھ دھوئے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کہ اس میں مرچ زیادہ ہوگئی اس میں نمک زیادہ ہوگیا وغیرہ وغیرہ۔ جتنا دل چاہے اتنا کھائے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (خطبات حبانؒ جلد سوم)

صحابہ کا دل بھی صاف اور بات بھی صاف ہوتی تھی

حدیث میں ایک صحابی کا قصہ آتا ہے جو فارسی تھے اور شوربا اچھا پکاتے تھے، انہوں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آج گوشت عمدہ پکایا اور جی چاہتا ہے کہ آپ بھی نوش فرمائیں، آپ نے فرمایا: وَعَائِشَۃَ کہ حضرت عائشہ کی بھی دعوت کرو، تو وہ

صحابی صاف کہتے ہیں کہ نہیں حضرت عائشہ کی دعوت منظور نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پھر ہم کو بھی منظور نہیں وہ صحابی یہ سن کر سیدھے ہی چلے گئے کچھ دور جا کر پھر محبت کا جوش ہوا اور واپس آئے اور کہا: یارسول اللہ تشریف لے چلئے، فرمایا: ''اور عائشہ بھی'' کہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ہم بھی نہیں یہ سن کر وہ پھر لوٹ گئے اور کچھ دور جا کر پھر واپس آئے اور کہا: یارسول اللہ: چلئے فرمایا: ''اور عائشہ بھی'' کہا ہاں! عائشہ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بے تکلف تھے کہ دل کی بات کو صاف صاف عرض کر دیتے تھے، جب تک خود ان کے دل نے حضرت عائشہ کی دعوت منظور نہیں کی اس وقت تک برابر انکار کرتے رہے، یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے شرما کر پہلے ہی مرتبہ میں قبول کر لیتے۔

حضرت بریرہؓ کا واقعہ حدیثوں میں آتا ہے کہ جب ان کو حضرت عائشہؓ نے آزاد کر دیا تو قانون اسلامی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا کہ جس شخص سے تمہارا نکاح غلامی کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔ اب چاہو تو تم اس کو باقی رکھو خواہ فسخ کرو، حضرت بریرۃؓ نے فسخ نکاح کو اختیار کیا ان کے شوہر کو اس کا صدمہ ہوا اور وہ ان کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھرا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اے عباس! دیکھتے ہو کہ مغیث کو بریرۃؓ سے کیسی محبت ہے اور بریرۃؓ کو اس سے کیسی نفرت ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرۃؓ سے فرمایا کہ اے بریرۃؓ! تم مغیث سے پھر نکاح کر لو تو اچھا ہے تو وہ پوچھتی ہیں یارسول اللہ! یہ حکم ہے یا شفاعت ہے؟ فرمایا: شفاعت ہے حکم نہیں ہے'' تو کہا: میں شفاعت کو منظور نہیں کرتی۔

بھلا آج تو کوئی مرید ایسا کر کے دیکھے کہ پیر کی شفاعت کو رد کر دے کہ وہ خود ہی مردود ہو جائے گا مگر حضرت بریرۃؓ کے اس فعل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا ناگواری نہیں ہوئی کیونکہ امر اور شفاعت کا درجہ صحابہؓ کو بتلا دیا تھا کہ امر کی اطاعت واجب ہے اور شفاعت میں قبول وعدم

قبول کا اختیار ہے، پھر جب وہ اختیار سے کام لیتے اور کسی معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول نہ کرتے تو آپ کو مطلقاً ملال نہ ہوتا تھا، اگر آج کل بھی کسی پیر نے اپنے مریدوں کو اپنے ساتھ ایسا آزاد کر دیا ہو کہ وہ اس کے سامنے اپنے دل کی بات کو صاف کہہ سکتے ہوں اور اس کی شفاعت کو بھی کسی وقت رد کر دیتے ہوں، اس کو یہ جائز ہے کہ اپنے ساتھ دعوت میں کسی کو لے جائے اور داعی سے کہہ دے کہ میں اس کو ساتھ لایا ہوں اگر اجازت دو تو یہ کھانے میں شریک ہو ورنہ لوٹ جائے اور جس نے اتنا بے تکلف اور آزاد نہ کیا ہو اس کو یہ حق حاصل نہیں کیونکہ اس کے استیذان (اجازت لینے) کے بعد مرید کو اجازت (دینے پر) پر قدرت نہ ہوگی، اور اس صورت میں بطیب نفس (یعنی دل کی مرضی سے) اجازت کا تحقق نہ ہوگا، وہ شرما کر اجازت دیدے گا اور قلب میں گرانی ہوگی۔ (تسلیم ورضاص ۱۲۴)

بعض بخیلوں کی حکایتیں

بخیلوں کی حکایات اس بارے میں کثرت سے سنی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مال سے زیادہ ان کو کسی چیز سے محبت نہیں ہوتی۔

ایک بخیل کی حکایت ہے کہ وہ شہد کھا رہا تھا کہ اتنے میں اس کا دوست آ گیا، اس نے روٹی تو چھپا دی اور تواضع کے طور پر پوچھا کہ شہد کھاؤ گے؟ کہا ہاں اور یہ کہہ کر کھانا شروع کیا، بخیل نے تو اول یہ سمجھ کر تواضع کی ہوگی کہ روکھا شہد کون کھاتا ہے، شاید یہ انکار کر دے گا جب اس نے انکار نہ کیا تو یہ سمجھا کہ شہد دو چار چمچے کھا کر بس کر دے گا مگر اس نے بس ہی نہ کی تو اس سے نہ رہا گیا کہنے لگا، ماہذا انہ یحرق القلب۔ کہ میاں زیادہ نہ کھاؤ شہد بہت گرم ہوتا ہے دل کو پھونک دیتا ہے **قال نعم ولکن قلبک** کہا ہاں سچ کہتے ہو لیکن وہ تمہارے قلب کو کھاتا ہے میرے دل کو نہیں۔

اسی طرح ایک بخیل انجیر کھا رہا تھا کہ سامنے سے ایک اعرابی آ گیا اس نے اس کو آتا ہوا دیکھ کر انجیر چادر سے چھپا دیئے وہ سمجھ گیا، جب وہ آ کر بیٹھا تو بخیل نے ٹالنے کے طور پر کہا کچھ قرآن جانتے ہو کہا ہاں کچھ پڑھو تو اس نے پڑھا۔ وَالزَّيْتُوْنَ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنَ۔ بخیل نے کہا این والتین یعنی والتین کہاں گیا اس نے کہا ہو تحت کسائک کہ وہ تیری چادر کے اندر موجود ہے، تین عربی میں انجیر کو کہتے ہیں، تو بخیلوں سے چھین کر کھانا جائز نہیں، بلکہ اس کی تو اجازت بھی مشکوک ہوتی ہے، ہاں سخی دوستوں سے اگر پوری بے تکلفی ہو تو چھین کر بھی کھانا جائز ہے کیونکہ شہادت قلب موجود ہے اور جہاں قلب شہادت نہ دے وہاں ہرگز ہاتھ نہ بڑھاؤ۔ بلکہ واپس کر دو اور جب تک کھٹک دور نہ ہو ہرگز نہ لو۔

اور یہ مت سمجھو کہ اگر اس رقم کو واپس کر دیں گے تو پھر کہاں سے آئے گی، اگر وہ تقدیر میں ہے تو پھر آئے گی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو اس کی جگہ دوسری رقم آئے گی، خدا سے ایسے ناامید کیوں ہو گئے کہ بس ایک دفعہ دے کر پھر نہ دیں گے۔

ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ الہامات الٰہیہ لکھے ہیں، ان میں ایک الہام یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے! میں ایسا روزی دینے والا ہوں کہ اگر تو یہ دعا بھی کیا کرے کہ اے اللہ! مجھے رزق نہ دیجیو تو جب بھی میں دوں گا، اور تیرے مانگنے پر تو بھلا کیوں نہ دوں گا۔

آدھا بچا ہوا کھانا رکھو گے تو عمر بھر نہیں ملے گا

امیر شاہ خان صاحبؒ نے ایک حکایت لکھوائی ہے کہ دہلی میں ایک بزرگ پہنچے اور ان کو کئی دن کا فاقہ پیش آیا، کئی روز کے بعد ایک قاب میں نہایت نفیس پلاؤ آیا انہوں نے کھایا مگر پورا نہ کھایا گیا بلکہ آدھا بچ گیا۔ اب نفس کے ساتھ کشاکشی ہوئی نفس کہتا تھا کہ اس کو شام کے واسطے رکھ لو

اورلمۂ خیر (یعنی بھلائی کا ساتھی) کہتا تھا کہ فقیروں کو دیدو، شام کو اللہ تعالیٰ پھر دیں گے، نفس نے کہا کیا خبر ہے شام کو دیں گے یا نہیں، لمۂ خیر (یعنی اس فرشتہ نے جو انسان کے دل میں خیر کی بات کا القاء کرتا ہے اس نے) نے کہا: خدا تعالیٰ نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے، کہا: ہاں! وعدہ تو ہے مگر اس میں کچھ وقت کا تو تعین نہیں، کیا خبر کب دیں گے۔ لمۂ خیر نے کہا: پھر کیا حرج ہے ان کو اختیار ہے جب چاہیں دیں، بالآخر لمۂ خیر غالب آیا اور وہ بچا ہوا کھانا کسی فقیر کو دے دیا، سامنے سے ایک مجذوب نظر آیا اور یہ کہتا ہوا گزر گیا واہ واہ خوب سمجھا یہ بات ٹھہر چکی تھی کہ اگر یہ بچا ہوا کھانا شام کے واسطے رکھے تو اس کو بھوکا مارو اور عمر بھر کچھ کھانے کو نہ دو، واہ خوب سمجھا، واہ اب خوب دروازہ کھل گیا۔ (نصیحۃ العلماء۔ ریاونمود ایک مہلک مرض)

حضرت عمیر بن وہب جمحی ؓ کا اِنفرادی دعوت دینا اور اُن کے اِسلام لانے کا قصہ

حضرت عروہ بن زُبیر ؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں شکست کھانے کی پریشانی کے چند دنوں کے بعد عمیر بن وہب جمحی صفوان بن اُمیَّہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے بڑا شیطان تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ ؓ کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا اور مکہ میں مسلمانوں نے اس کی طرف سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے والوں میں تھا۔ عمیر بن وہب نے قلیبِ بدر کا ذکر کیا جس کنویں میں ستّر کافروں کو قتل کر کے ڈالا گیا تھا اور دیگر مصیبتوں کا بھی تذکرہ کیا۔ تو صفوان نے کہا: اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بعد تو اب زندگی میں کوئی مزا نہیں رہا۔ عمیر نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا فی الحال میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے اور اپنے پیچھے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ابھی سوار ہو کر محمد (ﷺ) کے پاس جاتا اور (نَعُوْذُ

بِاللّٰهِ) ان کو قتل کر دیتا، کیوں کہ میرے لیے ان کے پاس جانے کا ایک بہانہ ہے اور وہ یہ کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ صفوان بن اُمیَّہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا: تمہارا قرضہ میرے ذمہ ہے، میں اسے تمہاری طرف سے ادا کردوں گا۔ تمہارے بال بچے میرے بال بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہے میں اپنی وسعت کے مطابق اُن کا پورا خیال رکھوں گا۔ عمیر نے کہا: میری اور اپنی یہ باتیں راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا: ایسا ہی کروں گا۔ عمیر کے کہنے پر تلوار تیز کردی گئی اور زہر میں بجھادی گئی۔ پھر وہاں سے چل کر وہ مدینہ پہنچے۔

حضرت عمر بن خطابؓ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگِ بدر کے حالات کا تذکرہ کررہے تھے، اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو ظاہر کے خلاف فتح سے نوازا اور دشمنوں کو جو کھلی شکست دکھائی اس کا تذکرہ کررہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھا چکے تھے۔ حضرت عمر نے کہا: یہ کتا، اللہ کا دشمن، عمیر بن وہب بری نیت سے ہی آیا ہے۔ اسی نے ہمارے درمیان فساد برپا کیا تھا اور بدر کے دن ہمارا اندازہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا تھا۔ چناں چہ حضرت عمر فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ چناں چہ حضرت عمر گئے اور عمیر کی تلوار کے پَرتلے کو اس کے گریبان سمیت پکڑ کر کھینچا اور اپنے ساتھ کے انصار سے کہا: تم سب جاکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے ہوشیار رہنا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر حضرت عمر اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عمر نے اسے پَرتلے اور گریبان سے پکڑ کر رکھا ہے تو فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ اور اے عمیر! قریب آجاؤ۔ عمیر نے قریب آکر کہا: أَنْعِمْ صَبَاحًا (صبح بخیر!) اور جاہلیت والے

آپس میں یوں سلام کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس سلام سے بہتر سلام سے نوازا ہے اور وہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ جو کہ جنتیوں کا آپس میں سلام ہوگا۔ عمیر نے کہا: اللہ کی قسم! اے محمد! میرے لیے تو یہ نئی بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمیر! تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا: میں اس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو آپ کے ہاتھوں میں قید ہے۔ آپ اس پر احسان کریں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر گلے میں تلوار لٹکانے کا کیا مقصد؟ عمیر نے کہا: اللہ ان تلواروں کا برا کرے! کیا یہ تلواریں ہمارے کچھ کام آئیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے سچ بتاؤ کیوں آئے ہو؟ عمیر نے کہا: میں تو صرف اسی لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اور صفوان بن اُمَیَّہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم نے قریش کے اُن لوگوں کا تذکرہ کیا تھا جن کو مار کر بدر کے کنویں میں پھینکا گیا تھا۔ پھر تم نے کہا تھا: اگر مجھ پر قرضہ اور بال بچوں کی ذمہ داری کا بوجھ نہ ہوتا تو میں جا کر (نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ) محمد کو قتل کر آتا۔ پھر صفوان بن اُمَیَّہ نے تمہارے قرضے اور بال بچوں کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھائی کہ تم مجھے قتل کرو گے، حالاں کہ اللہ تمہارے اور تمہارے اس ارادے کے درمیان حائل ہے۔ حضرت عمیر نے (یہ سنتے ہی فوراً) کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ جو آسمان کی خبریں اور اترنے والی وحی ہمیں بتاتے تھے ہم اس کو جھٹلاتے تھے، اور یہ تو ایک ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتائی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اِسلام کی ہدایت سے نوازا اور مجھے یہاں کھینچ کر لایا۔ پھر انھوں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی (عمیر) کو دین کی باتیں سکھاؤ اور قرآن اسے پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو۔ چناں چہ صحابہؓ نے ایسا ہی کیا۔

پھر حضرت عمیرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ کے نور کو مٹانے کے لیے بہت کوشش کیا کرتا تھا اور اللہ کے دین والوں کو بہت زیادہ تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جا کر مکہ والوں کو اللہ ورسول کی طرف اور اِسلام کی طرف دعوت دوں، اُمید ہے اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے دیں گے، ورنہ میں ان کو ان کے دین کی وجہ سے ایسے ہی تکلیفیں دوں گا جیسے میں آپ کے صحابہ کو دین کی وجہ سے دیا کرتا تھا۔ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے۔ حضرت عمیر بن وہب کے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد صفوان یہ کہا کرتا تھا: اے لوگو! چند دنوں کے بعد تمھیں ایک ایسی خوش خبری ملے گی جو تمھیں بدر کی ساری مصیبتیں بھلا دے گی۔ صفوان حضرت عمیر کے بارے میں آنے والے سواروں سے پوچھا کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک سوار نے آکر انھیں بتایا کہ عمیر تو مسلمان ہو چکے۔ (یہ سن کر) صفوان نے اس بات کی قسم کھائی کہ نہ تو وہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اُس کے کسی کام آئے گا۔

ابنِ جریر نے حضرت عروہ سے لمبی حدیث بیان کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمیرؓ مکہ واپس آکر اِسلام کی دعوت میں مشغول ہو گئے اور جو اُن کی مخالفت کرتا اسے سخت تکلیفیں پہنچاتے، چناں چہ اُن کے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔

حضرت عروہ بن زُبیرؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمیرؓ کو ہدایت دی تو مسلمان بہت خوش ہوئے، اور حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ جس دن عمیر آئے تھے اس دن وہ خنزیر سے بھی زیادہ برے لگ رہے تھے اور آج وہ مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت عمرو بن اُمیّہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمیر بن وہبؓ مسلمان ہونے کے بعد مکہ آئے تو سیدھے اپنے گھر گئے اور صفوان بن اُمیّہ سے نہ ملے اور اپنے اِسلام کا اظہار کیا اور اس کی دعوت دینے لگ گئے۔ جب صفوان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب عمیر

میرے پاس پہلے نہیں آئے بلکہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے کہ عمیر جس مصیبت سے بچنا چاہتا تھا اسی میں جا گرا اور بد دین ہو گیا۔ اور میں نہ کبھی اس سے بات کروں گا اور نہ کبھی اس کا اور اس کے بال بچوں کا کوئی کام کروں گا۔ ایک دن صفوان حطیم میں تھا کہ اتنے میں حضرت عمیر نے اس کے پاس کھڑے ہو کر اسے آواز دی۔ صفوان نے منہ پھیر لیا تو اس سے حضرت عمیر نے کہا: تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہو، آپ بتاؤ کہ ہم جو پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے نام پر جو جانور ذبح کرتے تھے کیا یہ بھی کوئی دین ہے؟ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صفوان نے اُن کو کوئی جواب نہ دیا۔

فرعون کی بیوی کو ایمان کیسے نصیب ہوا؟

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان دنوں میں فرعون بچوں کو پکڑ پکڑ کے ذبح کروا رہا تھا۔ اس لیے ان کی والدہ کو بڑی فکر لاحق ہو گئی کہ ایسا نہ ہو کے فرعون کے کارندے آئیں اور بچے کو پکڑ کے قتل کر دیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ آپ اس بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا کی لہروں کے حوالے کر دیں۔ والدہ نے بچے کو صندوق میں بند کر دیا اور دریا کی لہروں کے حوالے کر دیا۔

صندوق دریا کی لہروں پہ تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچا۔ دوسرے کنارے پر فرعون اپنی بیوی کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس نے جونہی صندوق کو دیکھا تو فوراً غلام کو دوڑایا کہ صندوق پکڑ کے لے آؤ۔ غلام بھاگتا ہوا گیا اور صندوق پکڑ کے لایا۔ فرعون نے جب صندوق کھولا تو اس کے اندر انتہائی خوبصورت حسین وجمیل بچہ تھا، جو سکون کی حالت میں اپنا انگوٹھا چوس رہا تھا، فرعون نے دیکھا تو اسکو خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید یہ وہی بچہ ہے جو میرے تخت وتاج دشمن بننے والا ہے، اس نے فوراً قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، لیکن بیوی نے کہا: لَا تَقْتُلُوْهُ۔

اسے قتل نہ کرو۔ عَسٰی اَنۡ یَّنۡفَعَنَا اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۔ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا، ہم اس کو اپنا بیٹا بنائیں گے۔فرعون نے قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ بعد میں بیوی نے کہا: قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَ لَكَ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (یعنی اس کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں)

اس پر فرعون نے کہا: یکون لك فاما لی، فلا حاجة لی تیری آنکھوں کی ٹھنڈک تو ہوگا، البتہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہو گئے۔اللہ رب العزت نے ان کو نبوت عطا فرمائی۔

نبوت ملی تو فرعون کی بیوی مسلمان ہو گئی، جبکہ فرعون محروم چلا گیا۔نسائی شریف کی حدیث ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لو اقر فرعون ان یکون له قرة عین کما اقرب امرته لهداه الله کما هداها** (سنن النسائی الکبری، حدیث:11326)

اگر فرعون بھی اس طرح اقرار کر لیتا کہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔جیسا کہ اس کی بیوی نے اقرار کر لیا تھا تو اللہ تعالی فرعون کو بھی اسی طرح ایمان کی دولت سے نوازتا، جس طرح اس کی بیوی کو ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

بیوی نے کہا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمائی۔تو کئی مرتبہ سینہ ایمان سے خالی ہوتا ہے، کسی اللہ والے کے چہرے پر محبت کے ساتھ نظر ڈالنے سے ایمان کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔

اللہ والوں کی محبت کی بدولت اللہ رب العزت کی محبت بندے کو نصیب ہو جاتی ہے۔ بندہ اللہ کے محبین میں شامل ہو جاتا ہے۔ہم اللہ سے اللہ کی محبت تو مانگتے ہیں، مگر اللہ والوں کی محبت نہیں مانگتے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی سے صرف اللہ کی محبت نہیں مانگی، بلکہ جہاں اللہ کی محبت مانگی ہے، وہاں اللہ والوں کی محبت بھی مانگی ہے۔ چنانچہ دعا مانگی: **اللھم انی اسئلک حبک و حب من یحبک** (جامع ترمذی، حدیث:3490)

اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور جو تجھ سے محبت کرنے والے ہیں میں ان کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں۔

اور دوسری جانب حدیث قدسی ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں: **وجبت محبتي للمتحابين في** (مشکوۃ المصابیح، حدیث: 5011)

جو لوگ ایک دوسرے کے ساتھ میری خاطر محبت کرتے ہیں ان کے لیے میری محبت لازم ہوگئی ہے۔

اگر ہم اللہ والوں کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں تو اس کی بدولت ہمیں اللہ کی محبت نصیب ہوگی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام زمین پر اترے ہیں۔ ابراہیم بن ادہم نے ان سے پوچھا: **لم نزلت** آپ کیوں زمین پر اترے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: **لا کتب المحبین** میں اس لیے زمین پہ اترا ہوں کہ محبین کی فہرست بناؤں وہ لوگ جو اللہ سے محبت کرتے ہیں، میں ان کی فہرست بناؤں۔ پوچھا: **مثل من** کیسے محبین؟ تو انہوں نے جواب دیا: **مثل مالک بن دینار وثابت البناني وایوب السختیاني**۔ مالک بن دینار کی طرح، ثابت بنانی کی طرح، اور ایوب سختیانی کی طرح محبین کی فہرست بنانے آیا ہوں۔

تو ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: **انا منهم** کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ان میں سے نہیں ہے۔ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **اذا کتبتهم فاکتبني في اخرهم اني محب لهم** جب ان کی فہرست بنائیں تو سب سے آخر میں لکھ لینا کہ میں ان سے محبت کرنے والا ہوں۔ چلو اللہ سے محبت کرنے والوں میں میرا نام نہیں ہے، اللہ کے محبین سے محبت کرنے والوں میں تو میرا نام لکھ لینا۔ فرماتے ہیں: **فنزل الوحي ان اکتبه اولهم** اللہ تعالی کی طرف سے پیغام آیا کہ آپ ابراہیم بن ادھم کو سب سے اوپر لکھ لینا۔

چونکہ یہ اللہ کے محبین سے محبت کرنے والا ہے اس لیے اللہ کے محبین میں سب سے اوپر ان کا نام لکھ لینا۔تو جو بندہ اللہ کے محبین سے محبت کرتا ہے اللہ تعالی اس بندے کو اپنی محبت نصیب فرما دیتے ہیں۔(صحبت صالحین کی اہمیت،ص/31)

اللہ والوں کی صحبت کے فائدے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں کے قلوب میں ایک باطنی نسبت ہوتی ہے، باطنی فیض ہوتا ہے جو دوسروں کے قلوب میں منتقل فرماتے ہیں،جس کی بدولت وہ لوگوں کے دلوں میں انقلاب برپا کرتے ہیں۔

فرعون بھی داڑھی رکھتا تھا

ارشاد فرمایا: تاریخ کا بدترین انسان جس کو دنیا فرعون کے نام سے یاد کرتی ہے جس نے بنی اسرائیل پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور ہزاروں نوزائدہ بچوں کو ہلاک کر دیا تھا۔اور خود کو ''انا ربکم الاعلیٰ'' کہتا تھا۔ایسا بدترین انسان بھی داڑھی رکھتا تھا۔اس کی حیات کے دیگر تذکروں کے ساتھ داڑھی کا اور داڑھی میں ہیرے جواہرات کے موتیوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔(ملفوظات حبیب الامت جلداول،ص/95)

فرعون جیسے لوگ

حضرت سفیانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ ایک آدمی نے پکی اینٹوں سے مکان بنوایا ہے تو فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس امت میں فرعون جیسے لوگ بھی ہوں گے۔راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرعون کے اس جملہ کی طرف اشارہ فرمارہے تھے کہ :

فاوقد لی یاھامان علی الطین فاجعل لی صرحاً (قصص)

اے ہامان! تم ہمارے لئے مٹی کی اینٹیں بنوا کر ان کو آگ میں پزاوہ لگا کر پکواؤ پھر ان پختہ اینٹوں سے میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ۔(حیاۃ الصحابۃ ۲/۳۹۷)

فرعون کو شیطان کی نصیحت

ایک مرتبہ فرعون کے سامنے شیطان ظاہر ہوا اور اس نے فرعون سے پوچھا کہ تجھے کس نے خدا بنایا ہے اور تیرے اندر ایسا کون سا کمال ہے کہ تو اپنے آپ کو خدا سمجھ بیٹھا؟ تو فرعون نے کہا کہ میرے پاس بہت بڑی طاقت ہے، میرے پاس بہت سا سونا، چاندی، ہیرے جواہرات ہیں اور میں بہت بڑے ملک کا مالک ہوں، شیطان نے پوچھا اور کیا ہے تیرے پاس؟ فرعون نے کہا کہ میرے پاس اندرونی ایسی طاقت ہے جو تیرے پاس نہیں ہے اس نے کہا کہ دکھاؤ؟ فرعون نے فوراً حکم دیا کہ اسی وقت ایک ہزار جادوگر بلائے جائیں اور وہ سب مل کر اس شیطان کو اپنی پھونکوں اور اثر سے اڑا دیں، اور انہوں نے اپنا جادو دکھایا، شیطان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا علم دیا ہے، شیطان نے ایک پھونک ماری جس سے سارے جادوگروں کے اثرات ختم ہو گئے، دوسری مرتبہ پھر ان ایک ہزار جادوگروں نے اپنا جادو دکھایا، شیطان نے پھر ایک پھونک ماری جس سے پھر ان کا اثر ختم ہو گیا، ان جادوگروں نے پھر آخری جادو دکھایا شیطان نے پھر ایک پھونک ماری اور ہنس کر کہنے لگا کہ تم اگر ایسے ایسے ایک ہزار جادو بھی دکھاؤ گے تو میرا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے، سب ہوا میں تحلیل ہو جائے گا، اے فرعون! یاد رکھ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی چیزیں عطا فرمائی ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا محبوب نہیں بنایا اور مجھے اپنا فرمانبردار بندہ ماننے سے انکار کر دیا، اور تو خدا کا نافرمان ہے تو رب کیسے ہو سکتا ہے؟

علماء کرام اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں کہ انسان اگر خدا کی نافرمانی شہوت کی وجہ سے کرلے تو اس کا گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی تکبر اور غرور کرے اس کو توبہ کی توفیق نہیں دیتے یعنی تکبر اور غرور کی وجہ سے توبہ جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ (خطبات حبان جلد دوم، ص/140)

ابلیس حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں

حضرت نوحؑ کی کشتی جب بن کر تیار ہوئی اور حضرت نوحؑ اور آپ کے ماننے والے کشتی میں سوار ہو گئے تو حضرت نوحؑ نے دیکھا کہ شیطان بھی کشتی کے ایک کونے میں بیٹھا ہے، آپ نے پوچھا کہ ابلیس کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ کا غضب اتنا بڑا ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا، حضرت نوحؑ نے کہا اے ابلیس کیا ابھی بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں بنا؟ تو شیطان نے کہا کہ اے نوحؑ! آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ میں توبہ کرنے کے لئے تیار ہوں حضرت نوحؑ نے دعا کی، وحی نازل ہوئی کہ ہم اس کی توبہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں پہلے وہ ہماری شرط پوری کرے، حضرت نوحؑ نے شیطان سے کہا کہ اے ابلیس تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی لیکن ایک شرط ہے کہ ہماری کشتی میں حضرت آدمؑ کا تابوت رکھا ہوا ہے تو اس تابوت کو سجدہ کر لے، اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کر لیں گے، شیطان ہنس کر کہنے لگا اے نوح! جب آدمؑ زندہ تھے اس وقت میں نے سجدہ نہیں کیا اب ان کا انتقال ہو گیا اور ایک تابوت میں رکھے ہوئے ہیں اب میں کیسے سجدہ کر سکتا ہوں؟ شیطان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں بڑا ہوں اور آدم چھوٹا ہے، ان سے ہزاروں سال بڑا ہوں، طاقت میں بھی اور علم میں بھی شیطان کے اندر حسد، غرور اور تکبر پیدا ہو گیا تھا حضرت آدمؑ سے، بھلا وہ سجدہ کیسے کر سکتا تھا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو توبہ کی توفیق نہیں دی۔

اللہ کے دربار میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب ساری دنیا کے نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں اور برے لوگوں کو دوزخ میں بھیج دیں گے تو اس وقت شیطان کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک لاکھ سال تک شیطان دوزخ میں رہے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ شیطان کو دوزخ

سے نکالنے کا حکم دیں گے اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کریں گے اور حضرت آدمؑ کو جنت سے بلائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے ابلیس دیکھو یہ آدمؑ ہیں ان کو میں نے اپنا خلیفہ بنایا تھا اور تو نے میری نافرمانی کی تھی یعنی آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اگر آج بھی تو ان کو سجدہ کرلے تو میں تجھے معاف کر سکتا ہوں شیطان کہے گا کہ اے اللہ جب آپ نے آدمؑ کو پیدا کیا میں نے اس وقت سجدہ نہیں کیا اور جب یہ تابوت میں تھے اس وقت سجدہ نہیں کیا، جب یہ قبر میں تھے اس وقت میں نے سجدہ نہیں کیا اب اخیر میں ان کو سجدہ کروں؟ یہ نہیں ہو سکتا ہے۔

متکبر کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

جس کے اندر تکبر، غرور اور گھمنڈ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو توبہ کی توفیق نہیں دیتے ہیں، توبہ کی توفیق اسی کو ملتی ہے جس کے دل میں عاجزی اور انکساری ہو اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے خزانے میں سب کچھ ہے لیکن عاجزی اور انکساری ہمارے خزانے میں نہیں ہے یہ ہم نے انسان کو عطا فرمائی ہے، اگر انسان عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً کہ ہم نے آخرت میں گھر یعنی جنت بنائی وہ ان لوگوں کے لئے نہیں بنائی جو زمین میں تکبر اور غرور کرتے ہیں بلکہ ہم نے جنت ان لوگوں کے لئے بنائی ہے جو ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ (تکبر کے وبال اور اس کے نقصانات، ص/32)

بے نمازی قیامت کے دن فرعون وہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا

نماز ترک کرنے کی ایک بڑی سخت وعید یہ ذکر کی گئی ہے کہ ایسے شخص کے پاس نجات کا

کوئی ذریعہ نہ ہوگا اور اُس کا حشر قیامت کے دن دنیا کے سب سے بڑے بدبختوں یعنی فرعون ، ہامان، اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عَمرو نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورًا وَلَا نَجَاةً وَلَا بُرْهَانًا، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ۔

جو شخص نماز کی حفاظت کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی ،حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی حفاظت نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ ہوگا ،اور اس کا حشر قارون ،فرعون ، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(دارمی:2763)

امام ذہبی فرماتے ہیں: نماز کے ترک کرنے والے کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی ہے۔پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا ،اور اگر حکومت وسلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ ، اور اگر وزارت ہے تو ہامان کے ساتھ ، اور اگر تجارت ہے تو اُبی بن خلف (جو کہ مکہ کا ایک تاجر تھا) کے ساتھ حشر ہوگا۔(الکبائر للذھبی:19)

اللہ تعالیٰ نماز نہ پڑھنے والے سے غصہ میں ملاقات کریں گے

حضرت ابن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةً لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔

نماز ترک کرنے والا اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالی اس پر غضبناک ہونگے۔ (طبرانی کبیر:11782)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی آنکھ میں جب پانی (یعنی موتیا) اُتر آیا تو اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ پانی نکلوانا چاہا، اُن سے کسی نے کہا: "إِنَّكَ تَسْتَلْقِي سَبْعَةَ أَيَّامٍ لَا تُصَلِّي إِلَّا مُسْتَلْقِيًا" آپ کو سات دن تک بستر پر آرام کرنا ہوگا اور نماز بھی لیٹے لیٹے ہی پڑھنی ہوگی، لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس نے یہ پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَهُوَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُصَلِّيَ لَقِيَ اللهَ تَعَالَى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔

جو نماز پڑھنے کی طاقت رکھتے ہوئے نماز ترک کردے وہ اللہ سے اِس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس پر غصہ ہونگے۔ (سنن کبری بیہقی:3684)

حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کا مناظرہ

اللہ تعالی کی ربوبیت واُلوہیت کا انکار کرنے والوں میں ایک فرعون بھی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا، قرآن میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے ایک مباحثہ کا ذکر ہے جو اس وقت پیش آیا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے فرعون کے پاس ہدایت کا پیغام دیکر بھیجا تھا، حضرت موسیٰ نے اس سے کہا کہ مجھے میرے رب نے رسولوں میں سے بنالیا ہے:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ، قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ، قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ، قَالَ

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ، قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ، قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ، قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَهاً غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ، قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ، قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ} (الشعراء: ۲۳-۳۱)

فرعون نے کہا کہ رب العالمین کیا ہے؟ موسیٰ نے فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کی چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین مانو، وہ اپنے اردگرد جمع اپنے لوگوں کو دیکھکر کہنے لگا کہ کیا سنتے نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہارا اور تمہارے پچھلے باپ دادوں کا بھی رب ہے، اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ بلاشبہ یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے مجنون ہے حضرت موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی چیزوں کا بھی رب ہے اگر تم عقل سے کام لو، کہنے لگا کہ اگر تو نے میرے علاوہ کسی اور کو خدا بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈالدوں گا، فرمایا کہ کیا اگرچہ میں کھلی دلیل لے آؤں تب بھی؟ کہنے لگا کہ پھر دلیل لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔

اس میں فرعون کا اللہ کی خدائی سے انکار اور اپنے خدا ہونے کا دعویٰ موجود ہے اور قرآن میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے کو رب اعلی کہتا تھا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى، فَأَخَذَهُ اللهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى، إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَى (النازعات: ۲۴-۲۶)

پس اس نے کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، پس اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا کی سزامیں گرفتار کیا، بلاشبہ اس میں ڈرنے والے کے لیے عبرت کا سامان ہے۔

الغرض اس قسم کے نہایت متکبر اور معاند بے وقوفوں کے سوا کوئی اللہ کی ربوبیت کا انکار کرنے والا نہیں تھا؛ بلکہ مشرکین بھی اللہ کی ربوبیت کو اسی طرح مانتے تھے جیسے مؤمن مانتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں توحید کے چار

مراتب بیان کیے ہیں ایک یہ کہ واجب الوجود ہونے کو صرف اللہ تعالی میں منحصر ماننا، دوسرا یہ کہ عرش اور زمین و آسمان اور تمام جواہر کی تخلیق کو اللہ میں منحصر ماننا، اس کے بعد لکھتے ہیں:

”وھاتان المرتبتان لم تبحث الکتب الإلٰھیة عنھما ولم یخالف فیھما مشرکو العرب و لا الیھود ولاالنصاریٰ، بل القرآن العظیم ناصٌّ علی أنھما من المقدمات المسلمة عندھم“۔

ان دو مراتب سے کتب الہیہ میں بحث نہیں کی گئی ہے اور ان میں نہ عرب کے مشرکین نے اختلاف کیا ہے، نہ یہود نے اور نہ نصاری نے اختلاف کیا ہے؛ بل کہ قرآن عظیم اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ توحید کے یہ دو مرتبے ان لوگوں کے نزدیک بھی مسلمات میں سے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/ ۱۷۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نہر کے کنارے

ایک دن وہ یونہی اپنے شوہر فرعون کے ساتھ محل سے گزرنے والی نہر کے کنارے بیٹھی تھیں کیا دیکھتی ہیں کہ نہر میں ایک صندوق بہتا ہوا آ رہا ہے۔ آپ نے فرعون کو بتایا۔ جسے دیکھ کر فرعون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا۔ فوراً غلام نہر سے صندوق نکال کر لے آئے۔ اور بحکمِ فرعون صندوق کھول کر دیکھا۔ ایک خوبصورت بچہ اس میں تھا۔ جسے دیکھ کر فرعون کے دل میں محبت پیدا ہوئی۔

اس پر اس کی قوم کے لوگوں نے اُسے بھڑکایا ”کہیں یہ بچہ وہ ہو جس کو آپ کی حکومت برباد کرنی ہے“ کیوں کہ کاہنوں نے اُسے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا بنی اسرائیل میں ایک ”نبی“ پیدا ہوگا جو تمہارے ملک کا مالک اور تمہاری بربادی کا باعث ہوگا۔“ یہ سن کر فرعون نے فوراً بچہ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ تبھی بی بی آسیہ نے (جو ایک نیک عورت تھیں، جن کا تعلق انبیائے کرام کی نسل سے تھا، غریبوں، مسکینوں اور بے سہاروں پر رحم کرتی تھیں) کہا کہ، معلوم نہیں یہ کس سرزمین

سے بہتا ہوا آیا ہے۔آپ کو جس بچے سے اندیشہ ہے وہ تو اسی ملک کے بنی اسرائیل خاندان سے ہوگا۔آپ دیکھئے یہ کتنا پیارا اور خوبصورت ہے۔ یہ تو بیٹا بنانے کے لائق ہے۔ میری التجا ہے اسے قتل نہ کیجئے۔ ہمارا کوئی بیٹا نہیں ہے جو ملک و مال کا وارث ہو۔ ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے۔ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے۔'' یہ سن کر فرعون نے اپنا ارادہ بدل دیا۔اس کی قوم کے سرکردہ لوگ اس بات سے بھی متفق ہو گئے۔حضرت آسیہ نے فرعون کے ہی اصرار پر اسی بچہ کا نام اس کی مناسبت سے ''موسیٰ'' رکھا۔ کیوں کہ وہ پانی اور لکڑیوں کے درمیان بہتے ہوئے آیا تھا۔قبطی زبان میں ''موٗ'' پانی کو اور ''سا'' لکڑی کو کہتے ہیں۔اس لئے بچہ کا نام ''موسیٰ'' تجویز کیا تھا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام،فرعون کے محل میں رہ رہے تھے۔حضرت آسیہ نے انھیں اپنا بیٹا بنالیا تھا۔فرعون بھی اس بچے کے آنے سے بہت خوش تھا۔کیوں کہ اس کے آنے سے اُس نے ایک کرشمہ دیکھ لیا تھا۔اس کی بیٹی جس کے جسم پر بدنما داغ، دھبے تھے دور ہو گئے تھے۔کیوں کہ اس کی بیٹی نے اسے بتایا تھا کہ اس بچے کا لُعاب میرے منہ پر لگ جانے سے یہ بیماری جاتی رہی۔ابھی موسیٰ علیہ السلام کی عمر چار سال تھی،ایک روز حضرتِ آسیہ نے فرعون کو آتا دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو اس کی گود میں دے دیا اور کہا۔''یہ آپ کا بیٹا ہے۔'' اس پر فرعون نے کہا۔۔۔۔۔ مجھے اس بچے سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ عبرانی ہے اور میں مصری۔ابھی دونوں کے درمیان گفتگو چل رہی تھی کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔اس حرکت پر فرعون کو غصہ آ گیا۔اور وہ برہم ہو کر بولا۔''یہ ضرور بنی اسرائیل کا لڑکا ہے۔میں اس کو تلاش کر رہا تھا۔اس کو ضرور قتل کر دوں گا۔'' یہ سن کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے گھبرا کر کہا۔۔۔۔۔''یہ نادان ہے اس نے یہ حرکت دانستہ نہیں کی ہے اگر جان بوجھ کر کی ہوتی تو ضرور سزا کا مستحق ہوتا۔آپ تجربہ کر سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر حضرت آسیہ نے دو طشت منگوائے،

ایک طشت میں آگ تھی۔ دوسرے میں یاقوتِ سرخ۔ دونوں طشت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کئے۔ بحکم الٰہی موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ منہ میں رکھ لیا۔ یہ دیکھ کر فرعون کو یقین ہو گیا کہ بچہ نے یہ حرکت واقعی جان بوجھ کر نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سزا سے بچ گئے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے بھی سکون کی سانس لی۔ (خطبات حبان رحیمی، ص/23)

صبر واستقامت کی پہاڑ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا

چونکہ حالات کے تحت حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حکم تھا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا محل چھوڑ دیا تھا۔ اور خود کہیں جا بسے تھے۔ مصر واپسی تب کی جب باری تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا کر دی تھی۔ اس عرصہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا برابر خیال آتا رہا۔ وہ اُن سے بے پناہ شفقت رکھتی تھیں۔ اور یہ شفقت، عقیدت میں اُس دن تبدیل ہوئی جس روز مصری جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک معمولی نمونہ ہے۔ وہ نہ صرف سجدہ ریز ہوئے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا پر ایمان بھی لے آئے تھے۔ ادھر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی اس معجزہ سے ایسی متاثر ہوئیں کہ ایمان لے آئیں۔ مسلمان ہو گئیں۔ لیکن ان کے ایمان کا انکشاف اُس دن ہوا جب وہ بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں کہ کنگھی ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ اور منہ سے بے ساختہ ''خدا'' کا نام نکل گیا۔ اتفاق کہ فرعون اُن کے قریب ہی کھڑا تھا۔ جب اس نے خدا کا نام سُنا تو وہ غصہ میں آ گیا اور برہم ہو کر بولا۔

''کیا موسیٰ علیہ السلام کے خدا پر تو بھی ایمان لے آئی ہے۔؟'' حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے نہایت اطمنانی لہجہ میں اقرار کرتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں! میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا پر ایمان

لے آئی ہوں۔ یہ بات میں نے آپ سے چھپا رکھی تھی۔ مگر آج اقرار کرتی ہوں کہ جو خدا موسیٰ علیہ السلام کا ہے وہی میرا ہے۔''

فرعون غصہ پر قابو نہ پاتے ہوئے چلایا۔۔۔''تو موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو چھوڑ دے ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔'' حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی اس دھمکی سے ذرا بھی نہ ڈریں۔ اور صاف انکار کرتے ہوئے بولیں۔''میں ایمان لا چکی ہوں۔ تمہیں اختیار ہے جو چاہو سزا دو۔'' یہ سن کر فرعون بدحواس ہو گیا۔ اس نے چار میخیں منگوائیں اور حضرت آسیہ کے ہاتھ پیروں میں گڑوا دیں۔ لیکن حضرت آسیہ نے زخمی حالت میں وہی کہا۔۔۔''تو ضرور میرے وجود پر قادر ہے لیکن میرا دل میرے خدا کی امان میں ہے۔ چاہے تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے مگر میرا ایمان و یقین لمحہ بھر کیلئے بھی نہ ڈگمگائے گا۔'' فرعون جھلا گیا تھا۔ سزا برقرار تھی۔ اتفاق سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُدھر سے گذر ہوا۔ جنھیں دیکھ کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے دریافت کیا۔

''میرا رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔۔۔۔''اے آسیہ رضی اللہ عنہا ! آسمان کے فرشتے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ بھی تیرے کارناموں پر فخر فرما رہا ہے۔ تو جو سوال کرے گی تیری ضرورت بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوگی۔'' تب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی جانب نگاہ اُٹھا کر خدائے برحق سے التجا کی۔ کیوں کہ فرعون نے سزا میں مزید اضافہ کیا تھا کہ اس نے ان کے تپتے اور زخمی جسم پر چکی کے پاٹ رکھوا دیئے تھے۔''اے میرے رب! میرے لئے اپنے جوارِ رحمت میں جنت میں مکان بنا دے مجھ کو فرعون اور اُس کے مظالم سے رہائی دے اور ان ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔''

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دُعا قبول ہوئی۔ ان کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا گیا۔ جب انھیں جنت نظر آئی تو چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر فرعون اور اس کے حواری ششدر اور حیران رہ گئے۔ جو اتفاق سے فوراً واپس آ گئے تھے۔ اور موجود تھے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی روح بحکمِ خدا تعالیٰ قبض کر لی گئی تھی مگر چہرے پر مسکراہٹ قائم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو اعزاز و انعام عطا کیا تھا۔ وہ اس کا اظہار تھا۔ وہ بھی حضرت مریم کی طرح بہشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں شامل ہوں گی۔ یہ اپنے وقت کی وہ دو عورتیں ہیں جو بہت سے مردوں سے آگے نکل گئیں باوجودے کہ ان کی قوم کافر تھی۔ مگر وہ اپنی عبادت و عبودیت میں کامیاب رہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ فضیلت بخشی ہے۔ سرور کائنات بھی فرماتے ہیں۔ ''مردوں میں باکمال بکثرت ہیں لیکن عورتوں میں صرف چار ہی ہیں۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم، حضرت مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایمان ایک جوہر نایاب ہے جس کی مٹھاس و ذائقہ دنیا کی تمام اشیاء سے زیادہ ہے۔ یہ نعمت اس انسان کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کو محبوب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے کیا کیا مصیبتیں نہ جھیلیں، وہ ایک بدترین دشمنِ خدا کی بیوی تھی، خدا پر ایمان لے آئی تھیں، اس لئے انھوں نے قومِ فرعون کے عمل سے اپنے عمل کا راستہ الگ کر لیا تھا۔ آج بھی فرعونیت اسلام کے خلاف ہر راہ میں ہر ممکن کوشش کر رہی ہے، ان حالات میں آخر کیا کرنا چاہئے؟

حضرت خضر کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ وہ اللہ کا کون سا بندہ ہے حضرت جبرئیل علیہ

السلام نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر بن ما میل ہیں جو طیب یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ مجھ کو کہاں ملیں گے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو اس سمندر کے پس پشت تلاش کیجئے، پھر آپ نے پوچھا کہ مجھے ان کا پتہ کون بتائے گا؟ حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ کے زادراہ میں سے کوئی چیز آپ کی راہنمائی کرے گی۔ (مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اس قدر اشتیاق ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنی قوم میں سے اپنا نائب بھی نہیں بنایا اور ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں چل دیئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام رخصت ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں میں تیار ہوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا پہلے ذرا زادِراہ کا انتظام کرو۔ چنانچہ حضرت یوشع علیہ السلام نے زادراہ کے لئے چند روٹیاں اور تلی ہوئی نمکین مچھلی ناشتہ دان میں رکھ لیں اور چلدیئے راستہ میں کبھی پانی اور کبھی خشکی میں چلنا پڑا اس لئے وہ دونوں صاحبان تھک گئے اور رفتہ رفتہ ایک پتھر پر جا پہنچے جو بحر آرمینیہ کے عقب میں پڑا ہوا تھا۔ اس پتھر کو قلعۃ الحرس بھی کہتے ہیں یہاں پہنچنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام وضو کے لئے آگے بڑھے اور ایسی جگہ جا پہنچے جہاں ایک جنتی چشمہ تھا وہا بیٹھ کر آپ نے وضو فرمایا جب وضو کر کے واپس ہوئے تو آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اتفاق سے ایک قطرہ ناشتہ دان میں رکھی تلی ہوئی مچھلی کے منہ پر جا پڑا اور چونکہ اس چشمہ کے پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جس مردہ جانور کے بدن پر پڑ جائے اس کو زندہ کر دے۔ چنانچہ اس چشمہ کا پانی جیسے ہی اس مچھلی پر پڑا جو ناشتہ دان میں رکھی تھی وہ زندہ ہوگئی اور ناشتہ دان سے نکل کر چل دی اور پانی میں جس طرف وہ گئی اس طرف خشکی کی ایک سرنگ بنتی گئی،

حضرت یوشع علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا مگر آپ اس کا تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرنا بھول گئے جب اس پتھر سے جہاں آپ ٹھہرہ ہوئے تھے آگے بڑھے اور پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ تھکان معلوم ہونے لگی تو آپ نے اپنے رفیق سفر سے ناشتہ طلب کیا۔ اس وقت حضرت یوشع علیہ السلام کو مچھلی کا زندہ ہوکر پانی میں چلنے کا واقعہ یاد آیا تو آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا جس کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم کو اسی کی تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں صاحبان الٹے پاؤں اسی جگہ لوٹ گئے۔

سمندر کا پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے منجمد ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کے قدموں کے موافق ایک سرنگ بن گئی اور دونوں نے اس سرنگ میں چلنا شروع کردیا اور زندہ مچھلی ان کے آگے چلتی رہی یہاں تک کہ وہ خشکی پر پہنچ گئی اور خشکی میں بھی یہ مچھلی کے پیچھے ہی چل رہے تھے کہ آسمان سے ایک ندا آئی کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو یہ راستہ تخت ابلیس کی طرف جاتا ہے اس لئے تم داہنی جانب کا راستہ اختیار کرو، چنانچہ یہ داہنی جانب مڑ گئے اور چلتے چلتے ایک بہت بڑے پتھر پر پہنچے جس پر ایک مصلیٰ بچھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ یہ تو بہت ہی پاکیزہ جگہ ہے ممکن ہے وہ مرد صالح اسی جگہ پر رہتے ہوں۔

یہ باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع علیہ السلام سے کرہی رہے تھے کہ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آپہنچے اور جب آپ اس جگہ آکر کھڑے ہوئے تو وہ جگہ سبز وشاداب ہوگئی (اسی وجہ سے آپ کو خضر کہتے ہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو دیکھ کر کہا السلام علیکم یا خضر! آپ نے جواب دیا وعلیکم السلام یا موسیٰ یا بنی اسرائیل! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا میرا نام آپ کو کس نے بتادیا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس نے آپ کو مجھ تک پہنچنے کا راستہ بتادیا اسی نے مجھ کو آپ کا نام بتادیا۔ اس کے بعد وہ واقعات پیش آئے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ (اسرار طریقت، ص/97)

دنیا کی حقیقت، افلاطون کی نظر میں

ایک مرتبہ ''افلاطون'' کے زمانے کا بادشاہ اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ اس سے ملنے جنگل گیا، ملاقات ہوگئی اور بادشاہ نے سوال کیا کہ آپ یہاں جنگل میں رہتے ہیں؛ مگر یہاں آپ کے پاس کھانے اور پینے کی کوئی چیز بھی بہ ظاہر نظر نہیں آتی، یہ کہتے ہوئے بادشاہ نے کچھ جملے ایسے استعمال کیے، جس سے ایسا لگتا تھا کہ وہ اس کی حقارت کر رہا ہے۔ افلاطون کو یہ بات ناگوار گزری کہ دنیا کو یہ بہت کچھ سمجھتا ہے اور ہماری یہ حالت دیکھ کر ہم کو حقیر سمجھ رہا ہے؛ اس لیے افلاطون نے بادشاہ کو کچھ سبق پڑھانا چاہا؛ اس لیے افلاطون نے بادشاہ کے رخصت ہونے کے موقعے پر اس سے کہا کہ جناب! میری ایک گزارش ہے، وہ یہ کہ فلاں وقت آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں، میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اور صرف آپ کی نہیں، آپ کے تمام وزرا کی، ارکان دولت کی اور آپ کے مشیروں کی اور آپ کے فوجیوں کی، سب کی دعوت ہے۔

اس کی بات کا بادشاہ انکار بھی نہیں کرسکتا تھا؛ اس لیے اس نے افلاطون کی دعوت قبول کر لیا۔ اب جب وہ دعوت کا وقت آیا، تو اپنے پورے لشکریوں کے ساتھ، اپنے وزرا کے ساتھ، ارکان دولت کے ساتھ بادشاہ اس جنگل کی طرف چلنے لگا، جنگل کے قریب پہنچے تو دور ہی سے سب کو نظر آ رہا تھا کہ یہاں سے وہاں تک عظیم الشان قسم کی بلڈنگیں ہیں، راستے بنے نظر آ رہے ہیں، بہترین انتظامات نظر آ رہے ہیں، جنگل میں منگل ہوگیا ہے، یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ چند دنوں کے اندر اتنی بلڈنگیں یہاں کس نے بنادی ہیں؟ یہ راستے کس نے بنادیے ہیں؟ اتنا بہترین انتظام کس نے یہاں کردیا ہے۔ خیر! اب جو وہاں پہنچے، تو افلاطون کے لوگ وہاں استقبال کے لیے موجود تھے، لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور لے جا کر ہر ایک کو اپنے اپنے

مقام پر پہنچا دیا، دیکھا تو بادشاہ کے لیے مخصوص عمارت تھی، وزیروں اور مشیروں کے لیے الگ انتظام تھا، جب کھانے کا وقت آیا، تو بہترین قسم کے کھانے پیش کیے گئے، سب نے کھانا کھایا اور خوب سیراب ہوئے اور جب رات کا وقت آیا، تو سب لوگ آرام کرنے اپنی اپنی بلڈنگوں میں پہنچ گئے اور سو گئے، لیکن صبح اٹھے تو دیکھتے ہیں کہ جنگل میں نہ کوئی بلڈنگ ہے، نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی بچھونا ہے، نہ اوڑھنا، کچھ بھی نہیں ہے، بالکل صاف جنگل ہے، سب کے سب جنگل میں نیچے پڑے ہوئے ہیں، اُدھر بادشاہ بھی نیچے پڑا ہوا ہے اور اس کے وزیر بھی نیچے پڑے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر سب پریشان بھی ہوئے اور غصہ بھی ہوئے۔

افلاطون نے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا، وہ دراصل میرے خیال کا نتیجہ تھا، قوتِ خیالیہ کا کرشمہ تھا، قوتِ خیالیہ سے آپ کے ذہنوں میں میں نے یہ بلڈنگیں ڈال دیں، یہ عجیب وغریب تماشہ آپ کو دکھا دیا، حقیقت میں کچھ نہیں تھا، میں نے تم کو یہ بتانا چاہا کہ جب تم آخرت میں جاؤ گے؛ تو یہ دنیا کی زیب وزینت، بلڈنگیں وعمارتیں جسے تم سب کچھ سمجھتے ہو، اسی طرح محض ایک خیالی صورتیں نظر آئیں گی۔ (وقعات پڑھیے عبرت لیجیے، ص/220)

دنیا مسافر خانہ ہے!

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ جو اپنے زمانے میں ایک بڑے بادشاہ تھے، ایک بار ان کا دربار لگا ہوا تھا، سارے ارکان دولت و وزیر لوگ موجود ہیں اور بہت سارے دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک آدمی ان کے محل کے اندر آیا اور دربار میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کو دربانوں نے روکنا چاہا، تو اس نے کہا کہ میں یہاں اپنا سامان رکھ کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ دربانوں نے اس سے کہا کہ تو بے وقوف ہے، پاگل ہے، تجھے معلوم نہیں کہ یہ بادشاہ کا دربار ہے، محل ہے۔ اس نے کہا کہ دربار ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ تو سرائے ہے، مسافر

خانہ ہے؛ اس لیے میں کچھ دیر یہاں رکنا اور آرام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حجت و بحث ہو رہی تھی کہ بادشاہ کی نظر اس پر پڑ گئی، ابراہیم بن ادہم نے حکم دیا کہ کیا بحث ہو رہی ہے؟ اس کو بلا کر لاؤ۔ اب اس آدمی کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی محل میں آرام کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سرائے و مسافر خانہ ہے۔ بادشاہ نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ یہ سرائے ہے، اس میں میرا بھی حق ہے، جیسا کہ آپ کا حق ہے، آپ یہاں رہ سکتے ہیں، تو میں کیوں نہیں رہ سکتا؟ میں مسافر ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ سرائے نہیں ہے، مسافر خانہ نہیں ہے، میرا محل ہے، اس آدمی نے با دشاہ سے پوچھا کہ آپ سے پہلے یہاں کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا باپ تھا، اس آدمی نے پھر پوچھا کہ ان سے پہلے کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا دادا تھا، اس نے پوچھا کہ اس سے پہلے کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا پردادا تھا، یہ تو پیڑی در پیڑی ہمارے خاندان میں حکومت چلی آرہی ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں یہی تو کہنا چاہتا ہوں کہ کبھی تو یہاں آپ کا پردادا تھا، کبھی آپ کا دادا تھا، کبھی آپ کا باپ تھا، اب آپ ہیں، کل آپ بھی نہیں رہیں گے، کوئی اور اس جگہ آجائے گا، کوئی آتا ہے، تو کوئی جاتا ہے، اسی کا نام تو سرائے ہے، مسافر خانہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا، یہ دراصل اللہ کا فرشتہ تھا، جو بادشاہ کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اب بادشاہ پریشان ہو گیا، اس کی باتوں پر غور کرنے لگا کہ واقعی یہ دنیا ہے، مجھ سے بھی چھوٹ جائے گی، جیسے میرے باپ سے چھوٹ گئی، جیسے میرے دادا سے چھوٹ گئی، سب چھوڑ کر چلے گئے، کیسے کیسے بادشاہ آئے؛ مگر سب چھوڑ کر چلے گئے، ایسے ہی ایک دن میں بھی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ اب جو رات ہوئی، تو یہ باتیں سوچ سوچ کر بادشاہ کو نیند نہیں آئی، بالآخر یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سے پہلے کہ دنیا مجھے چھوڑ دے، مجھے دنیا کو چھوڑ دینا چاہیے، انھوں نے حکومت چھوڑ دی اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی خدمت میں چلے گئے۔

دنیا پر مرنے والے آخرت میں شرمندہ ہوں گے

اکبرالہ آبادی کا ایک واقعہ یاد آ گیا کہ وہ ہندوستانی عدالت کے جسٹس تھے، ایک دفعہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ جو بہت پڑھے لکھے لوگ تھے، کسی خاص مسئلے پر ایک کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے، اتنے میں ان کے والد جو بوڑھے تھے، وہ کمرے میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں ایک بیلون تھا، جسے غبارہ کہتے ہیں، بچے ان میں پھونک مارتے اور ان سے کھیلتے اور ان کو پھوڑتے ہیں، وہ اندر آئے اور کہنے لگے بیٹا اکبر! یہ دیکھو تمھارے لیے کیا لایا ہوں؟ تم بچپن میں اسے بہت پسند کرتے تھے اور رُو رُو کر اسے مانگا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ غبارہ تمھارے لیے لایا ہوں۔

بس جناب یہ سننا تھا کہ اکبرالہ آبادی کے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا، نہایت شرمندہ ہو گئے کہ ایک چیف جسٹس اور ان کے ساتھ بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہیں، ان کے سامنے والد صاحب غبارہ لا کر دے رہے ہیں کھیلنے کے لیے، کتنی شرم کی بات ہے، وہ بہت ہی شرمندہ ہو گئے!۔ اکبرالہ آبادی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار جو نمایاں تھے، اسے دیکھ کر ان کے والد نے کہا کہ بیٹا! مجھے احساس ہے کہ غبارے کے دیکھنے سے اس وقت تمھیں شرمندگی محسوس ہو رہی ہے؛ لیکن میں تم کو اور تمھارے ان ساتھیوں کو ایک بات سمجھانے کے لیے آیا ہوں۔ وہ یہ کہ تم جو آج ان عہدوں اور دولت کی چیزوں پر فخر کر رہے ہو اور ان کو حاصل کرنے کی فکر کرتے ہو، کل قیامت کے دن وہی چیز تم کو دی جائے گی، تو وہاں بھی تم کو اسی طرح شرم آئے گی، جیسے آج تمھارے بچپن کی خواہشات و مطالبات پر شرم آ رہی ہے۔

اللہ اکبر! کتنا بڑا سبق پڑھا دیا اس معمولی سے واقعے سے! یہ بلڈنگ آج ہمیں اچھی لگتی ہیں، دنیا کا پیسہ بہت اچھا لگتا ہے؛ بلکہ آدمی اسے دوسروں سے چھیننا چاہتا ہے، اس کو جمع کرنا

چاہتا ہے، اس کو بڑھانا چاہتا ہے، بڑی فکریں اس کے لیے کرتا ہے، اپنی نیند قربان کرتا ہے، اپنی جان قربان کرتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب انسان کو یہ دولت دیں گے؛ تو اسے وہاں شرم آئے گی؛ اس لیے کہ وہاں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوگی۔

دین سے دنیا طلبی کا عبرت ناک انجام

امام غزالی رحمہ اللہ نے ''اِحیاء العلوم'' میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص خدمت کیا کرتا تھا، وہ لوگوں سے بیان کرتا تھا کہ مجھے موسیٰ صفی اللہ نے یہ بات بتائی، کبھی کہتا کہ مجھے موسیٰ کلیم اللہ نے، موسیٰ نجی اللہ نے یہ خبر دی، اس طرح لوگوں کو سنا سنا کر اس نے خوب مال و دولت جمع کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اس کو مفقود پایا اور لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھنا شروع کیا؛ مگر اس کی کچھ خبر نہ ملی، پھر اچانک ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں خنزیر (سور) تھا اور سور کے گلے میں کالی رسی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آنے والے سے اس شخص کے بارے میں پوچھا، جو بہت دنوں سے نظر نہیں آرہا تھا کہ فلاں کو تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا اے حضرت! یہ سور وہی شخص ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا کہ اے اللہ اس کو اپنی اصلی حالت پر لوٹا دے؛ تاکہ میں اس سے اس کے مسخ ہو جانے کی وجہ دریافت کرلوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر تم مجھے ان تمام ناموں سے پکارتے جن سے آدم اور ان کے بعد کے انبیا نے مجھ کو پکارا تب بھی میں یہ دعا قبول نہ کرتا؛ لیکن میں اس کی وجہ بتا دیتا ہوں کہ میں نے اس کو مسخ کیوں کیا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص دین کے ذریعے دنیا طلب کرتا تھا۔ (اِحیاء العلوم: ۱/ ۶۲)

ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

بعض بلکہ اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہم بڑی دعائیں کرتے ہیں ؛ مگر برسہا برس ہو گئے ، قبول نہیں ہوتیں ، آخر ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی ؟ حدیث نے اس کا جواب دے دیا کہ حرام غذا اور حرام لباس اختیار کرنے والوں کی دعا قبول نہیں کی جاتی ، آج بہت سے مسلمان ؛ بل کہ نمازی ، حاجی اور بڑی بڑی دینی خدمات میں لگے ہوئے لوگ حرام سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے ، پھر کیوں کر دعا قبول ہوگی ؟

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے ، راستے میں ایک شخص نے نہایت اصرار سے ان سے عرض کیا کہ میرے ساتھ بیٹھ کر آپ کھانا کھائیں ، بزرگ نے اس کی درخواست پر اس کے ساتھ کھانا کھالیا ؛ پھر آگے چل پڑے ، کچھ دور جانے کے بعد وہ اپنے راستے سے بھٹک گئے اور باوجود کوشش کے ان کو راستے کا علم نہ ہوسکا۔ بار بار اللہ سے دعا کی ؛ مگر دعا قبول نہ ہوئی ، بڑے پریشان ہوئے ، جنگل کا بیابان راستہ ، رات کا تاریک ماحول ، وحشت ناک سناٹا ؛ مگر راہیں بند ہیں ، آخر کار ایک اور بزرگ کا ادھر سے گزر ہوا اور انھوں نے بتایا کہ تم نے جو کھانا فلاں آدمی کے ساتھ کھایا تھا ، وہ حرام تھا ؛ اس لیے تمھاری دعا قبول نہیں ہو رہی ہے ، پہلے اس کی تلافی استغفار کے ذریعے کرو ، تو پھر راستہ کھول دیا جائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ الغرض دعا کی قبولیت کے لیے حرام سے بچنا لازم ہے ؛ ورنہ دعا قبول نہیں ہوتی۔

حضرت یوشع علیہ السلام اور بلعم باعورا کا قصہ

تاریخ میں لکھا ہے کہ جب حضرت یوشع علیہ السلام عمالقہ پر جہاد کرنے تشریف لے گئے تو عمالقہ میں بلعم باعورا ایک عابد زاہد مستجاب الدعوات تھا ، وہ لوگ اس کے پاس گئے کہ یوشع علیہ

السلام اوران کی قوم پر بددعا کرواس نے انکار کیا کہ وہ نبی ہیں اور نبی پر بددعا کرنا کفر ہے، لوگوں نے اس کی بیوی کو مال وزر کا لالچ دیا کہ کسی طرح بلعم باعورا کو بددعا پر آمادہ کرے، بیوی نے اس پر زور دیا تو اس نے اس کو وہی جواب دیا کہ نبی کے مقابلہ میں بددعا کرنا کفر ہے ہرگز بددعاء نہ کروں گا۔ بیوی نے کہا کہ اچھا تم اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرو، وہ احمق استخارہ پر راضی ہوگیا حالانکہ یہ بات محل استخارہ نہ تھی ، کیونکہ استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانبیں اباحت میں مساوی ہوں اور جس فعل کا حسن یا قبح (اچھا یا برا ہونا) دلائل شرعیہ سے متعین ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں۔

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

ہم در شرور حاجت ہیچ استخارہ نیست

پہلی حماقت تو اس نے یہ کی کہ اس امر میں استخارہ کو حجت سمجھا، پھر جب استخارہ کیا تو اس کو بذریعہ کسی فرشتہ کے غیب سے سخت تنبیہ کی گئی کہ اگر تو نے بددعا کی تو سب عبادت ومجاہدہ وغیرہ غارت ہوجائے گا اور تو مردود ہوجائے گا، اس نے بیوی سے بیان کیا کہ مجھے سخت تنبیہ کی گئی ہے اور میں بددعا نہ کروں گا اس نے کہا کہ ایک دفعہ کا استخارہ حجت نہیں، ممکن ہے کہ تمہارے خیال میں جو بات جمی ہوئی ہے وہی استخارہ میں مختلط (مشتبہ) ہوگئی ہو چند بار اور استخارہ کرو، چنانچہ دوسری دفعہ پھر کیا اور اب بھی سخت تنبیہ کی گئی، تیسری بار پھر کیا اس دفعہ بھی سخت ملامت وزجر ہوا، چوتھی بار جو استخارہ کیا تو اب کچھ تنبیہ نہ ہوئی، بیوی نے کہا کہ بس معلوم ہوگیا کہ یہ فعل جائز ہے اور تین مرتبہ جو تم کو تنبیہ وزجر کا انکشاف ہوا ہے یہ وہی منکشف ہوا جو پہلے سے دل میں جما ہوا تھا، اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو چوتھی بار میں تنبیہ کیوں نہ ہوئی۔

اس کمبخت نے دوسری حماقت یہ کی کہ وہ بھی یہی سمجھ گیا کہ چوتھی دفعہ میں تنبیہ نہ ہونا اس کے جواز کی علامت ہے اور بددعا کے لئے آمادہ ہوگیا، یہ نہ سمجھا کہ تنبیہ وزجر بقدر ضرورت ہوا کرتا

ہے اور تین بار تنبیہ ہونا تو قدر ضرورت سے بھی زیادہ تھا، جب تو نے تین بار اس کو دفع کیا اور اس سے متأثر نہ ہوا تو اب حق تعالیٰ کو بار بار تنبیہ کی کیا ضرورت تھی، یہ ان کا تھوڑا فضل واحسان تھا کہ جس کام کے لئے استخارہ مشروع بھی نہ تھا اس میں تجھ کو تین دفعہ استخارہ ہی میں متنبہ کیا، جب تو نے بار بار اعراض کیا تو ادھر سے بھی اعراض ہو گیا۔ چنانچہ کمبخت نے نبی کے مقابلہ میں بددعا کی، اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا بددعا کرتے ہی ایمان سلب ہو گیا، اور دنیا میں یہ عذاب نازل ہوا کہ بددعا کے ساتھ ہی زبان کتے کی طرح باہر لٹک گئی۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔

تو حضرت کھٹک بھی ایک فرشتہ غیبی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو متنبہ کرتا ہے، جب بار بار تم اس کو دباؤ گے تو وہ خاموش ہو جائے گا اور یہ سخت بات ہے۔

بعض لوگ ممکن ہے یوں کہیں کہ جب ہم نے قواعد شرعیہ کے مطابق ایک کام کیا ہے تو پھر کھٹک پر توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے ان سے میں کہتا ہوں کہ شریعت کا یہ بھی تو ایک قاعدہ ہے۔ اِلاثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ کہ گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو پھر تم نے اس قاعدہ پر عمل کیوں نہ کیا اور جب کسی عمل کے متعلق دل میں کھٹک پیدا ہوئی تھی اس کو کیوں نہ چھوڑا؟ (نصیحۃ العلماء۔ ریاونمود ایک مہلک مرض، ص/69)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک عالم مقتدا جس کا نام بلعم بن باعورا ملک شام بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا۔ بعض روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ جب غرقِ فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کا حکم ملا تو جبارین خائف ہوئے اور جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور دُعا کی درخواست کی کہ ہمارے مقابلے سے حق تعالیٰ اُن کو واپس فرما دیں۔

بلعم بن باعورا کو اسمِ اعظم معلوم تھا اُس کے ذریعے جو دُعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا کہ افسوس کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اُن کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں اُن کے خلاف کیسے بددُعا کرسکتا ہوں، اِس سے تو میرا دین اور میری دُنیا دونوں تباہ ہوجائیں گے۔ اُن لوگوں نے جب بے حد اصرار کیا تو بلعم نے کہا اچھا میں حق تعالیٰ سے اِس نوع کی دُعا کی اجازت لیتا ہوں۔ اُس نے کوئی عمل یا استخارہ کیا جواب میں اُس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اُس نے قوم کو بتلایا کہ مجھے بددُعا کرنے سے روک دیا گیا۔ اُس وقت قومِ جبارین نے بلعم کو بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اُس نے ہدیہ قبول کرلیا۔ پھر اُس قوم کے لوگ اُس کے پیچھے پڑ گئے اور اُس کی بیوی نے بھی مشورہ دیا کہ رشوت قبول کرلو پس وہ بیوی اور مال کی محبت میں اندھا ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددُعا کرنا شروع کی۔

اُس وقت قدرتِ الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ جو کچھ وہ کلماتِ بددُعا نکالتا وہ کلمات جبارین کے لیے نکلتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے نکلتے ہی نہ تھے۔ پس قوم جبارین کے لوگ گھبرا گئے اور چلّا اُٹھے کہ تو ہمارے خلاف بددُعا کررہا ہے۔

بلعم نے کہا میں کیا کروں میری زبان میرے اختیار سے باہر ہوگئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس قوم پر تباہی آئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اُس کی زبان لٹک کر سینے پر آگئی۔ اِس عذاب کا قرآنِ حکیم میں ذکر ہے: فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔

پس بلعم کا حال ایسا ہے جیسے کتا کہ اُس پر بوجھ لادو تو ہانپنے لگے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔ پھر بلعم نے کہا کہ اے میری قوم! اب تو میری دُنیا اور آخرت تباہ ہوگئی مگر ہم تمہیں ایک چال بتاتے ہیں جس کے ذریعے تم موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے لشکر پر غالب آسکتے ہو۔ وہ چال یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کرکے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو یہ لوگ مسافر ہیں گھروں سے مدّت کے نکلے ہوئے ہیں اِس تدبیر سے اگر یہ حرام کاری میں مبتلا ہوگئے تو اُن پر قہر و عذاب

نازل ہوگا اور پھر یہ قوم فاتح نہیں ہوسکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال اُن کی سمجھ میں آگئی اور اِس تدبیر سے بنی اسرائیل کا ایک شخص فتنے میں مبتلا ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت روکا مگر نہ مانا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل پر طاعون کا سخت عذاب آیا اور ستّر ہزار اسرائیلی مر گئے۔ بعد ازاں جس شخص نے بُرا کام کیا تھا اُس جوڑے کو قتل کرکے منظرِ عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور سب نے توبہ کی اُس وقت یہ عذاب رفع ہوا۔ (الاعراف:176)

ہارون رشید کو نصیحت

ایک بار بیت المال میں سلاطین کے اسراف کا تذکرہ تھا فرمانے لگے کہ ہارون رشید عالم تھا اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا جب تخت پر بیٹھا تو علماء صلحاء پر بہت کچھ خرچ کیا حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف نہ لے گئے ہارون رشید نے عریضہ لکھا کہ ’’میں نے علماء وصلحاء پر زرِ کثیر صرف کیا حضرت تشریف نہیں لائے اگر تکلیف فرماتے تو بندہ کی عزت افزائی کا سبب تھا‘‘ قاصد عریضہ سلطانی لیکر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا اس وقت حضرتؒ حلقۂ درس میں مصروف تھے دیکھتے ہی فرمایا ’’خدا خیر کرے ظالم کا قاصد آیا‘‘ قاصد نے عریضہ پیش کیا حضرت نے رومال سے پکڑ کر شاگرد کے حوالہ کیا کہ پڑھ کر سناویں اور فرمایا ’’میں ظالم کے خط کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا‘‘ شاگرد نے عریضہ پڑھ کر سنایا فرمایا میں ظالم کو کاغذ دینا بھی نہیں چاہتا اسی کی پشت پر جواب لکھدو اور لکھو‘‘ تمہارے ظلم کی اطلاع پہونچی اور تم نے بذریعہ تحریر اپنی حرکت ظلم کا اقرار بھی کیا اور مجھے گواہ بھی بنالیا پس یاد رکھنا میں قیامت کے دن تمہارے ظلم کی گواہی دوں گا اور تم کو اس کے معاوضہ میں عذاب بھگتنا پڑے گا۔

’’بھلا تمہیں بیت المال میں کیا حق تھا کہ اس کو لٹانے لگے‘‘ کاتب نے جواب لکھ کر پرچہ قاصد کے ہاتھ دیا کہ جاؤ لے جاؤ قاصد پر حضرت سفیانؒ کی اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ عرض

کرنے لگا مجھے تو اپنی خدمت میں حاضر رہنے کی اجازت دیجئے حضرت نے فرمایا ''ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ قاصد کو روک لیں جاؤ اول جواب پہونچا آؤ اس کے بعد اگر دل چاہئے اور طلب وتمنا ہو تو چلے آنا'' قاصد وہاں سے اٹھا اور بازار میں کھڑا ہو کر پکارا'' کوئی ہے جو میری پوشاک کو اپنے مفلسانہ لباس کے بدلے خرید لے''۔

غرض دوسو روپیہ کا قیمتی جوڑا دو روپیہ قیمت کے کپڑوں سے بدل کر ہارون رشید کا خط اس کے حوالہ کیا کہ پہونچاؤ اور خود حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ہارون رشید نامہ شریف پڑھ کر رو دیا اور کہا فاز المرسل خاب المرسل اس کے بعد حکم دیا کہ جب میں تخت پر بیٹھا کروں ہمیشہ یہ کرامت نامہ میرے روبرو رکھا جایا کرے۔ (فیضان گنگوہیؒ ص/132)

حضرت شیخ شہاب الدین کا تعظیم وامتحان

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے جب اپنے شیخ سے بیعت کی اور ذکر و شغل کرنے لگے تو بیس ہی روز کے بعد ان کے شیخ ان کی خاطر و مدارات اور تعظیم کرنے لگے تھے جب حاضر ہوتے تو ممتاز جگہ یعنی چوکی وغیرہ پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے اور نہایت شفقت وتوجہ سے باتیں کرتے بعض خادموں کو حسد ہوا اور ان کی تکریم ناگوار گذری کہ ہم پندرہ پندرہ بیس بیس برس کے رہتے سہتے اس عنایت سے محروم ہیں اور کل کے آئے ہوئے پر یہ لطف وشفقت ہے۔ حضرت شیخ ان کے وسوسوں پر مطلع ہوئے اور خانقاہ کے سارے درویشوں کو مع شیخ شہاب الدینؒ کے ایک ایک مرغ دیکر حکم فرمایا کہ اس کو ذبح کر لاؤ مگر ہر ایک شخص اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے جہاں کوئی موجود نہ ہو چنانچہ سب گئے اور تنہا جنگل میں جہاں کوئی آدمی نہ تھا اپنا اپنا مرغ ذبح کر کے لے آئے مگر شیخ شہاب الدینؒ آئے تو زندہ مرغ ہاتھ میں دبائے ہوئے لا کر چپ کھڑے

ہو گئے درویشوں نے ان کا مضحکہ اڑایا کہ اتنا بھی نہ ہو سکا جب سب نے اپنا ذبیحہ شیخ کے سامنے رکھ دیا تو مرشد نے حضرت شہاب الدین سہروردی سے دریافت کیا ''بھائی تم مرغ کو ذبح کر کے نہیں لائے'' انہوں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ '' حضرت آپکا حکم تھا کہ جہاں کوئی موجود نہ ہو وہاں ذبح کیا جاوے اور مجھے کوئی جگہ ایسی ملی نہیں جہاں حق تعالیٰ موجود نہ ہوں'' اس وقت حضرت شیخ نے طالبین سے فرمایا دیکھو تمہاری اور ان کی استعداد میں اتنا فرق ہے پھر بھلا ان کی تعظیم کیوں نہ کی جائے۔

دوسری مرتبہ حضرت شیخ نے تمام خدام کو حکم دیا کہ صحرا سے ہری گھاس لے کر آؤ سب کے سب حکم پاتے ہی لپکے اور جنگل سے ہری گھاس
کھود کھود کر سروں پر رکھ کر حاضر ہوئے۔ شیخ شہاب الدینؒ آئے تو مٹھی میں ذرا سی سوکھی گھاس دبائے لا کر کھڑے ہو گئے پھر لوگوں نے ان کی ہنسی اڑائی کہ سارے جنگل میں ان کو ایک مٹھی ہری گھاس بھی نصیب نہ ہوئی شیخ نے ان سے پوچھا تو عرض کرنے لگے'' حضرت کیا عرض کروں جس ہری گھاس کو توڑنا چاہا اسکو ذکر الٰہی میں شاغل پایا ہمت نہ ہوئی کہ حق تعالیٰ کا ذکر میرے ہاتھوں قطع ہوا ایک جگہ اتنی سوکھی گھاس پڑی تھی جو ذکر سے غافل تھی اس لئے اس کو اٹھا لایا۔ (فیضان گنگوہیؒ ص/132)

حسنِ سلوک اور ہارون رشید کا واقعہ

اپنے اور اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں سے نیک برتاو رکھو، انکی راحت و تکلیف میں شریک رہو، ان کی خوشی اپنی خوشی، ان کا غم اپنا غم سمجھو، کھلے چھپے ان کی مدد کرو، ہر ایک سے نیکی کرو اللہ تمہارے ساتھ بھی اپنا فضل و کرم کرے گا، یہ غلط ہے نیکی برباد گناہ لازم کیا تم نے کالم مجید میں نہیں دیکھا: هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ نیکی کا بدلہ نیکی ہے مگر جب کہ اس میں ریا نہ ہو۔ ریا سے بچو، کسی کی کم حیثیت پر ہنسو نہیں، کسی کا دل نہ توڑو، کسی کا دل نہ دکھاؤ۔ کسی کی

اگر مہمان ہو تو اسکے کھانے کی برائی نہ کرو، اگر چہ بے نمک کی دال ہی ہو، اسے نعمت سمجھ کر کھاؤ، کھاتے وقت منہ نہ بناؤ، کھا کر نام دھرنا بڑا عیب ہے۔ معلوم نہیں کس شوق میں اس نے پکایا ہو، اس کا احسان مانو اور شکریہ ادا کرو۔

خلیفہ ہارون رشید کا قصہ تم نے سنا ہوگا کہ ایک اعرابی پیاس کی شدت سے ایک نہر پر پہونچا اور پانی پیا، اسے مزیدار سمجھ کر مشک میں بھر لیا کہ ہارون رشید کی خدمت میں پیش کرونگا اور بہت سا انعام پاؤں گا۔ یہ سوچ کر بادشاہ کی خدمت میں لایا، وہ دربار میں تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ساری حقیقت سمجھ گئے کسی وزیر سے کہا اسے رکھ لو، میں خود پیوں گا، دوسرا نہ پئے۔ بادشاہ بہت رحم دل تھے، یہ سمجھے کہ دوسرا آدمی چکھ کر اسے کچھ کہہ دیگا تو اسے ملال ہوگا اور اسے بہت سا انعام دے کر رخصت کیا۔

کسی کی چیز کو برا کہہ دینے سے دل ٹوٹ جاتا ہے، کسی دوسرے کے گھر میں اپنی حکومت نہ جتاؤ، اور نہ خود سے انتظام میں لگ جاؤ بیجا گلہ شکایت نہ کرو کہ دل ٹوٹ جائے، لڑکوں کی لڑائی کو جھگڑوں میں نہ بدلو، نوکروں کہ کہنے سننے میں نہ آؤ، اس سے نااتفاقی پیدا ہو جاتی ہے پھر لڑائی کا سامان ہو جاتا ہے، بروقت ایسا روک دو کہ پھر وہ کہنے کا موقع نہ پائیں، خود سن کر ٹال دو، زیادہ جھگڑے سے بھی نقصان ہے۔ جو چیز تمہیں مل جائے وہ ہزار میں اچھی سمجھو، شاید تمہارے حق میں یہی بہتر ہو، کسی سے حسد نہ کرو حسد والا کبھی پھولتا پھلتا نہیں ہے، اللہ جس کو دینا چاہتا ہے ضرور دیتا ہے، تمہارے حسد کرنے سے روک نہ لے گا، حسد کرنے والا ذلیل ہوتا ہے، یہ مرض لاعلاج ہے، اگر علاج ہے تو یہ ہے کہ جس کسی کے نفع سے تمہیں تکلیف یا نقصان پہونچتا ہو اس کو نفع پہونچانے کی کوشش کرو اور دعا کرو کہ خدایا اسے وہ چیز دے جو مجھ سے بہتر ہو، اگر تم سے زیادہ کوئی خوبی اس میں ہو تو نہایت خوشی سے اس کی تعریف دوسروں سے کرو، چار دن میں پھر یہ مرض تم اپنے

اندر نہ پاؤ گی۔ حرص سے پرہیز کرو۔ زنگ جیسے برتن کو کھالیتا ہے، اسی طرح حرص ایمان کو، اپنے سے کمتر کو دیکھو، پھر تمہیں اللہ سے شکایت نہ ہوگی جو اللہ نے دیا ہے اس پر شاکر رہو، جس سے ملو سچے دل سے ملو، ہر موقع پر دوست رکھو، اللہ سے ڈرو، سب اسی کے بندے ہیں، جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت، بلکہ اگر تم مقدور رکھتی ہو تو اس وقت دوسروں کی مدد کرو، اللہ تمہاری بھی مدد کرے گا، بے کسوں پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

افلاطون کی قوتِ خیال وقوتِ تصرف کا عجیب واقعہ

ایک بار بادشاہِ وقت افلاطون کے پاس آیا اور امتحان کے بعد اس نے بادشاہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی۔ جب رخصت ہونے لگا تو افلاطون نے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے دل سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی میں رہتے رہتے خبط ہو گیا ہے، یہ جنون ہی تو ہے کہ آپ کی ایسی ٹوٹی پھوٹی حالت اور بادشاہوں کی دعوت کرنے کا حوصلہ؟ اور بادشاہ بھی اس خیال میں معذور تھا۔

افلاطون نے چاہا تھا کہ بادشاہ کو ایک خاص نفع پہنچاؤں اور دنیا کی حقیقت و بے ثباتی دکھلاؤں جس پر اس کو بڑا ناز ہے، اس لیے افلاطون نے کہا تھا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی اس کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس ضروری سامان تک نہیں یہ مجھے کھلائے گا کیا؟ لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے نہ کہہ سکا اور یہ عذر کیا کہ آپ کو خواہ مخواہ تکلیف ہوگی۔

افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے تکلیف نہیں ہوگی، میرا جی چاہتا ہے۔ جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کرلی اور کہا کہ اچھا آجاؤں گا اور ایک آدھ ہمراہی میرے ساتھ ہوگا۔ افلاطون نے کہا کہ نہیں۔ لشکر، فوج، اُمرا سب کی دعوت ہے۔ غرض ایک ساتھ دس ہزار کی دعوت کردی، اور لشکر بھی معمولی نہیں خاص شاہی لشکر۔ بادشاہ نے کہا: خیر خبط تو ہے ہی، یہ بھی سہی۔ غرض متعین تاریخ پر بادشاہ مع لشکر اور تمام اُمرا و وزرا افلاطون کے پاس جانے کے لیے شہر سے باہر نکلا، تو کئی میل پہلے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان نہایت شان وشوکت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ہر شخص کے لیے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور دو طرفہ باغ لگے ہوئے ہیں۔ رات کا وقت تھا ہزاروں قندیل، جگہ جگہ ناچ رنگ، نہریں یہ اور وہ، (طرح طرح کے ساز وسامان) ایک عجیب منظر پیشِ نظر تھا۔ اب بادشاہ نہایت حیران کہ یا اللہ یہاں تو کبھی ایسا شہر تھا نہیں۔ غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش، جھاڑ فانوس۔ افلاطون نے خود آکر مدارات کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کرکے کھانا کھلایا گیا۔ کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے۔ بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں کہ اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کرلیے؟ بظاہر اس کے پاس کچھ پونجی بھی نہیں معلوم ہوتی۔ یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش وطرب (مستی) کا سامان ہوا۔ ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سونے کو دیا، جو ہر قسم کے ساز وسامان سے آراستہ پیراستہ تھا۔ اندر گیے تو دیکھا کہ عیش کی تکمیل کے لیے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے۔ غرض سارے سامان عیش کے موجود تھے۔ خیر وہ لوگ کوئی متقی پرہیز گار تو تھے نہیں، بلکہ خوامخواہ کے آدمی تھے، مرد آدمی مہمانی کا یہ رنگ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر بڑے عیش اڑائے، کیوں کہ ایسی رات انھیں پھر کہاں نصیب ہوتی، یہاں تک کہ سو گیے۔

جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہیں کہ نہ باغ ہے نہ درخت ہیں، بلکہ پتھریلا علاقہ ہے اور ایک ایک پولا سب کی بغل میں ہے اور پاجامہ خراب ہے، یہ عورتیں تھیں۔ سب لوگ بڑے شرمندہ

ہوئے کہ لاحول ولاقوۃ یہ کیا قصہ ہے؟ بادشاہ کی بھی یہی حالت تھی۔ افلاطون نے بادشاہ سے کہا کہ تم نے دیکھا یہ ساری دنیا جس پر تمہیں اتنا ناز ہے ایک خیال کا عالم ہے، اور اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ افلاطون کے خیال کا اس قدر قوی تصرف تھا کہ اس نے یہ خیال جما لیا کہ ان سب کے متخیلہ (یعنی دل ودماغ) میں یہ ساری چیزیں موجود ہو جائیں، بس سب کو وہی نظر آنے لگیں۔ جب وہ لوگ سو گئے، اس نے اپنے اس خیال کو ہٹا لیا، پھر صبح اٹھ کر جو انھوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔

افلاطون ریاضت ومجاہدہ بہت کیے ہوئے تھا، اس لیے یہ قوت اس کے خیال میں پیدا ہوگئی تھی۔ یہ تصوف نہیں ہے بلکہ تصرف ہے، یہ اور چیز ہے، اور وہ اور چیز ہے۔

افلاطون نے کہا کہ جیسے تمہیں ان چیزوں میں مزہ آتا ہے مجھے بالکل نہیں آتا، کیوں کہ مجھے ان کی حقیقت معلوم ہے، تو واقعی جو کچھ نظر آیا وہ عالمِ خیال تھا۔

کیا نسل انسانی کی ابتداء بندر سے ہے؟ قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے

ابو البشر حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق مٹی سے کی گئی ہے، قرآن مجید میں جا بجا اس حقیت کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔ **ولقد خلقنا الا نسان من صلصال من حماء مسنون۔**

اور بلا شبہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔ (قرآن مجید پارہ نمبر ۱۴ سورۂ حجر قصص القرآن ص ۲۰ ج ۱)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: **اذ قال ربک للملئکة انی خالق بشراً من طین۔**

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ (قرآن مجید پارہ ۲۳، سورہ ص)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے کہا میں ان سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور ان کو مٹی سے، قرآن مجید میں ہے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ O فسجد الملئكة كلهم اجمعون O الا ابليس ابىٰ و استكبر و كان من الكافرين O قال يا ابليس ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدى استكبرت ام كنت من العالين O قال انا خير منه خلقتنى من نار و خلقته من طين O (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۳ سورۂ ص)

جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان (یعنی اس کے پتلے کو) بنانے والا ہوں، سو میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے اس کو بنالیا) تو سارے کی سارے فرشتون نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا اس کو سجدہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہوئی، کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع میں بڑا نہیں) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے بڑے) درجہ والوں میں ہے، کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے، اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس کے بعد اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، اور بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت حواء رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اور انہی دونوں سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی حضرت حواء کی پیدائش کے متعلق قرآن مجید

میں ہے وخلق منھا زوجھا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ (قرآن مجید پ ۴ ع ۱۱، سورہ نساء)

بخاری شریف میں ہے استوصوا بالنساء خیراً فان المرأۃ خلقت من ضلع الخ عورتوں کے ساتھ نرمی اور خیر خواہی سے پیش آؤ اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ (بخاری شریف ص ۴۶۹ ج ۱ کتاب الانبیاء باب خلق آدم وذریتہ)

مزید تفصیل کے لئے قصص القرآن جلد اول ص ۱۷ تا ص ۵۲ ملاحظہ فرمائیں، بہر حال مذکورہ آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے مٹی سے پیدا فرمایا اور نسل انسانی کی ابتداء حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام سے ہوئی، سوال میں جو بات ذکر کی گئی ہے یہ قرآن وحدیث کے قطعاً خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا، قرآن مجید میں ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم O ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے (قرآن مجید پارہ نمبر ۳۰ سورہ والتین)

ایک بزرگ کی تعظیم سے سلطنت بچی

وزیر ابوالفضل کہتے ہیں کہ میں نے وزیر اسماعیل بن احمد سے سنا کہتے تھے کہ میں سمرقند میں تھا اور ظلم پر آمادہ ہو بیٹھا تھا ناگاہ محمد بن نصرؒ داخل ہوئے میں انکی تعظیم کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا جب وہ نکلتے تو مجھ پر میرے بھائی اسحاق خفا ہوئے اور کہا کہ رعیت کے ایک آدمی کے واسطے تو کھڑا ہوتا ہے، میں رات کو سویا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور میرا بازو پکڑ کر فرمایا تیری اور اولاد کی سلطنت محمد بن نصرؒ کی تعظیم دینے کی وجہ سے ثابت ہوگئی اور تیرے بھائی کی سلطنت محمد ابن نصرؒ کو استخفاف کی وجہ سے جاتی رہی۔ (روضۃ الریاحین جلد دوم ص ۳۰۸، امام جلیل جرنیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنی یافعی)

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی بی بی بڑی بدمزاج تھیں اور آپ ایسے نازک مزاج تھے کہ ایک دفعہ حضرت کی ایک مریدنی جو بڑھیا تھی ایک رضائی آپ کے لیے سی کر لائی۔ اس وقت آپ لیٹ رہے تھے۔ فرمایا کہ میرے اُوپر ڈال کر چلی جاؤ۔ چناں چہ اس نے آپ کے اوپر ڈال دی۔ صبح کو جو اُٹھے تو آنکھیں سرخ تھیں۔ خدام نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ رات نیند نہیں آئی۔ خدام نے کہا: کیا سردی معلوم ہوئی تھی؟ فرمایا: نہیں، سردی تو رضائی سے دفع ہوگئی تھی، مگر رضائی میں نگندے ٹیڑھے پڑے ہوئے تھے، ان کی وجہ سے طبیعت کو اُلجھن رہی اور نیند نہ آئی۔ تو خیال کیجیے کہ رات کو اندھیرے میں منہ لپیٹے ہوئے نگندے نظر نہ آتے تھے ،مگر آپ کو اوڑھنے سے ہی اس کا احساس ہوا۔

تو یہ کس قدر لطافتِ مزاج تھی کہ محض کپڑے کے بدن پر پڑنے سے بدوں دیکھے نگندوں کا ٹیڑھا ہونا معلوم ہوگیا۔ پھر اس سے اتنی الجھن ہوئی کہ رات بھر نیند نہ آئی۔ اتنے تو آپ نازک مزاج تھے۔ مگر صَبور ایسے کہ بیوی نہایت بدمزاج ملی تھی، جو آپ کو نہایت کوری کوری سناتی تھی اور آپ اس کی سب باتیں سہتے تھے، کبھی طلاق کا خیال نہ کیا۔ نہ اپنی طرف سے کچھ ایذا دی بلکہ اس قدر خاطر داری کرتے تھے کہ صبح کو روزانہ خادم کو بھیجا کرتے کہ بیگم صاحبہ کا مزاج پوچھ کر آئے۔ خادم جاتا اور مرزا صاحب کی طرف سے مزاج پُرسی کرتا اور وہ حضرت کو برملا بُرا بھلا کہتی تھیں۔ خادم یہاں آکر کچھ عرض نہ کرتا بس اتنا کہہ دیتا کہ حضرت وہ اچھی طرح ہیں۔

ایک مرتبہ کوئی آغا سرحدی خادم تھے۔ ان کو بھی حسبِ معمول بی بی صاحبہ کی مزاج پرسی کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے آغا کے سامنے بھی مرزا صاحب کو خوب برا بھلا کہا۔ یہ سرحدی پٹھان تھے، ان

کو غصہ آ گیا اور حضرت سے آ کر عرض کیا کہ وہ تو آپ کو برا بھلا کہتی ہیں۔ پھر آپ ہی اتنی خاطر کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: بھائی! ان کی باتوں کا برا نہ مانو، تمہاری تو وہ بزرگ ہیں۔ اور میں اس لیے اُن کی خاطر کرتا ہوں کہ میری وہ بڑی محسن ہیں۔ مجھ میں یہ سب کمالات اسی کی بدولت ہیں۔ اللہ اکبر! اتنے نازک مزاج کو بیوی کی بدتمیزیوں سے کتنی ایذا ہوتی ہوگی مگر کمال یہ ہے کہ پھر بھی صبر کرتے ہیں:

اہل اللہ نے تو دشمنوں کا دل بھی تنگ نہیں کیا۔ افسوس! ہم سے دوستوں کی ایذا بھی برداشت نہیں کی جاتی، جن میں بیوی سب سے زیادہ دوست ہے۔ اس کی ایذا کا بھی ہم سے تحمل نہیں ہوتا۔ اگر ثواب حاصل کرنے کو تحمل نہیں کرتے یہی سمجھ کر تحمل کرلو کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا، اس کا اس سے کفارہ ہو رہا ہے۔ (اصلاح النساء، ص/239)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ بریلوی کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء مغفرت فرمائی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ گروہی و مسلکی تعصّبات سے بلند ہو کر سوچنے کے عادی تھے۔ ہر بات میں حکمت و اصلاح کے پہلو نکالنا۔ دین کے وسیع مقصد کو سامنے رکھ کر اسکے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا اور اپنے وابستگان و منتسبین کو بھی اسکی طرف متوجہ کرنا انکا خاص مزاج تھا۔ اس سلسلے کے انکے متعدد واقعات آج بھی اہل علم و دانش کی مجلسوں میں سننے کو ملتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (۱۸۵۶-۱۹۲۱ء) کے مسلک و مشرب کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے نقطۂ نظر کے اظہار میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے۔ انکے مزاج کی یہ سختی اس درجے کو پہنچ چکی تھی کہ بعض علماء کے بارے میں انہوں نے کفر کا فتویٰ دے ڈالا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مولانا تھانوی کی مجلس میں کسی نے اطلاع دی کہ احمد رضا

خاں کا انتقال ہوگیا۔ مولانا کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اتنے بڑے عالم کا نام بس یوں ہی جناب اور صاحب کے بغیر لے لیا جائے۔ فرمایا: کون؟ مولانا رضا خاں بریلوی؟ اطلاع دینے والے نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آیئے ان کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ ہاتھ اٹھا کر کافی دیر تک ان کے حق میں دعا فرماتے رہے۔ حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ لیکن ان میں بعض لوگ ایسے تھے، جنہیں یہ بات ناگوار خاطر ہوئی۔ جب مولانا دعا فرما چکے تو ایک نے کہا: حضرت! حیرت ہے کہ آپ نے ایک بدعتی کا نام تعظیم کے ساتھ لیا۔ مولانا نے فرمایا: وہ بدعتی نہیں تھے، محبتی تھے۔ جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس میں غلو کے بھی امکان ہوتے ہیں۔ ابھی مولانا نے اپنی بات پوری کی ہی تھی کہ ایک دوسرے صاحب بول پڑے کہ حضرت! وہ تو آپ کو کافر کہتے تھے۔ پھر بھی آپ نے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ مولانا نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں فرمایا: ''میاں! مجھے وہ کافر اس لئے کہتے تھے کہ وہ مجھے کافر سمجھتے تھے۔ میری کسی بات سے انہوں نے یہی نتیجہ نکالا ہوگا کہ میں کافر ہوں۔ اگر وہ مجھے کافر سمجھتے ہوئے بھی ''کافر'' نہ کہتے تو وہ خود کافر ہوجاتے۔ یہ فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ (امت کے روشن چراغ جلد دوم، ص/235)

غزوۂ احد کے دن شیطان کا حضرت جعیل کی شکل اختیار کرلینا

حضرت جعیل رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے، غزوۂ احد کے دن انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اطلاع ملی ہے کہ کل آپ کو شہید کردیا جائے گا، جس کی وجہ سے میں بہت زیادہ بے چین و پریشان ہوں۔ آپ نے یہ سن کر اپنا دستِ مبارک ان کے سینہ پر مارتے ہوئے فرمایا: کیا پورا زمانہ کل نہیں ہے؟ ''کل'' کا اطلاق آنے والے دوسرے دن پر ہوتا ہے۔ اسی طرح ''کل'' کا اطلاق قیامت تک آنے والے ہر دن پر بھی ہوتا ہے۔ (حلیۃ الأولیاء:۱/ ۳۵۳۔ الاستیعاب:۱/ ۲۳۹-۲۴۰)

غزوۂ احد میں جب تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید اور عکرمۃ بن ابی جہل کی فوج نے عقب سے مسلمانوں پر زوردار حملہ کر دیا، تو مسلمان گھر گئے اور منتشر ہونے لگے، کتنے ہی صحابۂ کرام شہید اور زخمی ہوئے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے، عین اسی وقت شیطان نے جعیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت اختیار کر کے یہ آواز تین مرتبہ لگائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے۔ اس کی وجہ سے اس دن حضرت جعیل کو بڑی مشکل گھڑی اور سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جب کہ حضرت جعیل اس وقت حضرت خوّات بن جبیر اور بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر کفار سے سخت قتل وقتال کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں نے شیطان کو حضرت جعیل کی شکل وصورت میں دیکھ کر یہ گمان کیا کہ واقعی جعیل ہی ہیں، انہوں نے ہی جھوٹی آواز لگائی ہے اور غلط پروپیگنڈہ کیا ہے، جس کی وجہ سے انہیں قتل کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ حضرت جعیل انکار کرتے رہے کہ میں نے آواز نہیں لگائی ہے؛ مگر مسلمان ان کی بات ماننے سے انکار کرتے رہے تو حضرت خوّات اور بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو یہ کہہ کر روکا یہ تو ہم دونوں کے ساتھ مل کر کفار سے لڑنے میں مشغول تھے جھوٹی آواز لگانے والے یہ نہیں ہیں، بلکہ کوئی اور ہے، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح ان کے متعلق گواہی دی، تو مسلمان ان کے قتل سے رک گئے۔ (سندِ احمد: ۶/۱۵۱، المستدرک: ۳/۲۰۸، صححہ الحاکم ووافقہ الذہبي۔ (۴) حلیۃ الأولیاء: ۱/۳۵۶، ال إصابۃ: ۱/۲۹۸)

موت کے وقت شیطان کا حملہ

روایات میں ہے کہ انسان کی موت کے وقت ایک شیطان اس کی دائیں جانب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا رہتا ہے کہ نصرانی ہو کر مر، کیوں کہ یہ سب سے بہتر دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنی امت کو جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ وَ اَعُوْذُبِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانَ عِنْدَ الْمَوْتِ،(ابوداؤد،نسائی)

اور موت کے وقت شیطان کے غلبہ پا جانے سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ "موت کے وقت شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گمراہ کرے، یا اسے توبہ کرنے سے روک دے، یا اللہ کی رحمت سے مایوس کردے، یا اللہ کی رحمت کو اس کی نظر میں ناپسندیدہ بنا دے، تا کہ اس طرح اس کا برا خاتمہ ہو، گویا جب تک سانس باقی ہے شیطان کا فتنہ باقی ہے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت حالت

حضرت عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبلؒ جب سکرات میں تھے تو تکلیف کی شدت سے ہر تھوڑی دیر میں بے ہوش ہوجاتے تھے اور جب ہوش میں آتے تو کہتے تھے، ابھی نہیں، ابھی نہیں، میں نے پوچھا: ابا جان! آپ بار بار اس طرح کیوں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، بیٹے! شیطان انگلیاں چباتے ہوئے میرے بازو کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد! تم مجھ سے بچ گئے، میرے فتنے سے محفوظ ہو گئے، تو میں کہہ رہا ہوں، ابھی نہیں، یہاں تک کہ موت آجائے۔

مومن کی روح کیسے نکلتی ہے؟

سکرات کے عالم میں شیطان کے وسوسوں کو دور کرنے کے لئے زندگی میں ایمان کی پختگی اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے شیطان پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ موت کی تکلیف یا شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے جو ایمان کا دامن چھوڑ دیں گے وہ ناکام ہوجائیں گے۔ ایسے کافروں کے پاس جب فرشتے روح قبض کرنے کے لئے پہنچتے ہیں تو انہیں عذاب، ہلاکت اور اللہ کے غیض وغضب کی

خبر دیتے ہیں، یہ سن کر کافر کی روح اس کے جسم میں بھاگتی ہے اور نکلنے سے انکار کرتی ہے تو فرشتے اس کے چہرے اور سرین پر مارتے ہیں۔ اس کے برعکس فرشتے جب اہل ایمان کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو انہیں جنت کی خوش خبری دیتے ہیں، جسے سن کر مومن کی روح آسانی سے نکل جاتی ہے۔

موت کے وقت کافر کی حالت

واضح رہے کہ سکرات کی تکلیف اور کافروں کے چہروں اور سرینوں پر فرشتوں کے مارنے کی تکلیف دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ سکرات کی تکلیف تو سب کو ہوتی ہے، مومن کے لئے یہ گناہوں کا کفارہ یا درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے جب کافر کے لئے اس کے اچھے اعمال کا صلہ ہے، تاکہ آخرت میں اس کی سزا میں تخفیف ہو اور بسا اوقات کافر کو سکرات کی تکلیف نہیں ہوتی، تاکہ آخرت میں وہ زیادہ سخت سزا کا مستحق بن جائے، لیکن روح کے نکلنے سے انکار کرنے کی صورت میں فرشتوں کے مارنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ کافروں اور بدکاروں کے ساتھ خاص ہے، اہلِ ایمان الحمدﷲ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

شیطان کا دوست کون؟

شیطان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا دوست کون ہے تو شیطان نے کہا کہ عبادت گذار کنجوس، وہ انسان وہ مسلمان جو خوب عبادت کرتا ہو نماز بھی پڑھ رہا ہے اور روزہ بھی رکھ رہا ہے لیکن اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا کنجوس ہے، بخیل ہے اس کو شیطان نے کہا کہ یہ میرا دوست ہے آدمی یہ سوچتا رہتا ہے کہ میں نمازی ہوں پرہیز گار ہوں، مجھے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے میں تو ایسے ہی جنت میں چلا جاؤں گا تو اس لئے اللہ کی عبادت کے ساتھ جب تک اپنا

مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرے گا خواہ ایک روپیہ ہی کیوں نہ ہو اللہ کے نزدیک محبوب نہیں، پوچھا کہ تیرا دشمن کون ہے؟ شیطان نے کہا کہ گنہگار سخی، جو گنہگار ہو اور اپنا مال اللہ کی راہ میں بھی دے رہا ہو کہ اس کی سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں بھیج دیں گے اور کنجوس نماز ضرور پڑھ رہا ہے لیکن اس کی کنجوسی کی وجہ سے وہ دوزخ میں جائے گا۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْن مال اور اولاد دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک اس کو صحیح استعمال میں نہیں لایا جائے گا صحیح خرچ نہیں کرے گا انسان کی زندگی نہیں بنے گی۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ'' وہ لوگ جو اللہ کے لئے مالوں کو خرچ کرتے ہیں دن اور رات میں، ضروری نہیں ہے کہ ایک صاحب کروڑ پتی ہیں وہ ہزاروں لاکھوں نواز رہے ہیں ہم اور آپ غریب ہیں تو ہم دس روپے پانچ روپے اللہ کی راہ میں دے سکتے ہیں وہ تو دینے والے کا معاملہ ہے کہ کس نیت سے دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں۔

جماعت چھوڑ دینے والوں پر شیطان مسلّط ہوجاتا ہے:

حضرت ابودرداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ "جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں جماعت کے ساتھ نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے، اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو کیونکہ بھیڑیا اکیلی بکری کو کھاجاتا ہے۔ (نسائی:847)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ

وَالنَّاحِيَةَ، فَعَلَيْكُمْ بِالْمَسْجِدِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ دَعْوَةَ الْجَمِيعِ مُحِيطَةٌ مِنْ وَرَائِهِمْ۔

شیطان اِنسان کا ایسا ہی ایک بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے، وہ دور نکل جانے والی اور ایک کنارے پر چلنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، لہٰذا (شیطان سے بچنے کیلئے) تم لوگ مسجد اور جماعت کو اچھی طرح سے تھام لو، بیشک مسلمانوں کی اکٹھے دُعاء چاروں جانب سے اُن کا احاطہ کرنے والی ہے۔(شُعب الایمان:2600)

شیطان کی دعا بھی قبول ہوئی

فرمایا: انسان چاہے جتنے بھی گناہ کرلے؛ مگر ایک بار وہ دربارِ الٰہی میں آکر سربہ سجود ہوکر سچی توبہ کرلے، تو اللہ تعالی کے یہاں اُس کی بھی سنی جائے گی، پھر فرمایا شیطان نے عجیب وغریب موقعے پر عجیب دعا کی، اُس وقت دعا مانگی، جب کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی نافرمانی (آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کرنے) کی وجہ سے شیطان لعین پر نہایت غضب ناک تھے اور دعا مانگی بھی تو ایسی عجیب کہ کوئی ایسی دعا نہیں مانگتا، اس نے دعا یہ کی :قَالَ رَبِّ أَنْظِرْنِيْ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (اے اللہ! مجھے قیامت تک مہلت عطا فرما!)(الحجر:۳۶)

غور کرنے کی بات ہے کہ ایسی دعا کو بھی تعالیٰ نے ایسے غضب ناک ہونے کے باوجود شیطان جیسے نافرمان کے حق میں قبول فرمائی، تو کیا انسانوں میں سے کوئی اس خالق سے مانگے تو شنوائی نہیں ہوگی؟ کیوں نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی؛ اس لیے اللہ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

نماز معاف ہوگئی! ایک جاہل پر شیطان کا مکر

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ایک جگہ بیان کیا ہے کہ ان کے گاؤں میں ایک آدمی تھا، بڑا عابد تھا؛ لیکن علمِ دین سے واقف نہیں تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہاں کے کچھ لڑکوں نے

اس کا مذاق بنانا چاہا اور سوچا کہ اس آدمی کی بے وقوفی ظاہر کی جائے، ایک دن وہ اپنے گھر میں سو رہا تھا، رات کا وقت تھا، تو محلے کے دو چار لڑکے اس کی چھت پر چڑھ گئے اور بناوٹی آواز میں اس کا نام لے کر ایک خاص لب و لہجے میں اس کو پکارا۔ وہ چونکا اور پوچھنے لگا کہ کون ہے؟ ایک لڑکے نے آواز بنائی اور کہا کہ میں تمھارا خدا بول رہا ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ جاہل اٹھ کر بیٹھ گیا، اس کے بعد کہنے لگا کہ اے باری تعالیٰ! کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ تیری عبادت مجھے بہت پسند آ گئی، اس لیے آج سے ہم نے تیرے سے نماز معاف کر دی ہے۔ یہ کہہ کر وہ لڑکے تو غائب ہو گئے۔

اب یہ جاہل عابد سمجھا کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ ہی کی آواز ہے؛ اس لیے اس کو یقین آ گیا کہ نماز معاف ہو گئی۔ اب اس کے بعد جو تہجد تھی وہ بھی ختم، فرائض تھے وہ بھی ختم، نماز کے لیے مسجد کو آنا بند کر دیا۔ اس طرح دو چار دن ہو گئے اور وہ نماز کو نہیں آیا تو محلے کے لوگوں نے سوچا کہ بیمار تو نہیں ہو گیا؟ چلو جا کر دریافت کریں، کچھ لوگ وفد کی شکل میں اس کے گھر پہنچے، خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ طبیعت تو اچھی ہے؟ کہا کہ ہاں الحمدللہ! بہت اچھا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر نماز کو کیوں نہیں آ رہے ہو؟ بہت دن ہو گئے آپ نماز کو نہیں آئے، کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا کہ آپ کو خبر ہوئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سے خوش ہو کر میرے سے نماز معاف کر دی۔ لاحول ولاقوۃ إلا باللہ!!

دیکھیے! شیطان جاہل لوگوں کو کس طرح بہکانے لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان جہالت سے لوگوں کے اوپر تسلط قائم کر لیتا ہے۔

علم نے نہیں، اللہ نے مجھے بچایا ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں بہت بڑے عالم تھے، محدث

بھی تھے، بہت بڑے صوفی اور بزرگ بھی تھے۔ ان کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے ایک ابر چھا گیا اور اس میں سے چمک ظاہر ہوئی، انھوں نے اس کی طرف دیکھا، تو اس کے اندر سے ایک آواز آنے لگی، آواز کی طرف متوجہ ہوئے، تو اس آواز میں ان سے کہا گیا کہ آپ کی عبادت آپ کا زہد، ریاضت، آپ کے مجاہدات سے ہم بہت خوش ہو گئے، اس لیے آپ سے نماز معاف کر دی جاتی ہے۔

انھوں نے یہ سنتے ہی سوچا کہ نماز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاف نہیں ہوئی، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت کا جو حال تھا، وہ سب کو معلوم ہے، تو میرے سے کیسے معاف ہو سکتی ہے؟۔ لہٰذا یہ دراصل شیطان کی آواز ہے، پھر ''لاحول ولا قوۃ إلا باللّٰہ'' پڑھا۔ یہ پڑھنا تھا کہ وہ ابر جو نظر آ رہا تھا اور اس کے اندر سے چمک ظاہر ہو رہی تھی، وہ دُھویں کی شکل میں تبدیل ہو کر غائب ہو گئے، حضرت سمجھ گئے کہ دراصل شیطان کی آواز تھی، پھر کچھ دیر بعد اسی طرح ہوا اور اس کے اندر سے کہا گیا کہ آپ کو آپ کے علم نے بچا لیا۔ حضرت نے فوراً اس کے جواب میں فرمایا کہ میرے علم نے نہیں، میرے خدا نے مجھے بچا لیا۔

دیکھا آپ نے؟! کہ علم انسان کی رہنمائی کرتا ہے، لیکن بچانے والی ذات تو اللہ ہی کی ہوتی ہے، اگر خدا بچانا نہ چاہے، تو وہ عالموں کو بھی گمراہ کر دے، جیسے بہت سے ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی پیش آیا، کہ آپ ایک مرتبہ بڑی شدت سے پیاس محسوس کر رہے تھے، حضرت رحمہ اللہ نے جنگلات میں کئی سالوں تک زندگی گزاری ہے، ریاضت کے لیے، مجاہدات کے لیے، تو اس زمانے میں پانی ایک دفعہ نہیں ملا، بڑی شدت کی پیاس لگ رہی تھی، دور دور تک پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اسی وقت ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس ہاتھ میں ایک گلاس تھا، جو سونے یا چاندی کا تھا اور اس کے اندر پانی بھی تھا اور آواز آ رہی تھی کہ آپ کے لیے یہ جنت سے بھیجا جا رہا ہے، آپ اس کو لیجیے، استعمال کیجیے۔ حضرت نے

سمجھ لیا کہ یہ شیطان کی مکاری ہے؛ لہٰذا ''لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ'' پڑھا، حضرت کو یہ بات کیسے سمجھ میں آئی کہ یہ شیطان کی مکاری وعیاری ہے؟ یہ بات سمجھ میں آئی شریعت کے علم سے؛ کیوں کہ یہ سونے اور چاندی کا گلاس تھا اورسونے اور چاندی کا استعمال اللہ کے نبی علیہ السلام کی شریعت میں ممنوع ہے، حرام ہے، ناجائز ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے جنت سے وہ چیز دی جائے، جوخود شریعت کے اندر حرام ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

شیطان نے بہکانے کی کوشش کی، لیکن حضرت سمجھ گئے، ''لاحول ولاقوۃ'' پڑھا، توشیطان کہنے لگا آپ کے علم نے آپ کو بچالیا۔ حضرت نے فرمایا کہ علم نے نہیں؛ بل کہ میرے خدانے مجھ کو بچالیا۔ تواس طرح علم رہنمائی کرتا ہے، جس کی وجہ سے شیطان کے مکر کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

بدنظری کرنے والے سے شیطان پرامید رہتا ہے

ایک بزرگ کی شیطان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے شیطان لعین سے پوچھا کہ ایسے نقصان دہ عمل کی نشاندہی کرو جس کی وجہ انسان بآسانی تمہارے جال میں پھنس جاتا ہے۔ اس مردود نے جواب دیا کہ غیرمحرم کی طرف شہوت کی نظر کرنا ایسا کام ہے کہ میں اس بندے سے پر امید رہتا ہوں کہ کبھی نہ کبھی اس کو گناہ میں ملوث کرکے اپنے جال میں پھنسا لونگا، جولوگ نگاہیں نیچی رکھتے ہیں میرے بہت سے حربے ان پر کارگر ثابت نہیں ہوتے –میں نے چاروں سمتوں سے اولاد آدم کو بہکانے کی قسم کھائی ہوئ ہے– نیچے کی سمت محفوظ سمت ہے–جس نے نگاہیں جھکائے رکھیں اس نے مجھے ناامید کئے رکھا۔

شیطان اورانسان میں فرق

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا: فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ

عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اللہ نے فرمایاہم نے تجھ کوقیامت تک راندہ درگاہ کردیااورملعون کردیاقیامت تک تیرے اوپرلعنت برستی رہے گی اورتجھے ہماری درگاہ سے ہنکایاجاتارہے گاشیطان نے کہامیں نے آپ کی نافرمانی کی ہے اس میں میراکیاقصورہے؟آپ نے میری قسمت میں لکھ دیاتھاکہ ایساہوگاتوہوگیا،بس اللہ نے شیطان کوزمین پراتاردیاابلیس کے برعکس حضرت آدمؑ نے جب گندم کھالیاتوکہاالٰہی معاف کردو،اے اللہ مجھ سے غلطی ہوگئی،اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ جب تجھے معلوم ہے کہ میری مرضی کے بغیرایک پتہ بھی نہیں ہلتا،تم نے یہ کیسے کہہ دیاکہ مجھ سے غلطی ہوگئی؟حضرت آدمؑ نے عرض کیاالٰہی میری بندگی اورشرافت کاتقاضاہے کہ ہراچھی چیزکوآپ کی طرف منسوب کروں اورہربری چیزکواپنی طرف،یعنی مجھ سے کوئی برائی ہوتی ہےتومیں کہوں یااللہ مجھ سے برائی ہوگئی مجھے معاف کردےاوراگراچھائی ہورہی ہے،عمل صالح کی توفیق ہورہی ہےتومیں کہوں کہ یااللہ یہ آپ کافضل ہےاورآپ کی طرف سےتوفیق ہے،اللہ نے فرمایااےآدم!اسی لئےتوہم نےاشرف بنایااوراسی لئےہم نےتجھےساری کائنات میں خلیفہ بنایا۔

روایات میں ہے کہ ستّر ہزارسال تک شیطان نے اتنی عبادت کی کہ زمین کاکوئی حصہ نہیں بچاجہاں اس نے اللہ کی عبادت نہ کی ہو،سجدہ نہ کیاہو،اللہ نے اس کواتنابڑامقام عطافرمایاکہ نورکے منبرپرفرشتوں کووعظ کہنے کے لئے خطیب بنادیالیکن اس کے مقابلے میں حضرت آدمؑ نے اتنی عبادت نہیں کی،اللہ نے ان کومٹی سے بنایاان میں جان ڈالی اورکہاکہ ہم نے اس کواپنانائب بنادیا،دنیامیں اس کوبھیج رہے ہیں اپنانائب اورخلیفہ بناکر،شیطان نے عبادت ضرورکی ہے،لیکن اللہ تعالیٰ کواس نے کبھی بھی ظاہری اورباطنی آنکھوں سےنہیں دیکھاحالانکہ بہت بڑاعابد،زاہدمتقی اوربڑاعالم تھااس کے باوجوداللہ تعالیٰ نے اسےاپنے دیدارسےمحروم رکھا،اللہ تعالیٰ کی عظمت حضرت آدمؑ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دیدارسے پیداہوئی،کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات کاشیطان نے مشاہدہ نہیں کیاتھا اسلئےاس نےاللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیرپراعتراض کردیا۔(خطبات رحیمی جلداول،ص/159)

انسان کو اللہ نے سب سے خوبصورت بنایا

ہارون رشید کی بیوی ملکہ زبیدہ کے متعلق آتا ہے کہ زبیدہ بہت خوبصورت تھی دیندار اور سخی بھی تھی، ایک مرتبہ اپنے حسن پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں، چاند سے بھی زیادہ میں حسین ہوں، ہارون رشید نے سن کر کہا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھ کو طلاق! ظاہر بات ہے کہ انسان بظاہر چاند سے زیادہ خوبصورت اور حسین نہیں ہوسکتا، علماء کو بلایا گیا اور ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا انہوں نے کہا کہ ملکہ زبیدہ چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں اسلئے ملکہ پر طلاق واقع ہوگئی، متعدد علماء نے ایک ہی بات کہی کہ طلاق واقع ہوگئی، امام محمدؒ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ کہ ہم نے انسان کو دنیا کی ساری تمام مخلوق سے بہتر اور خوبصورت بنایا ہے اسلئے چاند بھی اس میں داخل ہے اور انسان چاند سے زیادہ خوبصورت ٹھیرا، طلاق واقع نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے خوبصورت اور حسین بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی پوجا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

شیطان کی غذا

حدیث میں ہے کہ شیطان نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آدمی اگر اپنے کاروبار میں جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو واللہ میں بھوکا مرجاؤں آدمی جھوٹ بول کر، دھوکہ دے کر کماتا ہے، ناجائز اور حرام طریقوں سے کماتا ہے وہ گویا شیطان کو کھلاتا پلاتا ہے۔

وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ اور کبھی تمہارے مالوں میں نقصان دے کر بھی آزماتے ہیں،

بارش زیادہ ہوگئی کھیتی تباہ ہوگئی، باڑھ آ گئی یا سیلاب آ گیا فصل تباہ ہوگئی، دکاندار ہے مال خراب آ گیا سڑ گیا یا گل گیا یا اس کے اندر کیڑا پیدا ہو گیا یا نوکری چھوٹ گئی اور گھر میں تنگی آ گئی، بیوی اور بچے طعنہ دینے لگے ایسی حالت میں صبر کرنا ہے، ہماری ماں بہنوں پر اللہ رحم کرے کہ تھوڑی سی پریشانی میں اللہ کی ناشکری شروع کر دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی کو فرمایا ہم تمہارا امتحان اس طرح بھی لیں گے کہ تمہارے مالوں میں کمی اور نقصان پیدا کر دیں گے، اس میں مرد وعورت دونوں کی آزمائش ہے، مرد تو آزمایا جاتا ہے کاروبار کے ذریعے اور عورت کی آزمائش اس طرح ہے کہ پریشانی میں وہ اپنے شوہر کا ساتھ دیتی ہے یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو طعنہ دینے لگے، ایسی عورت جو اپنے شوہر کو طعنہ دیتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں۔

شیطان سے بڑا دشمن نفس ہے

ہر انسان نفس ونفسانیت سے بھی مرکب ہے، انسان کا نفس لذت کوش اور راحت طلب ہوتا ہے، اس میں طمع کا مادہ بھی ہوتا ہے، اور خود غرضی کا جذبہ بھی ہوتا ہے، زندگی کی بہت سی برائیوں کو اختیار کرنے میں انسان کا نفس محرک بنتا ہے، اس میں شیطان کی کوشش پر ہی انحصار نہیں، شیطان اس میں صرف بڑھاوا دیتا اور طاقت پہنچاتا ہے اور مزید برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے اور ان میں معاونت کرتا ہے، رمضان میں جو برائیاں کی جاتی ہیں وہ اس لئے کم ہوتی ہیں کہ وہ صرف نفس کے اثر سے ہوتی ہیں ان کو شیطان کا سہارا نہیں ملتا۔

لیکن انسانی نفس بعض انسانوں میں اور بعض موقعوں پر اتنا قوی اور موٹا ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنے بُرے اقدامات کے لئے شیطان کے سہارے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی، یہ نفس رمضان کے مہینہ میں بھی اپنا کام کر سکتا ہے اور کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے روزہ میں یہ بھی اثر رکھا ہے کہ وہ نفس کو کمزور کر دے اور اس کو اس کے بُرے اثرات سے روکے اور اس کے اثر کم کر دے، کیونکہ روزہ درحقیقت نفس کے خراب اثر کو توڑنے کا عمل ہے، انسان کا پیٹ جب خالی

ہوتا ہے اور پیاس کا احساس ہوتا ہے تو برائیوں کی طرف اس کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے، انسان میں بھرے پیٹ کے ساتھ غلط کاموں کی طرف جو میلان ہوتا ہے وہ خالی پیٹ میں اور انسانی خواہش کی عدم تسکین کے موقع پر نہیں ہوتا، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جس کو نفسانی خواہش زیادہ ہوتی ہو لیکن اس کے پاس ازدواجی زندگی اختیار کرنے کی مالی سکت نہ ہو، روزے رکھنے کی تلقین فرمائی تاکہ وہ اپنی خواہش پر غالب آسکے اور اس کی خاطر غلط کام میں مبتلا نہ ہوجائے، روزہ کی ساخت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکیوں کی راہ بناتا ہے، اور گناہوں کی راہ روکتا ہے لیکن روزے کے اثرات اور اس کی نیک فضا اسی وقت اپنا عمل کرتی ہے جب روزہ کو اس کے آداب اور اس کی مقررہ احتیاطوں کے ساتھ رکھا جائے، وہ صرف اللہ کے لئے ہو کسی مادّی یا خودغرضانہ مقصد کے لئے نہ ہو، روزہ میں جو باتیں ممنوع قرار دی گئی ہیں ان سے پورا پرہیز ہو اور روزہ کی فضاء کو قائم کرنے کے لئے جو اعمال بتائے گئے ہیں وہ اختیار کئے جائیں۔

غیبت چغل خوری فضول اور لایعنی کاموں سے بچا جائے، دوسرے ایام میں بھی یہ سب چیزیں بری ہیں مگر رمضان کا مہینہ جو بڑا مقدس اور بڑی برکتوں والا ہے اس میں یہ سب چیزیں اور زیادہ بری ہوجاتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے: ''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ'' اے اللہ ہم کو برکت عطا فرما رجب اور شعبان میں اور رمضان تک ہم کو پہنچا۔ رمضان المبارک کی خاطر جنت کو سال کے شروع ہی سے آراستہ کیا جاتا ہے رمضان کا پورا مہینہ ہی خیر و برکت والا ہے بڑا ہی محروم ہے وہ شخص جو رمضان المبارک میں بھی محروم رہ جائے۔

قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا

یقیناً آپ جانتے ہیں کہ آج کے دور میں سنت پر عمل کرنا سو شہیدوں کے برابر ثواب پانا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مل کر کھایا کرو، الگ الگ نہ کھاؤ، کیونکہ جماعت کے ساتھ کھانے میں برکت ہے۔

علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مل کر کھانا مستحب ہے لہٰذا تنہا نہ کھائے، جس قدر لوگ ہوں گے اسی قدر برکت زائد ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کھانا آجائے تو کھانا کھالو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام نافع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کی قرأت سن رہے تھے، یعنی قرآن سن کر کھانا نہیں چھوڑا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ کھانے کو جماعت پر مقدم کرنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ قلب فارغ ہو جائے، دھیان نہ لگا رہے۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن کو سو کر رات کو عبادت پر قوت حاصل کرو۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب دوپہر کو ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے جاؤ قیلولہ کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ (گناہوں کے انبار جلد اوّل، ص/ 114)

☆☆☆☆☆☆

{مؤلف کا تعارف}

نام	:	محمد علاء الدین قاسمیؔ ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔
ولادت و پیدائش	:	مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)
ابتدائی تعلیم	:	ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔
عربی اول	:	جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)
عربی دوم، سوم	:	مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)
اعلیٰ تعلیم	:	عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)
فراغت	:	۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات...

درس وتدریس　　:　　درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں:　فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات　　:　　خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔

مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔
۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔
۳۔ نکاح اور طلاق۔
۴۔ حج گائیڈ۔
۵۔ چالیس حدیثیں۔
۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔
۷۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔
۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔
۹۔ عظمت قرآن۔
۱۰۔ مسائل حاضرہ۔
۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔
۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ۔
۱۳۔ چراغ اصلاح۔
۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔
۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔
۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ ونفیس نعمتیں۔
۱۷۔ تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔
۱۸۔ رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰۔تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔ دُعا کا صحیح طریقہ۔

۲۵۔ اصلاحی واقعات جلداوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلددوم۔

